مظہر ذاتِ ذُوالجلال

بفیضِ نظــــر

تاجدارِ اہلسنت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی حفظہ اللہ

تالیف

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد

(مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد-اے پی)

﴿ بہ نگاہ کرم مجدد دوراں، غوث زماں، مفتی سواد اعظم، تاجدار اہلسنت، امام المتکلمین
حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین سلطان المشائخ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی حفظہ اللہ ﴾

نام کتاب	مظہر ذات ذُوالجلال
تصنیف	ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحیٰی انصاری اشرفی
تصحیح ونظر ثانی	خطیب ملت مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی
ناشر	شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (مکتبہ انوار المصطفٰی ۔مغلپورہ حیدرآباد)
اشاعت اُول	جنوری ۲۰۰۸
تعداد	۱۱۰۰
قیمت	Rs. 60

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ　صَلِّ عَلٰی شَفِیْعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد

مَنَّ عَلَیْنَا رَبُّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا　اَیَّدَہٗ بِاَیْدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحْمَدًا

اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا　اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبٰی سے ہماری مدد فرمائی

اَرْسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرْسَلَہٗ مُمَجَّدًا　صَلُّوْا عَلَیْہِ دَآئِمًا صَلُّوْا عَلَیْہِ سَرْمَدًا

اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور باکرامت بنا کر بھیجا　اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

آیئے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ　نام ہو اولیاء کے ساتھ، حشر ہو انبیاء کے ساتھ

شغل وہ ہو کہ شغل میں کر دے ہمیں خدا کے ساتھ　پڑھئے درود جھوم کر سیّد خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے میرے مولٰی کے پیارے　نور کی آنکھوں کے تارے

اب کسے سیّد پکارے　تم ہمارے ہم تمہارے

یا نبی سلام علیک　یا رسول سلام علیک

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

ہمارے پاس گناہوں کے ماسوا کیا ہے

خدائے برتر وبالا ہمیں پتہ کیا ہے ترے حبیب مکرم کا مرتبہ کیا ہے
جبینِ حضرت جبریل پر کف پا ہے ہے ابتداء کا یہ عالم تو انتہا کیا ہے
خدا کی شانِ جلال وجمال کے مظہر ہر ایک سمت ہے تو ہی تیرے سوا کیا ہے
کوئی بلال سے پوچھے خُبیب سے سمجھے سزائے اُلفت سرکار کا مزا کیا ہے
بشر کے بھیس میں لاکالبشر کی شان رہی یہ معجزہ جو نہیں ہے تو معجزہ کیا ہے
غمِ فراقِ نبی میں جو آنکھ سے نکلے خدا ہی جانے ان اشکوں کا مرتبہ کیا ہے
فقط تمہاری شفاعت کا آسرا ہے حضور 'ہمارے پاس گناہوں کے ماسوا کیا ہے'
کھڑا اختر عاصی درِ مقدس پر حضور آپ کی رحمت کا فیصلہ کیا ہے

(تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی)

سلطانِ جہاں محبوب خُدا تری شان وشوکت کیا کہنا
ہر شئے پہ لکھا ہے نام تیرا' تیرے ذکر کی رفعت کیا کہنا
ظہورِ حق جان کی جان تم ہو
عیاں سب میں خدا کی شان تم ہو

فہرست مضامین

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علیٰ سید الأنبیآء والمرسلین
وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین .... أما بعدُ

صفاتِ الٰہی

واجب الوجود اپنی ذات اور کمالات میں دوسرے سے بالکل بے نیاز اور غنی بالذات صرف ایک اللہ عزوجل ہے اور فقط وہی عبادت کا مستحق ہے اور کوئی نہیں۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو واجب الوجود مانے یعنی یہ کہے کہ یہ شخص اپنی ذات اور کمالات میں کسی کا محتاج نہیں ہے یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو عبادت کا مستحق ٹھہرائے وہ یقیناً مشرک ہے جیسے ہندوستان کے آریہ، رُوح اور مادہ کو قدیم مانتے ہیں اور واجب الوجود سمجھتے ہیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ روح اور مادہ کی ذات، بنانے والے سے بے نیاز ہے یہ مشرک ہیں

علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ نے شرح عقائد نسفیہ صفحہ ۶۱ پر شرک کی حقیقت بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ **الاشراك هو اثبات الشريك فى الالوهية بمعنى وجوب كما للمجوس او بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام** یعنی شرک کے معنیٰ یہ ہیں کہ خدا کی الوہیت میں کسی کو شریک کرنا، یا تو اس طرح کہ خدا کے سوا کسی کو واجب الوجود مان لینا جیسا کہ مجوسی کہتے ہیں یا اس طرح کہ خدا کے سوا کسی کو عبادت کا حقدار مان لینا جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔

علامہ تفتازانی نے فیصلہ کر دیا کہ شرک کی دو ہی صورتیں ہیں، ایک یہ کہ کسی کو خدا کے سوا واجب الوجود مانا جائے، دوسری یہ کہ خدا کے سوا کسی کو عبادت کے لائق مان لیا جائے۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کیا کوئی بھی مسلمان انبیاء و اولیاء کو واجب الوجود یا لائق عبادت مانتا ہے؟ ۔۔نہیں، ہرگز نہیں ۔۔ یہ مومنین پر بہتان ہے۔

ایک مسلمان کو بلا وجہ کافر ومشرک بتانا بہت بڑا جرم اور ظلم عظیم ہے خداوند قدوس کی وعید شدید سے ڈرنا چاہئے۔ ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ یعنی اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت لگائے کہ اللہ نے جس چیز کو شرک نہیں فرمایا' خواہ مخواہ یہ لوگ اس کو شرک بتاتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان یاد رہے کہ ہمیں یہ خوف نہیں کہ تم ہمارے بعد شرک میں مبتلا ہوگے (بخاری شریف)

قرآن مجید میں بندوں کی عطائی صفات بیان کی گئیں ہیں:

﴿فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا م بَصِيْرًا﴾ (الدہر/٢)

ہم نے انسان کو سمیع وبصیر (سننے اور دیکھنے والا) بنایا ہے۔

﴿يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ﴾ (سجدہ/١٠)

تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

﴿وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ﴾ (مائدہ/١١٠)

اور جب تم (عیسیٰ علیہ السلام) خلق کرتے تھے (بناتے تھے) مٹی سے پرند کی سی مورت۔

﴿وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (آلعمران/٤٩)

اور میں (عیسیٰ علیہ السلام) مُردہ زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا﴾ (نازعات/٥)

(قسم ہے) ان فرشتوں کی جو کام کی تدبیر کرتے ہیں۔

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ﴾

(آل عمران/٢٦) اے محبوب! آپ یوں عرض کرو کہ اے اللہ تو مالک الملک ہے جسے چاہے بادشاہت عطا کرے اور جس سے چاہے چھین لے۔

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾ (الحآقۃ/٤٠)

بے شک یہ قرآن رسول کریم کے ساتھ خدا کی باتیں ہیں

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے متعلق قرآن ارشاد فرماتا ہے: ﴿قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا﴾ (مریم/۱۹) انھوں نے (حضرت مریم) سے فرمایا کہ میں تیرے رَبّ کا بھیجا ہوا ہوں' مَیں اس لئے آیا ہوں کہ تجھے ایک ستھرا بیٹا عطا کروں۔

﴿فَلَاوَرَبِّكَ لَايُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (النساء/۶۵)

اے محبوب! آپ کے رب کی قسم۔ وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس کے جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔

﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلَ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾ (تحریم/۴) بے شک اللہ اُن کا مددگار ہے اور جبریل اور مومنین صالحین بھی اُن کے مددگار ہیں اس کے بعد فرشتے بھی اُن کی مدد پر ہیں۔

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ (اعراف/۱۵۷) وہ رسول اُن کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال فرمائے گا اور گندی چیزوں کو اُن پر حرام کرے گا۔

﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (مائدہ/۵۵)

تمہارا مددگار تو اللہ ہے' اور اُس کا رسول ہے اور مومنین صالحین ہیں۔

قرآن مجید نے حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ ارشاد عزیز مصر کے متعلق نقل کیا ہے ﴿اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ﴾ (یوسف/۲۳) بے شک وہ (عزیز مصر) میرا رب (پرورش کرنے والا) ہے اُس نے اچھی طرح مجھے رکھا ﴿اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ﴾ (یوسف/۴۲) تم (یوسف علیہ السلام کا رہا ہونے والا ساتھی) اپنے رب (عزیز مصر) کے پاس میرا تذکرہ کرنا۔

﴿اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ (اعراف/۱۲۸)

زمین اللہ ہی کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اُس کا وارث بناتا ہے۔

﴿اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ﴾ (یوسف/۵۵) مجھے زمین کے خزانوں پر نگران مقرر کر دے بیشک میں حفاظت والا علم والا ہوں (یوسف علیہ السلام)

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۙ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ﴾ (تکویر/۲۰) بے شک یہ (قرآن) عزت والے رسول کا پڑھنا ہے جو قوت والا ہے۔ مالک عرش کے حضور عزت والا ہے (قوت کی نسبت حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف بھی کی گئی ہے)

﴿بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ (توبہ/ ۱۲۸)

(رسول پاک) ایمان والوں پر بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والے ہیں۔

﴿قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ﴾ (حجر/۵۳)

انھوں نے (حضرت جبرئیل علیہ السلام نے) کہا کہ آپ (سیدنا ابراہیم علیہ السلام) ڈرئے نہیں، ہم آپ کو ایک لڑکے (حضرت اسحٰق علیہ السلام) کی بشارت لائے ہیں جو علیم ہے۔

﴿وَاَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ﴾ (نور/۳۲)

اور تم نکاح کرو اپنوں میں اُن کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے نیک بندوں اور کنیزوں کا بھی (اس آیت میں نہایت واضح طور پر عباد (بندوں) کی نسبت غیر اللہ کی طرف کی گئی ہے یہاں بندہ کے معنیٰ خادم اور غلام کے ہیں)

قرآن مجید کی ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو یہ ساری صفات اور نعمتیں عطا فرمائی ہیں اس لئے ان عطائی صفات کی نسبت بندوں کی طرف بھی کی گئی ہے یعنی بندے بھی اللہ تعالیٰ کی عطا اور اذن سے دیکھتے اور سنتے ہیں، وفات دیتے ہیں، پیدا کرتے ہیں، مُردے کو زندہ کرتے ہیں، مدبر الامر ہیں، بادشاہ ہیں، مالک ہیں، کریم ہیں، اولاد عطا کرتے ہیں، حاکم ہیں، مولیٰ ہیں، (اللہ رسول) حلال وحرام قرار دینے والے ہیں، رب (پرورش کرنے والے) اور زمین کے وارث ہیں، محافظ اور نگہبان ہیں، رؤف ورحیم ہیں، علیم (علم والے) ہیں، نعمت دینے والے ہیں، عطا کرنے والے ہیں، قوت والے ہیں، غنی ہیں اور غنی کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ساری صفات اُس کی اپنی ذات سے ہیں، کسی کی عطا کردہ نہیں ہیں، وہ ازلی، ابدی اور لامحدود ہیں، ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ جب کہ بندوں کی ساری صفات اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہیں، محدود ہیں، حادث اور فانی ہیں۔

صفاتی الفاظ کے اطلاق میں اگر ذاتی اور عطائی کا فرق ملحوظ نہ رکھا جائے تو عقیدے کی بحث تو الگ رہی' منہ سے الفاظ ہی نکالنا مشکل ہو جائے گا۔ مثال کے طور پر جہاں کسی کو آپ نے زندہ کہا اور مشرک ہوئے' کسی کو ولی کہا اور مشرک ہوئے' کسی کو مولانا کہا اور مشرک ہوئے' کسی کو حافظ کہا اور مشرک ہوئے' کسی کو بادشاہ کہا اور مشرک ہوئے' کسی کا نام علی' حکیم' وکیل' سلام' اور کریم رکھا اور مشرک ہوئے۔۔۔ کیونکہ ان سارے الفاظ کا اطلاق قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر کیا ہے۔۔۔لیکن۔۔۔مشرک ہونے سے آپ صرف اس لئے بچ جاتے ہیں کہ بندوں کے اندر یہ ساری صفات آپ اللہ تعالیٰ کی عطا سے مانتے ہیں۔

ہر کام باذن اللہ عین توحید ہے بغیر اذن کا اعتقاد شرک ہے لہذا یہ عقیدہ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی حاجت پوری کر سکتا ہے شرک ہے اور جب اذن الٰہی کا عقیدہ آیا تو شرک ختم۔ اذن الٰہی ہونا اور نہ ہونا توحید اور شرک کا اصل معیار ہے۔

اب اگر کوئی اولیاء اللہ کو باذن اللہ حاجت روا کہے تو شرک نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے اذن وحکم کے بغیر انسان سانس تک نہیں لے سکتا اور نہ ہی پلک جھپکا سکتا ہے ہونٹ بھی نہیں ہلا سکتا۔ اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن وحکم کے بغیر یہ امور انجام دے سکتا ہے تو بلا شبہ وہ مشرک ہو جائے گا۔

حدیث قدسی ہے (اللہ تعالیٰ اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر) فرماتا ہے:

جب بندہ (فرائض کی تکمیل کے بعد) نوافل کی کثرت سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفت سمع' بصر اور قدرت کے انوار بندے کی سمع بصر اور قدرت میں ظاہر ہوتے ہیں اور اس طرح یہ مقرب بندہ صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یعنی یہ بندہ اللہ تعالیٰ کے نور سمع سے سنتا ہے اسی کے نور بصر سے دیکھتا ہے اور اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے۔

یہ انسانیت کا کمال ہے کہ بندہ صفات خداوندی کا مظہر ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفت سمع کی تجلیاں اس کی سمع میں چمکنے لگیں گی تو یہ ہر قریب وبعید کی آواز کیوں کر نہ سن لے گا۔

یہ اس کی ذاتی صفت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کا ظل ہے عکس ہے اور پرتو ہے۔ پرتو اور ظل غیر مستقل ہوتا ہے اور پرتو والا مستقل ہوتا ہے۔ پس اصل توحید تو یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب حاصل کرے کہ خدا کی صفات کا آئینہ بن جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ 'سطعات' میں تحریر فرماتے ہیں:

اہل ولایت ایک صفت سے دوسری صفت میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ برف کے نیچے آگ جلائی گئی یہاں تک کہ برف پگھل کر پانی بن گئی' اس کے بعد آگ جلتی رہی یہاں تک کہ پانی کی ٹھنڈک ختم ہوگئی اور اس میں فتور آ گیا۔ اس کے بعد بھی آگ جلنے کا عمل جاری رہا یہاں تک کہ پانی گرم ہوگیا۔ آگ پھر بھی جلتی رہی یہاں تک کہ وہ پانی ان خصوصیات کا حامل بن گیا جو آگ میں ہیں' مثلاً کسی چیز کو پکا ڈالنا یا انسان کے بدن پر آبلہ ڈال دینا۔ ان تمام تبدیلیوں نے (اس پانی کو) پانی ہونے کی حقیقت سے نہیں نکالا (یعنی آگ کی خاصیتوں کے پیدا ہو جانے کے باوجود وہ گرم پانی' پانی ہی رہا' آگ نہیں بنا) البتہ یہ ضرور ہے کہ پانی کی حقیقت' آگ کی حقیقت کے قریب تر ہوگئی۔ اسی طرح صوفیائے کرام کی فنا و بقا (فانی فی اللہ و باقی باللہ) ان کو انسانی حقیقت سے خارج نہیں کرتی بلکہ اس نے انہیں انسانیت کے ان اوصاف سے دُور کر دیا جو حیوانات (جانوروں اور دَرندوں) کے مماثل تھے اور (انسانیت کے اُن اوصاف) کے قریب کر دیا جو ملائکہ اور ان کے بعد عالم جبروت سے مناسبت رکھنے والے ہیں۔ (سطعات)

اگر کوئی کسی کے کمالات کو ذاتی مانے اور اس کمال میں اس کو دوسرے سے غنی اور بے نیاز سمجھے تو مشرک ہے خواہ وہ کمال علم ہو یا قدرت یا سمع یا بصر ہو جیسے ستارہ پرستوں کا خیال ہے کہ عالم کے تغیرات کواکب کی تاثیرات سے ہیں اور کواکب ان تاثیرات سے غنی بالذات ہیں کسی کے محتاج نہیں۔ یہ عقیدہ بھی شرک ہے اور ایسے اعتقاد رکھنے والے مشرک۔ اسی طرح اگر کوئی دوسرے کی عبادت کرے جس کو ہندی میں پوجا اور فارسی میں پرستش کہتے ہیں

یہ بھی شرک ہے جیسے بُت پرَست، بتوں کو مستحق عبادت سمجھتے ہیں اور اُن کی عبادت کرتے ہیں، یہ مشرک ہیں ۔۔ لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے کمالات اس کے بندوں میں مانتے ہیں اور کمالات کو عطا الٰہی جانتے ہیں وہ ہرگز مشرک نہیں، مثلاً کوئی شخص کسی کو سمیع وبصیر کہے اور یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو صفت سمع وبصر عطا فرمائی ہے تو وہ مومن اور موحّد ہے مشرک نہیں ۔ مشرک جب ہوتا ہے کہ یہ مانتا کہ آدمی میں سمع وبصر کی صفت ذاتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے اللہ عزوجل کی صفات میں سمیع وبصیر کا ذکر کیا ہے مگر اس کے باوجود انسان کو بھی سمیع وبصیر قرار دیا ہے ۔ ﴿فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَّصِيْرًا﴾ اور یہ شرک اس لئے نہیں کہ انسان میں جو صفت سمیع وبصیر ثابت کی گئی ہے وہ عطا کی ہے اور خدا میں ذاتی ہے ۔ اس قسم کی سینکڑوں مثالیں کتاب وسنت سے دی جاسکتی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہی نکلتا ہے کہ کسی بھی کمال کو جو ممکن البشر ہے غیر اللہ میں عطائی مانا جائے تو شرک نہیں اور ذاتی مانا جائے تو شرک ہے ۔ اگر ذاتی وعطائی کا فرق نہ کیا جائے تو پھر انسان ہر بات میں مشرک ہوجائے ۔ مثلاً یہ کہے کہ میں سُنتا ہوں، میں دیکھتا ہوں، میں موجود ہوں، غذا نے قوت دی، پانی نے پیاس بجھائی، آگ نے جلا دیا، سردی نے نقصان پہنچایا، دوا نے فائدہ دیا ۔۔۔ یہ سب باتیں شرک ہوجائیں ۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ جب ایک مسلمان یہ کہتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں تو وہ اس عقیدے کے ساتھ کہتا ہے کہ دیکھنے کی قوت مجھ میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے خود بخود نہیں ہے ۔ جب ایک مسلمان یہ کہتا ہے کہ دوا نے شفا دی ہے تو اس عقیدہ کے ساتھ کہتا ہے کہ دوا میں شفا دینے کی طاقت اور تاثیر اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے ۔ اگر خدا نہ چاہے تو نہ میں دیکھ سکوں اور نہ دوا اپنا اثر دِکھا سکے ۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی کمال کو غیر اللہ میں اگر ذاتی مانا جائے تو وہ شرک ہے اور اگر عطائی طور پر مانا جائے تو ہرگز شرک نہیں ۔

جو شخص عطائی کمال کو غیر اللہ میں ماننے کو شرک کہتا ہے وہ جاہل ہے اور اگر جان بوجھ کر کہتا ہے تو خود گمراہ ہے کیونکہ اُس نے عطائی کمال ماننے والے کو مشرک کہہ کر یہ ظاہر کردیا

کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات اور صفات عطائی ہیں اور وہ مستغنی اور بے نیاز نہیں ہے۔

اسلام میں خدا کے وجود پر ایمان لانا اُسی وقت معتبر ہے جب عقیدۂ توحید کے ساتھ ہو' اور اسلامی توحید یہ ہے کہ اللہ ایک ہے اور اپنی ذات وصفات میں بے مثل و بے مثال ہے۔ اس کی ذات وصفات میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ یاد رکھئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانا فرض ہے اسی طرح اس کی تمام صفتوں پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کرنے والا کافر ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کسی ایک صفت کا بھی انکار کرنے والا کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**قل هو الله احد**﴾ اے محبوب ﷺ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہے ﴿**الله الصمد**﴾ اللہ کے سب محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں ﴿**لم يلد ولم يولد**﴾ نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ وہ کسی کا بیٹا ﴿**ولم يكن له كفوا احد**﴾ اور اس کا کوئی جوڑا بھی نہیں ہے۔ آیت ﴿**لم يلد ولم يولد**﴾ میں یہود و نصاریٰ کے عقائد باطلہ کا ردّ بلیغ ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ ﴿ **وقالت اليهود عزير ابن الله وقالت النصرى المسيح ابن الله**﴾ یعنی یہودیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ اسی طرح یہود کہا کرتے تھے ﴿**نحن ابنوء الله واحبائه**﴾ کہ ہم تو (معاذ اللہ) خدا کے بیٹے اور خدا کے دوست ہیں۔ تو قرآن کریم کی اس آیت نے ان باطل پرستوں کے اس غلط عقیدے کا ردّ کر دیا کہ خدا نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا۔

اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے کسی ایک صفت کا بھی انکار کفر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا شرک ہے جو اکبر الکبائر یعنی تمام بڑے بڑے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے جو ہرگز ہرگز کبھی معاف نہ کیا جائے گا اور مشرک کی کبھی ہرگز ہرگز مغفرت نہیں ہوگی۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے ﴿**ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر مادون ذلك لمن يشاء**﴾ یعنی اللہ تعالیٰ شرک کو کبھی نہیں بخشے گا' ہاں شرک کے

علاوہ دوسرے گناہ کرنے والوں میں سے جس کو چاہے گا بخش دے گا۔

یادرکھیے کہ جس طرح رحمٰن ورحیم اورخبیروعلیم وغیرہ اس کی صفات ہیں' اسی طرح اس کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ تمام رسولوں کا مُرسل اور اُن کا بھیجنے والا ہے۔ اس لئے رسولوں اورنبیوں پرایمان لانا بھی توحید کے لئے ضروری ہے۔ جس طرح کوئی شخص اگر اللہ تعالیٰ کی صفت رحمٰن یارحیم کا انکارکردے تو وہ کافر ہوجائے گا اسی طرح اگر کوئی رسولوں اورنبیوں کا انکارکردے تو درحقیقت اُس نے اللہ تعالیٰ کی صفت مُرسل کا انکارکردیا لہذا وہ بھی کافر ہوجائے گا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی شفیع المذنبین محمد رسول اللہ ﷺ تمام نبیوں اور رسولوں کے مُصدِق ومصدَق ہیں اس لئے جس نے حضور خاتم النبیین ﷺ کو رسول مان لیا اُس نے تمام رسولوں کو مان لیا اور اللہ تعالیٰ کی صفت مرسل پر پوری طرح ایمان لایا' اس لئے وہ سچا موحد ہوگیا۔ یہی وجہ ہے کہ **لااله الا الله محمد رسول الله** اس پورے کلمہ پرایمان لانا ضروری ہے۔ جب تک کوئی شخص اس پورے کلمے پر ایمان نہیں لائے گا وہ ہرگز ہرگز نہ مسلمان ہوگا نہ موحد۔ اور جواس پورے کلمے پر ایمان لایا وہ گویا تمام ضروریات دین پر ایمان لایا اورسچا مسلمان اور پکّا موحد بن گیا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اورصفات کوشریک سے پاک ماننا توحید ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اورصفات پر ایمان اس طرح لانا ہوگا جیسا کہ وہ اپنے ناموں اورصفتوں کے ساتھ ہے (**آمنت بالله كما هو باسمائه وصفاته** ۔۔۔) اللہ تعالیٰ کی صفات کواُسی حیثیت سے کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا شرک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی' ازلی وابدی اور لامحدود ہیں' یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات عطائی' محدود' عارضی اور فنا ہونے والی نہیں ہیں۔ بندوں کوسب کچھ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے حاصل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ دینے والے اور بندے لینے والے ہیں۔ بندوں کے تمام صفات' اختیارات' ملکیت' کمالات' طاقت وقوت سب کچھ محدود' عارضی' باقی نہ رہنے والے اورفنا ہونے والے ہیں۔

جوصفات اللہ تعالیٰ کی ہیں وہ بندے کی نہیں ہوسکتیں۔ اللہ تعالیٰ قادر ومختار ہے۔

اللہ تعالیٰ مختار ہونے میں محتاج نہیں۔ اللہ تعالی کو اختیار کسی سے عطا نہیں ہوا بلکہ ذاتی ہے اور بندہ مختار ہونے میں محتاج ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی بعض صفات بندوں کو بھی عطا کرتا ہے جیسے دیکھنا' سننا' مالک ہونا' بادشاہ ہونا' غنی کرنا' شفاء دینا' حاکم ہونا' مدد کرنا' اور مارنا جلانا۔

عقائد نسفی شرک کی تعریف ان لفظوں میں کی گئی ہے **اثبات الشريك فی الالوهيه** یعنی معبود اور الہٰ ہونے میں کسی کو خدا کا شریک ماننا یہ شرک ہے۔ شرک کی اس تعریف سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہوگئی کہ الوہیت میں خدا کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا اور نہ ہی الوہیت کسی کو عطا کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کچھ دے سکتا ہے مگر الوہیت نہیں دے سکتا' کیونکہ الوہیت مستقل ہے اور عطائی چیز مستقل نہیں ہوسکتی۔ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو وصف الوہیت عطا فرمادیا ہے وہ مشرک اور ملحد ہے۔ مشرکین اور مؤمنین کے مابین بنیادی فرق یہی ہے کہ وہ غیر اللہ کے لئے عطائے الوہیت کے قائل تھے اور مؤمنین کسی مقرب سے مقرب ترین حتیٰ کہ حضور سید المرسلین ﷺ کے حق میں بھی الوہیت اور غنائے ذاتی کے قائل نہیں۔

﴿**اشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له' واشهد ان محمدا عبده' ورسوله**﴾ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اُس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔

مظہر ذات ذُوالجلال

حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ 'مظہر ذات ذُوالجلال' ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنی پہچان بھی قرآن مجید میں جگہ جگہ اپنے حبیب ﷺ کے ذریعہ سے کرائی ہے فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ﴾

وہی (قادرِمطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو (کتابِ) ہدایت اور دینِ حق دے کر تاکہ غالب کردے اُسے تمام دینوں پر۔

کہیں فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا﴾ اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو اُمیین میں مبعوث فرمایا۔

حضور ﷺ، رب تعالیٰ کی شان بھی ہیں، اس کی رحمت بھی۔ اس وجہ سے ارشاد ہوا کہ اے میرے بندو اگر تم مجھے جاننا پہچاننا چاہتے ہو تو اس طرح پہچانو کہ اللہ تعالیٰ وہ قدرت والا، رحمت والا، کرم فرمانے والا ہے کہ اُس نے اپنے رسول، رسولوں کے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی وہ مصنوع ہیں کہ دست قدرت کو بھی اُن پر ناز ہے۔ بلاتشبیہ یوں سمجھو کہ ایک اعلیٰ درجہ کا آرکیٹیکٹ کہتا ہے کہ میں وہ ہوں جس نے فلاں عمارت بنائی ہے یا قابل استاد کہتا ہے کہ میں وہ ہوں جس نے فلاں شاگرد کو قابل بنایا۔ اگر میری قابلیت علمی دیکھنا ہے تو میرے فلاں شاگرد کو دیکھو کہ میرے علم و ہنر کا نمونہ ہے۔ دست قدرت بھی آج اس انوکھے اور نرالے بندہ خاص پر ناز فرماتا ہے کہ اگر میری قدرت، میرا علم، میری سخاوت، میرا کرم، میری مہربانی، میری شان رحیمیت، میری حاکمیت و بادشاہت، میری عزت وعظمت، میری شانِ بے نیازی، میرا اقتدار وانصاف، میری جلالت، میری رفعت و بلندی......غرضکہ میری تمام صفات کا نظارہ کرنا ہے تو میرے محبوب ﷺ کو دیکھ لو۔ یا یوں سمجھو کہ آفتاب کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی، لیکن اگر رنگین شیشہ میں سورج کا عکس لیا جائے اور اس شیشہ میں نظر کی جائے تو جمالِ آفتاب نظر آتا ہے۔

یہ ذات پاک بھی قدرت الٰہی دیکھنے کا گہرے رنگ والا شیشہ ہے۔ اس کو دیکھا، تو رب تعالیٰ کی صفات کو دیکھا۔ اگر کوئی رب تعالیٰ کی ذات وصفات کو زمین وآسمان کے ذریعہ جانے وہ مُوَحِدۡ ہے مگر مومن نہیں۔ اگر رب تعالیٰ کو پہچاننا ہو تو یوں پہچانو کہ رب وہ ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا۔ لہذا حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے مظہر ہیں اور معرفت الٰہی کا بڑا ذریعہ ہیں۔ حضور ﷺ، اللہ تعالیٰ کا نور ہیں کسی کے بجھائے بجھ نہیں سکتا۔

یہ نُورِ نبی نُورِ خدا ہے واللہ　　جو دیکھتا ہے کہتا ہے واللہ واللہ

دنیا کی ہر چیز قدرت الٰہی کی نشانی ہے **ففی کل شئی له اية تدل على انه واحد** یعنی ہر چیز خدا کی وحدانیت کا پتہ دے رہی ہے مگر دُنیا کی ہر چیز خدا کی ایک صفت کی نشانی ہے۔ سورج، خدا کے نور کا پتہ دیتا ہے۔ پانی وہوا، خدائے پاک کی سخاوت کا خطبہ پڑھ رہے ہیں مگر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ، رب تعالیٰ کی ذات اور ساری صفات کے مظہر اعلیٰ ہیں۔ اگر رب کا علم دیکھنا ہے تو علم مصطفٰے دیکھو۔ اگر رب کی سخاوت دیکھنا ہو تو سخاوت محبوب کا مطالعہ کرو۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں　　دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

اگر قدرت الٰہی کا نظارہ کرنا ہے تو محبوب کبریاء کی قدرت کو دیکھو کہ اشارے سے ڈوبا ہوا سورج واپس کرلیا، چاند کے دو ٹکڑے کر ڈالا، کنکریوں سے کلمہ پڑھوایا، درختوں کو اشارے سے بلایا، ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری فرمایا۔ اگر نور الٰہی دیکھنا ہو تو جمال مصطفٰی دیکھو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے حبیب ﷺ کا ذکر اپنے ساتھ فرمایا ہے۔ شرعی احکامات اور انعامات کے عطا فرمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ اپنے حبیب ﷺ کو بھی شامل فرمایا ہے۔ ذات اور صفات کے اتصال سے محبوبیت کا اظہار ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر قرآن کریم کو بنظر ایمان دیکھا جائے تو اس میں اول سے آخر تک

نعت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام معلوم ہوتی ہے۔ حمد الٰہی ہو یا بیان عقائد' گذشتہ انبیاء کرام اور اُن کی اُمتوں کے واقعات ہوں یا احکام......قرآن کریم کا ہر موضوع اپنے لانے والے محبوب ﷺ کے محامد اور اوصاف کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

ہم اس مختصر رسالہ میں صرف چند آیات کریمہ کے متعلق عرض کر رہے ہیں جن میں صفات کا اتصال شان محبوبیت کو ظاہر فرماتا ہے۔

اللہ رسول عطا فرماتے ہیں

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ﴾ (توبہ/۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انھیں عطا کیا۔

اس آیت میں عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی' یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ رسول نے ہمیں ایمان دیا' اللہ رسول دیتے ہیں اور آئندہ بھی دیتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ جو دیتا ہے وہ حضور ﷺ کے ذریعے سے دیتا ہے۔ مومن کا شیوہ تو یہی ہونا چاہئے کہ بارگاہ الٰہی اور بارگاہ رسالت پناہی سے جو نعمت عطا فرمائی جائے اس پر شکریہ ادا کرے اور اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد کرتے ہوئے اس کے مزید فضل وکرم اور اس کے محبوب رسول کی بیش از بیش جود وعطاء کا امیدوار رہے اور جو ظاہری و باطنی دولت خدا اور رسول کی سرکار سے ملے اسی پر مسرور و مطمئن ہو۔

حضور سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں **الله معطی وانا قاسم** اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ حضور ﷺ مالک ومختار ہیں لہذا آپ سے کوئی چیز مانگنا شرک نہیں ہے کیونکہ دینے والے سے مانگنا جائز ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان نعمت کی ساری خدائی مہمان ہے حضور ﷺ سب کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے تقسیم کر رہے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دستر خوان کا منکر ہے

وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کا منکر ہے اور جو اس دستر خوان کا ریزہ چیں ہے وہ ہی جنت میں کوثر کے ساغرِ رحمت کا مستحق ہوگا پھر ہم کیوں نہ کہیں۔

خدا مالک، نبی وارث، خدا معطی، نبی قاسم
خدا خالق ہے عالم کا، نبی والی ہے خلقت کا
جسے جو کچھ بھی ملتا ہے اُن ہی کے دَر سے ملتا ہے
کہ اُن کا ہاتھ مظہر ہے خدا کے دست قدرت کا

حضرت ربیعہ ابن کعب اسلمی سے حضور ﷺ نے فرمایا سَلْ کچھ مانگ لو۔ عرض کیا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کی خدمت میں حاضری مانگتا ہوں۔ فرمایا اور کچھ مانگو، عرض کیا کہ یہ ہی کافی ہے (مشکوٰۃ باب السجود بروایت مسلم) اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری مرقات میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی نعمتیں حضور ﷺ کے قبضہ میں ہیں جس کو جس قدر چاہیں عطا فرمادیں۔

مالک ہیں خزانہ قدرت کے ۔۔۔ جو جس کو چاہیں دے ڈالیں
دی خُلد جناب ربیعہ کو ۔۔۔ بگڑی لاکھوں کی بنائی ہے
اللہ کی مرضی سب چاہیں ۔۔۔ اللہ رضا اُن کی چاہے
ہے جنبش لب قانون خدا ۔۔۔ قرآن و خبر کی گواہی ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی للہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سخاوت میں جواب نہیں اور رمضان المبارک میں تو آپ کا دریائے کرم انتہائی طغیانیوں پر آجاتا تھا۔ جب جبرئیل علیہ السلام آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو آپ کو تیز چلنے والی ہوا سے زیادہ سخی دیکھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس اتنی بکریاں تھیں جن سے دو پہاڑوں کے درمیان کی جگہ بھری ہوئی تھی۔ آپ نے وہ ساری بکریاں اسے عطا فرمادیں۔ جب وہ اپنے قبیلے میں پہنچا

تو قبیلے والوں سے کہنے لگا۔ بھائیو! مسلمان ہو جاؤ کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ اتنی سخاوت کرتے ہیں کہ مال کے ختم ہونے کا اندیشہ دل میں لاتے ہی نہیں۔

کتنے ہی مواقع پر آپ نے سوسو اونٹ تک مرحمت فرما دیئے تھے۔ آپ نے صفوان بن سلیم کو (۱۰۰) سو اونٹ مرحمت فرمائے بلکہ اتنے ہی دوسری دفعہ اور اتنے ہی تیسری مرتبہ دیئے۔ آپ کی سخاوت کا یہی عالم اعلان نبوت سے پہلے بھی تھا۔ ورقہ بن نوفل کہا کرتے تھے آپ بھاری کنبے والوں اور مجبور لوگوں کی کفالت فرماتے اور محتاجوں کے لئے مال کماتے ہیں۔ آپ نے قبیلہ ہورزن والوں کے چھ ہارے جنگی قیدی انہیں بغیر کسی معاوضے کے واپس کر دیئے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتنا سونا مرحمت فرمایا کہ وہ اسے اٹھا بھی نہ سکے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بارگاہ رسالت میں نوے ہزار درہم پیش کئے گئے۔ آپ نے انہیں ایک چٹائی پر رکھوالیا اور تقسیم فرمانے لگے۔ جو بھی سائل آتا آپ اسے عنایت فرماتے اور کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔ جب آپ سارے درہم تقسیم فرما چکے تو اس کے بعد ایک سائل اور آ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم ہمارے نام پر اپنی ضرورت کی چیزیں خرید لو جب کسی جانب سے مال آئے گا تو تمہارے قرضے کی ادائیگی ہم کر دیں گے۔ اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض گذار ہوئے کہ یا رسول اللہ! جس کام کی استطاعت نہیں وہ اللہ تعالیٰ نے ضروری قرار نہیں دیا۔ نبی کریم ﷺ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ ایک انصاری عرض گذار ہوئے کہ یارسول اللہ! آپ خرچ کرتے جائیں کیونکہ مالک عرش آپ کو مال کی کمی کا اندیشہ کبھی لاحق نہیں ہونے دے گا۔ یہ سماعت فرما کر آپ مسکرائے اور چہرہ انور سے بشاشت کے آثار جھلکنے لگے۔ فرمایا کہ مجھے یہی حکم ملا ہے۔ یہ ترمذی شریف کی روایت ہے۔

معوذ بن عفرا رضی للہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے طباق میں رکھ کر تازہ کھجوریں اور چھوٹی چھوٹی ککڑیاں بارگاہ رسالت میں پیش کیں۔ آپ نے مجھے ایک ہتھیلی

بھر سونا مرحمت فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی آنے والی کل کے لئے ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔ سید الاسخیاء حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے جود وسخا کے بے شمار واقعات مروی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کسی غرض کے تحت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا آپ نے نصف وسق غلہ کسی سے ادھار لے کر اسے مرحمت فرمادیا۔ جب قرض خواہ نے آپ سے تقاضا کیا تو آپ نے اسے پورا وسق عطا فرمایا اور بتادیا کہ نصف تمہارا قرضہ ہے اور نصف ہماری عطا ہے۔ (شفا شریف)

﴿سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (التوبہ/۵۹)

اب دیتا ہے اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت حضور ﷺ دیتے ہیں۔۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی عطا اور حضور ﷺ کی عطا بغیر کسی قید کے مذکور ہوئی۔ عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہے اور حضور ﷺ کی طرف بھی، لہذا یہ کہنا جائز ہے کہ رسول نے ہمیں عطا کیا اور عطا کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کی عطا، رب تعالیٰ کی عطا ہے۔ حضور ﷺ اپنے رب کے اِذن سے دیتے ہیں اور سب کچھ دیتے ہیں اور دیں گے۔ ہر چیز اللہ کے فضل سے ملتی ہے حضور کے ہاتھ سے ملتی ہے۔۔ جو کہے کہ حضور ﷺ کچھ نہیں دیتے، وہ یا تو جھوٹا ہے یا اپنی حالت بیان کررہا ہوگا۔۔ اُسے حضور ﷺ نے کچھ نہیں دیا ہوگا۔ جو اِس دروازے سے محروم رہے وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہے۔

اہل ایمان کے لئے یہی زیبا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کریں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے ان کو مالا مال کردے گا اور اس کے پیارے رسول کا ابر کرم جب برسے گا اور اس کا دست جود وعطا جب حرکت میں آئے گا تو فقر وافلاس کا نام ونشان تک بھی باقی نہ رہے گا نیز اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نام نامی کے ساتھ اس کے

حبیب کا اسم گرامی ملا دینے سے انسان مشرک نہیں ہوجاتا جس طرح آج کل بعض بدعقیدہ عناصر کہتے سنائی دیتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو قرآن کریم میں یہ آیت ہرگز شامل نہ ہوتی۔

اللہ رسول کی رضا جوئی ضروری ہے

﴿**وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ**﴾ (التوبہ/۶۲)
اور اللہ اور رسول کا حق زائد تھا کہ اُسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔

منافقین تنہائی میں اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے تھے اور مسلمانوں کے پاس آکر اپنی پاک باطنی اور نیک نیتی کو ثابت کرنے کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے۔ ایسی باتوں سے اللہ اور اس کا رسول تو خوش نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پر منافقین کے نفاق کو ظاہر فرما دیا اور اُن کے تمام کاموں پر مطلع کر دیا۔ حق تو یہ تھا کہ یہ لوگ محض اللہ اور اس کے رسول کی رضا جوئی کے لئے کوشاں رہتے۔ ﴿**وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ**﴾ کی ترکیب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رسول کا ذکر کر دیا جائے تو شرک نہیں ہوگا بلکہ یہ تو اہل ایمان کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے حبیب ﷺ کی خوشنودی ہر عمل میں پیش نظر رکھیں۔

اللہ اور اس کے رسول کی رضا دو الگ نہیں بلکہ ایک ہی ہے۔ جس پر اللہ راضی، اُس پر اُس کا رسول بھی خوش۔ اور جس پر اُس کا رسول راضی، اُسے اللہ تعالیٰ کی رضامندی بھی میسر ہے۔ حضور ﷺ کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے جیسے حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت رب تعالیٰ کی اعطاعت ہے۔ ﴿**مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ**﴾ (النساء/۸۰)
'جس نے اطاعت کی رسول کی تو یقیناً اُس نے اطاعت کی اللہ کی' یا جیسے حضور نبی کریم ﷺ کا فیصلہ رب تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ حضور ﷺ کے دربار میں حاضری رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری ہے۔ رب فرماتا ہے ﴿**اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ**﴾۔

دیکھو منافقین کو حضور ﷺ کے دربار میں بُلایا جاتا تھا تاکہ حضور ﷺ اُن میں فیصلہ کریں مگر اُسے اللہ رسول کی طرف بُلایا جانا کہا گیا۔

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: (۱) عبادات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کو راضی کرنے کی نیت شرک نہیں بلکہ ایمان کا کمال ہے (۲) حضور نبی کریم ﷺ کے نام پر رب تعالیٰ کی عبادت کرنا ثواب ہے جیسے حضور ﷺ کے نام کی قربانی یا حج کرنا کہ یہ اُن کی رضا کا ذریعہ ہے حضور نبی مکرم ﷺ نے اپنی اُمت کے نام کی قربانی فرمائی تھی۔

حق تو یہ ہے کہ خود رب تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی رضا چاہتا ہے: ﴿**وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى**﴾ اور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ **(الضحی/۵)**

امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک روز غمگسار عاصیاں اور چارہ ساز بیکساں ﷺ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے اس قول کو پڑھا ﴿**رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ**﴾ (ابراہیم/۳۶) (اے رب ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے جنھوں نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ سے ہوں گے اور جنھوں نے میری نافرمانی کی تو تُو غفور رحیم ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس جُملہ کو دُہرایا ﴿**اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ**﴾ (الانعام/۱۱۸)

(اگر تو اُن کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر انھیں بخش دے تو تُو ہی **عزیز وحکیم** ہے) پھر حضور ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ اٹھائے اور عرض کی **امتی امتی ثم بکی** اے میرے رب میری امت کو بخش دے۔ میری امت کو بخش دے۔ پھر حضور ﷺ زار و قطار رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' **یا جبرئیل اذهب الی محمد فقل له انا سنرضیك فی امتك ولانسؤك** ۔ اے جبرئیل میرے محبوب کے پاس جاؤ اور جا کر میرا پیغام دو۔ اے حبیب ہم تجھے تیری امت کے بارے میں راضی کریں گے۔

اور آپ کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ ﴿**وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى**﴾ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تک ایک امتی بھی دوزخ میں رہے راضی نہ ہوں گا۔ آیت کریمہ صاف دلالت کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی کرے گا جس میں رسول راضی ہوں اور احادیث شفاعت سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رضا اسی میں ہے کہ سب گنہگاران اُمت بخش دیئے جائیں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی اُمت کے لئے شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھ سے پوچھے گا کیا آپ راضی ہو گئے ہیں؟ میں عرض کروں گا۔ ہاں میرے پروردگار میں راضی ہو گیا۔

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں قرآن کریم میں سب سے زیادہ امید افزا آیت ﴿**وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى**﴾ ہے۔

حضور ﷺ کی رضا اور تحویل قبلہ

رسالت ونبوت کا ایک ایسا درجہ اور مقام بھی ہے جس پر فائز ہو کر محبوبیت کا وہ مقام نصیب ہوتا ہے جہاں بندہ محبوب کے طلب گار رضائے خداوندی ہونے کے بجائے رب تعالیٰ خود اس کی رضا کا طالب بن جاتا ہے۔ یہ ارفع اور بلندترین مقام تمام کائنات میں ابتدائے آفرینش سے تا ابد الآباد صرف سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین حضور نبی کریم ﷺ کے حصہ میں آیا جن کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا: ﴿**وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى**﴾ اور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ **(الضحی/٥)**

یہ مقام محبوبیت وہ مقام ہے جہاں محبّ ومحبوب کی رضا ایک ہوجاتی ہے محبوبیت میں کمال اس بات کا متقاضی ہوتا ہے کہ محبوب کا ہرعمل مشیت ایزدی کے سانچے میں ڈھل جائے اور دونوں کی رضا کامل ہم آہنگی اور مطابقت اختیار کر جائے محبوبیت کا بلند ترین مقام یہ بھی ہے کہ جدھر محبوب کی نگاہیں اٹھ گئیں اس جگہ کو ہمیشہ کے لئے قبلہ بنادیا گیا۔

﴿قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا﴾ (البقرۃ/۱۴۴)

(اے حبیب) ہم بار بار آپ کے رُخ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی یہ آرزو قلب انور میں تھی کہ بیت المقدس کے بجائے کعبۃ اللہ کو مسلمانوں کا قبلہ بنادیا جائے۔حضور نبی کریم ﷺ کا اسی آرزو سے آسمان کی جانب نگاہ کرنا قبلہ کی تبدیلی کا سبب بن گیا اوراس تحویل قبلہ کا حکم بارگاہ خداوندی سے فقط اس لئے نازل ہوا کہ محبوب کی رضا یہی تھی۔گویا یہ وہ نقط کمال تھا جہاں محبوبیت اور مقربیت باہم متصل ہوگئیں اور محبّ ومحبوب کی رضا ایک دوسرے میں ڈھل گئی۔

حضرت بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ آپ کی خواہش تھی کہ کعبہ معظّمہ کی طرف منہ کیا جائے۔ کعبہ حضور نبی کریم ﷺ کے جد امجد حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا قبلہ تھا نیز اہل عرب کو اسلام کی طرف مائل کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ تھا۔ یہ اوران کے علاوہ کئی دیگر وجوہات بھی تھیں جنھیں نگاہ نبوت دیکھ رہی تھی جن کے باعث حضور ﷺ کی دلی تمنا تھی کہ کعبہ کو قبلہ بنایا جائے اور چشم امید در رحمت کی طرف بار بار اُٹھتی رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ کی یہ ادا اتنی پیاری اور اس کی خوشنودی خاطر اتنی مطلوب تھی کہ اعلان فرمادیا کہ اے محبوب ﷺ جو قبلہ تمہیں پسند وہی ہمیں پسند اور تیری خوشی کے لئے ہم کعبہ کو قبلہ مقرر فرماتے ہیں:

﴿قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا﴾ (البقرۃ/۱۴۴)

(اے حبیب) ہم بار بار آپ کے رُخ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔

ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مصطفیٰ کی کس قدر اہمیت ہے کتنا غلط ہے یہ نظریہ کہ 'حضور کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا' یہاں آپ کی خواہش کا اتنا احترام کیا جارہا ہے کہ کعبہ (جہاں سینکڑوں بُت پڑے ہوئے تھے) قبلہ اسلام بنا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ یقیناً اپنے محبوب ﷺ کی رضا چاہتا ہے جس کی مرضی سے کعبہ کو بھی شرف حاصل ہوا۔ حضور ﷺ کی رضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُمت کی بیچارگی پر رحم فرمائے۔

ٹوٹ جائیں گے گنا ہگاروں کے فوراً قید و بند حشر کو کھل جائے گی طاقت رسول کی (اعلیٰ حضرت)

آیت میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تیرے رُخ انور کا بار بار آسمان کی طرف اُٹھنا ایسی چیز نہیں جسے قصہ ماضی بنا کر بیان کیا جائے بلکہ چشم قدرت اس منظر رُوح پرور کا اب بھی یونہی مشاہدہ فرمارہی ہے فرمایا ہم دیکھ رہے ہیں تیرا بار بار آسمان کی طرف اپنے رُخ جہاں افروز کا اُٹھانا۔ کیا شان محبوبیت ہے۔ **سبحان الله**

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مسجد بنی سلمہ میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھ رہے تھے دو رکعتیں ادا فرما چکے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ اسی وقت حضور ﷺ نے بیت المقدس سے منہ موڑ کر کعبہ کی طرف کرلیا۔ صحابہ کرام نے بھی اپنے رُخ کعبہ کی طرف پھیر لئے اور دُنیا کو تسلیم و رضا کا ایک بے مثال نمونہ دکھایا۔ صحابہ کرام کی محیر العقول ترقی کا راز اپنے نبی اور اپنے قائد کی اسی بے چوں و چرا اطاعت میں مضمر تھا

ہر کام میں سنت کی پیروی ضروری ہے اور اسی میں ہم سب مسلمانوں کا امتحان بھی ہے جو لوگ اس میں پورے اُتریں گے وہی پورے مسلمان ہیں اور جو لوگ اتباع سنت میں کچے ہوں گے وہ پکے مسلمان نہیں ہیں۔ تحویل قبلہ امتحان کے لئے ہے یعنی پہلے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کر کے پھر بیت اللہ کی طرف متوجہ کرنا اسی لئے ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ رسول کا سچا تابعدار کون ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ عَلَیْھَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْہِ ؕ وَاِنْ کَانَتْ لَکَبِیْرَۃً اِلَّا عَلَی الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ ؕ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ (البقرۃ/۱۴۳)

’اور نہیں مقرر کیا ہم نے (بیت المقدس کو) قبلہ جس پر آپ (اب تک) رہے مگر اس لئے کہ ہم دیکھ لیں کہ کون پیروی کرتا ہے (ہمارے) رسول کی (اور) کون مڑتا ہے اُلٹے پاؤں۔ بے شک یہ (حکم) بہت بھاری ہے مگر اُن پر (بھاری نہیں) جنھیں اللہ نے ہدایت فرمائی اور نہیں اللہ کی یہ شان کہ ضائع کردے تمھارا ایمان۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت ہی مہربان (اور) رحم فرمانے والا ہے۔‘

سولہ سترہ ماہ کے لئے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کرنے اور پھر کعبہ اللہ کو حسب سابق قبلہ بنا دینے کی ایک حکمت بیان فرمائی جارہی ہے کہ وہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چوں و چرا اطاعت کرتے ہیں ان لوگوں سے ممتاز اور علحدہ ہوجائیں جو بات بات پر اعتراض کرنے اور اپنی عقل کی سند حاصل کرنے کے خوگر ہیں۔

مطیع اور معترض کی پہچان کے سوا تحویل قبلہ میں یہ حکمت بھی ہوسکتی ہے کہ اس سے اس امر کا اعلان مقصود ہے اب سیادت اور نبوت بنی اسرائیل سے منتقل ہوکر اولاد اسماعیل علیہ اسلام میں آ گئی اسلئے کعبہ کو قبلہ بنادیا گیا۔

بعض صحابہ کرام کو یہ خیال گزرا کہ جو مسلمان بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھتے رہے اور تحویل قبلہ سے پہلے انتقال کر گئے ان کی نمازیں تو ضائع ہوگئیں۔ان کی تسکین کے لئے فرمایا کہ اُن کی نمازیں ضائع نہیں ہوئیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا کرتے رہے۔ اس لئے ضائع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اللہ رسول کی مخالفت کا انجام

﴿مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاَنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ خَالِدًا فِیْہَا ؕ ذٰلِکَ الْخِزْیُ **الْعَظِیْمُ** ﴾ (التوبہ/٦٣) جوکوئی مخالفت کرتا ہے اللہ اور اُس کے رسول کی تو اس کے لئے جہنم ہے ہمیشہ اس میں رہے گا۔ یہ بہت بُری رُسوائی ہے۔

خوب جان کہ سرور عالم ﷺ کی مخالفت میں ذلت اور اطاعت میں رفعت ہے۔
حضور نبی مکرم ﷺ کی اطاعت حکم ربّانی ہے اور آپ کی مخالفت اغواءِ شیطانی ہے۔
ایک دن کسی نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا: **لعن اللّٰہ من یخالف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بہ اکرمنا اللّٰہ و بہ استنقذنا۔** اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے آپ ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت عطا کی اور آپ ہی کے سبب ہم نے نجات حاصل کی ہے۔
جس طرح رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے رسول کی رضا اللہ کی رضا ہے اسی طرح رسول کی مخالفت اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے۔ اللہ رسول کی مخالفت دو الگ نہیں ہیں اور نہ مخالفت میں فرق ہے۔ جو لوگ اللہ رسول کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں اُن کا ابدی ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اللہ رسول کی مخالفت میں ہر قسم کی مخالفت داخل ہے۔ عقائد میں مخالفت ہو یا اعمال میں یا احوال میں، یوں ہی خواہ ظاہر و باطن مخالفت ہو یا بظاہر موافقت ہو درحقیقت مخالفت جیسے منافقین کا نمازیں پڑھنا وغیرہ۔ ان سب کا نتیجہ جہنم اور رسوائی ہے۔
مسئلہ : اللہ رسول کے احکام کو ناحق جان کر اس کے خلاف کرنا کفر ہے اور اُن کے احکام کو حق جان کر اپنے کو گنہگار مان کر غلطی کر لینا کفر نہیں بلکہ گناہ ہے۔ دوزخ میں ہیشگی صرف کفار کے لئے ہے۔ مومن اگرچہ کیسا ہی گناہ گار ہو مگر وہ دوزخ میں ہمیشہ نہ رہے گا بلکہ

گناہوں کے میل سے صاف ہونے کے لئے عارضی طور پر کچھ دن کے لئے وہاں رکھا جائے گا۔ قیامت میں رُسوائی ہونی دوزخ میں علانیہ پھینکا جانا صرف کفار کے لئے ہے ان شآء اللہ گناہ گار مومن کا حساب بھی خفیہ ہوگا اور اگر اُسے دوزخ میں ڈالا گیا تو وہ بھی خفیہ ہوگا۔ رسوائی کو رب نے صرف حضور ﷺ کے دشمنوں کا عذاب قرار دیا۔

اللہ رسول کی نافرمانی باعث عذاب ذلت ہے

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ (النسآء/۱۴) 'اور جو نافرمانی کرے گا اللہ اور اُس کے پیغمبر کی اور بڑھ جائے گا اُس کی حدوں سے تو داخل کرے گا اللہ اُسے آگ میں ہمیشہ رکھے گا اس میں اور واسطے اُس کے عذاب ہے ذلت والا۔' (کنز الایمان)

جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے کہ قرآن شریف پر عمل نہ کرے اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے کہ حدیث شریف پر عمل نہ کرے، اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ وہ اللہ کی قائم کردہ ایمانی و اسلامی حدوں سے بڑھ جائے کہ اللہ رسول کے احکام پر اعتراض کرنے لگے۔ انہیں غلط سمجھے، ایسے مجرم کو اللہ تعالیٰ بعد قیامت دوزخ میں داخل فرمائے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا کہ نہ وہاں سے مرکر نکلے نہ جیتے جی اور اس کے ساتھ اسے ذلت و خواری کا بھی عذاب دیا جائے گا کہ ملائکہ بھی اس پر لعن طعن کریں گے، اور آپس میں دوزخی بھی ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہا کریں گے لہذا تم لوگ میراث صحیح طور پر تقسیم کرو، یتیموں کی پرورش میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میت کا قرض ادا کرو، اس کی وصیت پوری کرو تا کہ خدا کے عذاب سے بچو، یہ آیت جزاؤں و سزاؤں کی جامع آیت ہے۔ (تفسیر نعیمی)

يَعْصِ عصیان سے بنا بمعنی نافرمانی۔ گناہ کو اسی لئے معصیت یا عصیان کہتے ہیں کہ اس میں اللہ رسول کی نافرمانی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو اور رسول کے ذکر کو ایک بتایا

۔۔ محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول کو ایک بتایا۔ اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول کو ایک بتایا۔ عظمتِ الٰہی اور عظمتِ رسول کو ایک بتایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نافرمانی اور رسول کی نافرمانی کو ایک بتایا۔ اللہ رسول کے احکام ایک ہی ہیں' سزا دونوں کی ایک ہی ہے اور دونوں ایک ہی درجہ کے مجرم ہیں یا یوں کہہ لو کہ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ ہی کی نافرمانی ہے کیونکہ رب تعالیٰ کی ساری نعمتیں ہمیں حضور نبی کریم ﷺ ہی کی معرفت پہنچیں۔ جن کا ذکر قرآن کریم نے نہیں کیا' اُن کے احکام حدیث شریف سے ہی معلوم ہوئے' نیز جن وارثوں کا ذکر قرآن کریم نے کیا بھی ہے تو بہت اجمالی کیا' جب تک حدیث کی امداد شامل حال نہ ہو' تب تک ان کے احکام بھی پورے نہیں معلوم ہو سکتے۔ غرض کہ حدیث کی امداد کے بغیر یہ آیتیں بھی پوری سمجھ میں نہیں آتیں۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ ساری عبادات کا یہی حال ہے کہ بغیر حدیث کی مدد سمجھ میں ہی نہیں آتیں۔ لہٰذا اللہ رسول کے احکام ضروری ہیں اللہ رسول کی نافرمانی کا انجام دردناک ہے۔

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ (التوبہ/۸۰) آپ بخشش طلب کریں اُن کے لئے یا نہ کریں۔ اگر آپ بخشش طلب کریں ان کے لئے ستر بار جب بھی نہ بخشے گا اللہ تعالیٰ انہیں۔ یہ محض اس لئے کہ انہوں نے انکار کیا اللہ کا اور اس کے رسول (مکرم) کا۔ اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا نافرمان قوم کو۔

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۚ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ (التوبہ/۸۴) اور نہ پڑھیے نماز جنازہ کسی پر اُن میں سے جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر۔ بیشک انہوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول مکرم کے ساتھ۔ اور وہ مرے اس حالت میں کہ وہ نافرمان تھے۔

نہ بخشنے کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ وہ اللہ رسول کے منکر ہیں اور جو ان کا منکر ہو اور نبی کریم ﷺ اس کے لئے اپنی رحمت عامہ کی بناء پر دُعا بھی کر دیں تب بھی رب نہیں بخشتا' کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ رسول کے دشمن جنت میں جائیں۔ اس نہ بخشنے میں حضور ﷺ کی انتہائی عظمت کا اظہار ہے۔ محبّ کی محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کے دشمن نہ بخشے جائیں۔ نیز دعا کرانے اور دُعا لینے میں بڑا فرق ہے۔ کافر کو کسی کی دعائے مغفرت فائدہ نہیں دیتی اس کی بخشش ناممکن ہے۔ اور اسی سلسلہ میں ہی یہ حکم فرمایا کہ اب اُن کی نماز جنازہ نہ پڑھا کیجئے اور نہ اُن کی قبر پر تشریف لے جایئے۔ اُن کی کفر و گمراہی نے انھیں اس قابل ہی نہیں چھوڑا کہ رحمتِ الٰہی ان کی طرف مائل ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی مرضِ موت میں مبتلا ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اس نے التماس کی کہ جب وہ مر جائے تو حضور اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کی قبر پر بھی تشریف فرما ہوں۔ پھر اس نے ایک آدمی بھیجا اور عرض کی کہ کفن کے لئے اُسے قمیص مرحمت فرمائی جائے۔ حضور ﷺ نے اُوپر والی قمیص بھیجی۔ اس نے پھر گذارش کی کہ مجھے وہ قمیص چاہئے جو آپ کے جسدِ اطہر کو چھو رہی ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پاس بیٹھے تھے۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ! آپ اس ناپاک اور گندے کو اپنی پاک قمیص کیوں فرحمت فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ نے حقیقت سے نقاب اُٹھایا اور فرمایا: اے عمر ! **ان قمیصی لایغنی عنہ من الله شیئا فلعل الله ان یدخل به الفا فی الاسلام** (کبیر) اے عمر ! اس کافر اور منافق کو میری قمیص کچھ نفع نہیں پہنچائے گی بلکہ اس کے دینے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ہزار آدمیوں کو مشرف باسلام کرے گا۔ منافقوں کا ایک انبوہ کثیر ہر وقت عبداللہ بن اُبی کے پاس رہتا تھا جب انہوں نے دیکھا کہ یہ نابکار ساری عمر مخالفت کرنے کے بعد اپنی بخشش اور نجات کے لئے آپ کی قمیص کا سہارا لے رہا ہے تو اُن کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اُٹھ گئے اور یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ اس رحمتِ عالمیاں کی بارگاہ بیکس پناہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ہاں

منظوری ناممکن ہے تو بجائے اس کے حالت یاس میں اس کا دامن پکڑنے کی ناکام کوشش کریں اب ہی کیوں نہ اس پر ایمان لے آئیں اور سچے دل سے اپنی گذشتہ خطاؤں کی معافی مانگ لیں اور اس کی شفاعت کے مستحق ہو جائیں۔ چنانچہ اسی دن ایک ہزار منافق اس قمیص کی برکت اور قمیص والے کے حسن خلق سے مشرف باسلام ہوئے۔ **اسلم منهم يومئذ الف** (کبیر) جو ڈوب چکا تھا وہ تو ڈوب چکا تھا لیکن ہزاروں ڈوبتے ہوؤں کو تو بچالیا۔ جب وہ مر گیا تو اس کا بیٹا جو مخلص مسلمان تھا حاضر ہوا اور اپنے باپ کی موت کی اطلاع دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ اور اس کا جنازہ پڑھ کر اُسے دفن کر آؤ۔ اس نے عرض کی حضور خود کرم فرمادیں۔ اس پیکر عفو وعنایت نے نہ نہ کی۔ اُٹھے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے روانہ ہونے لگے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پھر گذارش کی یارسول اللہ ! اللہ اور رسول کے اس دشمن کی نماز جنازہ نہ پڑھیے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ کا دامن پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سنا دیا۔ ﴿**وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۚ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ**﴾ (التوبہ/۸۴) اور نہ پڑھیے نماز جنازہ کسی پر اُن میں سے جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر۔ بیشک انہوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول مکرم کے ساتھ۔ اور وہ مرے اس حالت میں کہ وہ نافرمان تھے۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے قمیص کیوں عطا فرمائی؟ مفسرین نے اس کی کئی ایک وجہیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب جنگ بدر میں حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے گرفتار کئے گئے تو اُن کی اپنی قمیص پھٹ گئی تھی حضور ﷺ نے انھیں اپنی قمیص پہنانا چاہی کیونکہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ دراز قامت تھے عبداللہ بن اُبی کا قد بھی بڑا لمبا تھا اس لئے اُس کی قمیص کے سوا اور کوئی قمیص انھیں پوری نہ آئی۔ اللہ کے رسول نے چاہا کہ اس کا یہ احسان دُنیا میں ہی اُتار دیا جائے' نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تعلیم دی کہ ﴿**واما السائل فلا تنهر**﴾ کہ کسی سائل کو نہ جھڑکیے۔

اس لئے حضور نبی مکرم ﷺ نے اُس کے سوال کو رَد نہ کیا۔ اور سب سے بڑی وجہ وہی تھی جو حضور ﷺ نے خود بیان فرمائی کہ اس قمیص کی وجہ سے اللہ ایک ہزار منافقوں کو دولت ایمان سے مالا مال فرمائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس سے اور بڑی برکت کیا ہوسکتی ہے۔ یہاں ایک چیز خوب ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ وہ بدنصیب جس کا خاتمہ کفر پر ہوتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے کہ اس کی بخشش نہیں ہوگی اور اُس کے لئے کسی کی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی لیکن صاحبِ ایمان کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اُس کے لئے اگر اللہ کے محبوب کے ہاتھ دُعا کے لئے اُٹھ جائیں تو مغفرت یقینی ہے ارشادالٰہی ہے ﴿**وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفِرُوْا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَاجَدُ اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا**﴾ جسمانی طور پر مدینہ منورہ کی حاضری نصیب نہ ہو تو اس ذات کریم کی طرف متوجہ ہو جاؤ کیونکہ وہ تو ہر جگہ حاضر ہیں غائب تو ہم ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نعمت ایمان نصیب فرما دے اور اس دنیا میں بھی اور روز حشر بھی حضور نبی مکرم ﷺ کی شفاعت کی سعادت سے بہرہ اندوز فرمائے......آمین ثم آمین **بجاہ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔**

اللہ رسول سے مذاق و دل لگی کا انجام

﴿**اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُ وْنَ**﴾ (التوبہ/ ۶۵)

(گستاخو!) کیا اللہ سے اور اس کی آیتوں سے اور اس کے رسول سے تم مذاق کیا کرتے تھے؟ مسلمانوں کا تمسخر اُڑانا منافقین کا ایک پسندیدہ مشغلہ تھا کوئی موقع بھی تو ہاتھ سے جانے نہ دیتے، خصوصاً جب مسلمان اپنی بے سروسامانی کے باوجود قیصر سے جنگ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے تو ان بد باطنوں کو طنزیہ فقرے کسنے اور مذاق اُڑانے کا زرین موقع مل گیا۔ غزوۂ تبوک کے راستہ میں جاتے ہوئے تین منافقوں میں سے دو آپس میں بولے کہ حضور ﷺ

کا خیال ہے کہ ہم روم پر غالب آ جائیں گے۔ کوئی کہتا یہ دیکھو اب شہنشاہ روم سے جنگ لڑنے چلے ہیں' اُن کے ہاں پہنچنے کی دیر ہے رومی فوجیں وہ درگت بنائیں گی کہ حالت خراب ہو جائے گی۔ دوسرا کہتا یار مزا تو جب ہے کہ اُن کے ہاتھ پاؤں میں بیڑیاں ہوں اور اُوپر سے کوڑے برس رہے ہوں۔ تیسرا بالکل خاموش تھا مگر اُن کی باتوں پر ہنستا تھا۔ حضور ﷺ نے منافقین کو ان خفیہ نامعقول باتوں سے متعلق بُلا کر پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ ہم تو صرف راستہ کاٹنے کے لئے دل لگی کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے......کم بختو......کیا اللہ اوراس کے رسول کے سوا اور کوئی نہیں رہا جس کے ساتھ تم دل لگی کرسکو۔

اگر چہ ان بدنصیبوں نے صرف نبی کریم ﷺ ہی کے فرمان کا مذاق اُڑایا تھا مگر چونکہ حضور انور ﷺ کی گستاخی آیات قرآنیہ بلکہ رب تعالیٰ سب ہی کی گستاخی ہے اس لئے یہاں ان تینوں کا ذکر ہوا۔ یہاں سوال اظہارِ غضب کے لئے ہے یعنی تم کو دل بہلانے راستہ طے کرنے کے لئے اور کوئی تذکرہ چرچہ نہ ملا۔ صرف یہ ہی ملا کہ اللہ رسول اور اللہ کی آیات کا مذاق اُڑائیں۔ آیات سے مراد قرآنی آیتیں ہیں یا حضور ﷺ کی وہ غیبی خبریں کہ عنقریب فارس و روم ہم کو عطا ہوں گے وہاں ہمارا راج ہوگا۔

اس واقعہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم دیا کہ جو تنہائی میں باتیں کی جاویں حضور ﷺ کو ان کی خبر ہے۔ دوسرے یہ کہ کفر کی باتیں سُن کر رضا کے طور پر خاموش رہنا یا ہنسنا بھی کفر ہے کیونکہ رضا بالکفر کفر ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی توہین اللہ تعالیٰ اور قرآن مجید سب ہی کی توہین ہے یوں ہی حضور ﷺ کی تعریف و تعظیم رب تعالیٰ' قرآن مجید سب کی تعظیم ہے۔

حضور ﷺ کے علم غیب کا انکار اور مذاق اُڑانا منافقوں کا پرانا طریقہ ہے منافقین نے حضور ﷺ کی اس غیبی خبر کا انکار کیا کہ رب تعالیٰ قیصر و کسریٰ کے ملک ہم کو عطا کرے گا اسے استہزاء قرار دیا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی گستاخی کفر ہے اگر چہ گستاخی کی نیت نہ ہو۔ دیکھو ان منافقین

نے کہا تھا کہ ہم ان باتوں کے ذریعہ دل بہلا رہے تھے، راستہ طے کر رہے تھے، گستاخی کی نیت نہ تھی، مگر رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔ یہ آستانہ بہت نازک ہے۔

اللہ تعالیٰ ستار العیوب ہے پردہ پوشی فرماتا ہے مگر جو بدبخت اُس کے محبوب ﷺ کی عزت وعظمت پر ہاتھ ڈالے اس کی پردہ دری فرما دیتا ہے پھر دریاءِ غضب جوش میں آ جاتا ہے۔

اللہ رسول کی طرف ہجرت

﴿وَمَنْ يُّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ (النساء/١٠٠) اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا، پھر اُسے موت نے آ لیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمّہ ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کی عبادت میں حضور ﷺ کو راضی کرنے کی نیت عبادت کو مکمل کر دیتی ہے شرک نہیں، ہجرت عبادت ہے جس میں ﴿اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ فرمایا گیا۔ بخاری شریف میں ہے **ومن کان هجرة الی الله ورسوله** ۔۔ مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف سفر کرنے کو ہجرت فرمایا گیا یعنی بیت اللہ کی زمین چھوڑ کر رسول اللہ کی زمین پر پہونچنا ہجرت ہے۔ اللہ کی طرف ہجرت کس طرح ممکن ہے! مکہ معظّمہ چھوڑ کر عرشِ اعظم پر پہونچنے کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ مکہ معظّمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ پہونچنے کا حکم دیا گیا۔ رسول کی طرف ہجرت کرنا ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت ہوگا۔

علم دین سیکھنے، حج، جہاد، زیارت مدینہ منورہ، طلب رزق حلال کے لئے وطن چھوڑنا، یہ اللہ و رسول کی طرف ہجرت ہے۔

ہجرت اسلامی عبادت ہے مگر اس میں اللہ رسول کو راضی کرنے کی نیت کرنے کی ہدایت کی گئی ہے لہذا نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ بلکہ ایمان و اسلام و جہاد ہر عبادت میں

اللہ رسول کو راضی کرنے کی نیت کرنی چاہئے ۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری رب تعالیٰ کے پاس حاضر ہونا ہے جو حضور ﷺ سے قریب ہے وہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہے جو حضور ﷺ سے دُور ہے وہ رب تعالیٰ سے دور ہے بلکہ جو حضور ﷺ کا ہے وہ رب تعالیٰ کا ہے اور جو حضور ﷺ کا نہیں وہ رب تعالیٰ کا نہیں ۔

بعض صحابہ کرام ہجرت کے ارادہ سے مدینہ طیبہ روانہ ہوئے لیکن وہاں پہنچنے سے پہلے راستہ میں ہی موت کا پیغام آ گیا اُن کے متعلق ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو ضرور اجر وثواب عطا فرمائے گا ۔ جو شخص کوئی نیک کام شروع کر دے مگر اُسے مکمل نہ کر سکے تو اُسے نیکی کا ثواب مل گیا ۔ کوئی حفظ قرآن، علم دین سیکھنا شروع کر دے یا حج یا جہاد کو روانہ ہو جائے اور مر جائے تو وہ حافظ و عالم غازی بن گیا ۔

ابویعلیٰ اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو حج یا عمرہ کو روانہ ہوا اور راستہ میں مرگیا تو تا قیامت ہر سال اُسے حج وعمرہ کا ثواب ملے گا (روح المعانی) یہ اسلام کا قانون کلی ہے ۔

اللہ رسول اپنے فضل سے غنی کرتے ہیں

﴿اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (التوبہ/۷۴) انھیں غنی کر دیا اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے غنی کر دینے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی ۔ یہ کہنا یقیناً جائز ہے کہ اللہ رسول نعمتیں دیتے ہیں اور غنی کر دیتے ہیں ۔ اللہ رسول کی نعمتیں پا کر بے ایمان سرکش ہو جاتے ہیں ۔

ان احسان فراموشوں (منافقین) کو دیکھو کہ قرضوں کے بوجھ تلے دبے جا رہے تھے کھانے تک کو میسر نہ تھا میرا رسول مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوا تو اس کی برکت سے

کاروبار میں برکت ہوئی۔ کھیتوں میں اناج پیدا ہونے لگا۔ مال غنیمت میں اُن کو بھی حصہ ملتا رہا۔ اب جب مالی حالت اچھی ہوگئی تو بجائے اس کے کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں جن نوازشات سے مالا مال فرمایا ہے اس کا شکریہ ادا کرتے' اُلٹا مخالفت پر آمادہ ہیں یہ بعینہ اس طرح ہے جس طرح ہم اردو میں کہتے ہیں کہ میرا اس کے سوا اور کیا قصور ہے کہ میں نے اُسے مصیبت سے نجات دلائی۔

حضور ﷺ سب کے محسن اعظم ہیں آپ کی نافرمانی انتہائی ناشکری اور احسان فراموشی ہے اور طریقہ منافقین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو نمک حلال بنائے ہم حضور ﷺ کے نمک خواران کے در کے پروردہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ایسا غنی کر دیا ہے کہ آپ دوسروں کو بھی غنی فرما دیتے ہیں رب فرماتا ہے ﴿**وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى**﴾ رب نے آپ کو بڑا عیال دار پایا تو غنی کر دیا۔ کہ تم ایسے ایسے ہزاروں جہانوں کو پال سکتے ہو (بخاری شریف)

کیوں جاؤں میں کہیں کہ غنی تم نے کر دیا	اب ہے یہ گھر پسند یہ در یہ گلی عزیز
ان کے دَر نے کر دیا سب سے غنی	بے طلب بے مانگے اتنا مل گیا
ہاتھ جس سمت اٹھے غنی کر دیا	ان کے دست سخاوت پہ لاکھوں سلام

اللہ تعالیٰ نے زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں مرحمت فرما دیں اور کائنات کی ہر چیز کو تابع فرما دیا۔

مسئلہ : حضور انور ﷺ کے لئے لفظ فقیر استعمال کرنا حرام ہے بے ادبی کی نیت سے ہو تو کفر ہے۔

اللہ رسول پر کسی کا کوئی حق نہیں' انہوں نے جسے جو دیا اپنے فضل سے دیا' بھکاری کا داتا پر کیا حق ہوتا ہے۔

یہ کہنا جائز ہے کہ ہمیں اللہ رسول نعمتیں دیتے ہیں اللہ رسول جنت دیتے ہیں اللہ رسول دوزخ سے بچاتے ہیں۔

رب دیتا ہے حضور تقسیم فرماتے ہیں **اللہ یعطی وانا قاسم** اللہ دینے والا ہے اور ہم اس کو تقسیم فرمانے والے ہیں۔ رازق وہ ہے قاسم یہ ہیں۔

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں
رب کی روزی اُن کا صدقہ کھاتے ہم ہیں کھلاتے یہ ہیں

بے ایمان لوگ اللہ رسول کی نعمتیں پا کر سرکش ہو جاتے ہیں اور اُن کے غلاموں سے الجھتے ہیں۔

تیرا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے

اللہ رسول سے آگے نہ بڑھو

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوْا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (الحجرات/۱)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول پر سبقت مت کرو (وہاں آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو) اللہ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ تمہاری حرکتوں کو دیکھتا ہے، تمہاری ہر باتوں کو سننے والا ہے۔

رسول ذی شان کی عزت وتکریم کا حکم دیا جا رہا ہے ادب واحترام کے انداز سکھائے جا رہے ہیں...... چونکہ ادب ہوگا تو دل میں تعظیم ہوگی، تعظیم ہوگی تو اس کے ہر حکم کی تعمیل کا جذبہ پیدا ہوگا۔ جب تعمیل حکم کی خُو پختہ ہوگی تو محبت کی نعمت مرحمت فرمائی جائے گی اور جب محبوب خداوند ذوالجلال کے عشق کی شمع فروزاں ہوگی تو حریم کبریائی تک جانے والا سارا راستہ منور ہو جائے گا۔

ادب واحترام کے درس کا آغاز **لَاتُقَدِّمُوْا** سے فرمایا جا رہا ہے۔ علامہ ابن جریر لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے پیشوا یا امام کے ارشاد کے بغیر خود ہی امر ونہی کے نفاذ میں جلدی کرے تو عرب کہتے ہیں کہ **فلان يقدم بين يدى امامه** یعنی فلاں شخص اپنے امام کے آگے آگے چلتا ہے۔ علامہ ابن کثیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس جملہ کی

تفسیر ان الفاظ میں نقل کی ہے **عن ابن عباس لاتقولوا خلاف الکتاب والسنة** کہ کتاب وسنت کی خلاف ورزی مت کرو۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم پر ایمان لانے کے بعد کسی کو یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے ربّ کریم اور اس کے رسول کریم کے ارشاد کے علی الرغم کوئی بات کہے یا کوئی کام کرے۔ جب انسان اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے تو وہ اس امر کا بھی اعلان کر رہا ہوتا ہے کہ آج کے بعد اس کی خواہش' اس کی مرضی' اس کی مصلحت' خدا اور اس کے رسول کے حکم پر بلا تامل قربان کردی جائے گی۔

یہ ارشاد فقط اہلِ ایمان کی شخصی اور انفرادی زندگی تک ہی محدود نہیں بلکہ قومی اور اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں' سیاسی' اقتصادی' اور اخلاقی کو بھی محیط ہے۔ نہ کسی فرد کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ کوئی ایسا قانون بنائے جو کتاب وسنت سے متصادم ہو اور نہ کسی عدالت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ احکام شرعی کے برعکس کوئی فیصلہ کرے۔ (تفسیر ضیاءالقرآن)

شانِ نزول میں ہے کہ بعض صحابہ کرام نے عید الاضحیٰ کے دن حضور ﷺ سے پہلے یعنی نماز عید سے قبل قربانی کرلی تھی' اس سے منع فرمایا گیا کہ ہمارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آگے نہ بڑھو۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ بعض صحابہ کرام' رمضان المبارک سے ایک دن پہلے (شک کے دن) ہی روزے شروع کردیئے تھے اُن لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

یعنی معاملہ یہ تھا کہ حضور ﷺ نے ابھی قربانی نہیں فرمائی تھی کہ صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ ایسے تھے کہ جو حضور کی قربانی سے پہلے ہی قربانی کرلی اور کچھ صحابہ نے ایسا کیا کہ رمضان المبارک کا مہینہ ابھی شروع نہیں ہوا' حضور نے ابھی روزہ شروع نہیں فرمایا لیکن انھوں نے روزہ پہلے ہی سے شروع کردیا۔ رب تعالیٰ کو یہ منظور نہیں ہوا اور فرمادیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ابھی میرے محبوب نے روزہ شروع نہ کیا' تم نے پہلے کیسے روزہ رکھ لیا؟ ابھی میرے محبوب نے قربانی نہیں کی' تم نے پہلے کیسے کرلی؟ اگر میرے رسول سے پہلے

روزہ رکھے گا تو تیرا روزہ بیکار ہو جائے گا اور اگر میرے رسول سے پہلے تو نے قربانی کر دی تو یہ قربانی مقبول نہیں ہوگی۔ رسول سے جو سبقت کر رہا ہے گویا وہ اللہ تعالیٰ سے سبقت کر رہا ہے۔ رسول سے جو بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے تو گویا اپنے کو وہ اللہ تعالیٰ سے بھی بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اے ایمان والو! ایسی بے ادبی نہ کرنا۔ یہ ادب کے خلاف بات ہے کہ جس کام میں رسول ہاتھ نہ لگائیں' اس میں تم خود سے ہاتھ لگادو۔ ادب کا قانون یہی ہے کہ جس رسول پر ہم اگر زمین پر سبقت کر کے چلیں تو معیوب ہو جائے' رسول سے پہلے روزہ رکھ لیں تو معیوب ہوجائے' رسول سے پہلے قربانی کرلیں تو معیوب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو آداب تعلیم فرمائے ہیں کہ تم قول یا فعل یا حکم میں حضور نبی کریم ﷺ سے پیش دستی نہ کرو۔ ادب کرو یہ رسول کی بارگاہ ہے یہاں تمہیں آگے بڑھنے نہیں دیا جائے گا۔۔۔ منکر ختم نبوت بانی دارالعلوم دیو بند محمد قاسم نانوتوی کو یہ کہتے ہوئے شرم نہ آئی کہ' نبی امتی سے صرف علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں' رہ گیا عمل' تو بسا اوقات بظاہر امتی بنی کے مساوی ہوتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں' (تحذیرالناس)

حضور نبی کریم ﷺ سے قلبی نہ سہی' رسمی تعلق بھی ہوتا تو اس قسم کی جرأت نہ کی جاتی تھی۔

جبریل امین جبین سے جگاتے ہیں آپ کو — کس درجہ احترام ہے میرے حضور کا

شان نزول کچھ بھی ہو' مگر یہ حکم سب کو عام ہے یعنی کسی بات میں' کسی کام میں حضور ﷺ سے آگے ہونا منع ہے اگر حضور ﷺ کے ہمراہ راستہ میں جا رہے ہوں تو آگے آگے چلنا منع ہے مگر خادم کی حیثیت سے یا کسی ضرورت سے اجازت لے کر۔ اگر ساتھ کھانا ہو تو پہلے شروع کر دینا ناجائز۔ اسی طرح اپنے علم وعمل' عبادات' اپنی عقل اور اپنی رائے کو حضور نبی کریم ﷺ کی رائے سے مقدم کرنا حرام ہے۔

مشکوٰۃ باب ماعلی المأموم میں ہے کہ مرضِ وفات میں حضور نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امامت فرمانے کا حکم دیا۔ ایک روز عین نماز کی حالت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔

اُسی وقت سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مقتدی ہو گئے اور حضور ﷺ امام۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں کسی کو امام ہونے کا اختیار نہیں۔ اور اگر درمیان میں حضور ﷺ تشریف لے آویں تو پہلے امام کی امامت منسوخ ہو جاتی ہے' ہاں اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی اجازت دے دیں کہ تم امام بنے رہو تو اب حضور ﷺ کی اجازت سے امام رہنا جائز ہوا جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ پر گذرا۔ دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ عین نماز کی حالت میں حضور ﷺ کا خیال کرنا اور اُن کا ادب کرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا بلکہ کامل تر بناتا ہے۔

لطف یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ و رسول کا ذکر ہے کہ اللہ اور رسول کے آگے نہ بڑھو' حالانکہ رب تعالیٰ سے آگے ہونا غیر ممکن ہے کہ وہ نہ زمانہ میں ہے نہ کسی مکان میں۔ اور آگے ہونا یا نہ ہونا' زمانہ میں ہوتا ہے یا جگہ میں۔ معلوم ہوا کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ سے آگے نہ ہو' حضور ﷺ کی بے ادبی دراصل رب تعالیٰ کی بے ادبی ہے۔

بارگاہِ رسالت ﷺ میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب بھی ملاحظہ فرمائیں' رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان کے موقعہ پر مقام حدیبیہ میں قیام فرمایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا پیغام دے کر مکہ معظّمہ بھیجا۔ اُس وقت حدیبیہ میں مسلمان کہنے لگے کہ عثمان خوش نصیب ہے جس نے بیت اللہ کا طواف کر لیا۔ یہ سُن کر رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے کہ میرا گمان ہے کہ عثمان ہمارے بغیر طواف کعبہ نہ کریں گے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ واپس تشریف لائے تو مسلمانوں نے اُن سے کہا کہ آپ خوش نصیب ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کر لیا۔ اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ تم نے میری نسبت گمان بد کیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں وہاں ایک سال ٹھہرا رہتا اور حضور ﷺ حدیبیہ میں ہوتے تو مَیں آپ کے بغیر طواف نہ کرتا۔ قریش نے مجھ سے کہا تھا کہ طواف کر لو مگر میں نے انکار کر دیا تھا (زادالمعاد لابن قیم)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ادب قابل غور رہے کہ کفار مکہ آپ سے کہہ رہے ہیں

کہ تم بیت اللہ کا طواف کرلو' مگر آپ جواب دیتے ہیں کہ مجھ سے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اپنے آقائے نامدار ﷺ کے بغیر اکیلا طواف کروں۔ اِدھر جب مسلمانوں نے کہا کہ خوشا حال عثمان کا کہ ان کو خانہ کعبہ کا طواف نصیب ہوا تو رسول اللہ ﷺ یہ سُن کر فرماتے ہیں کہ عثمان بغیر ہمارے ایسا نہیں کرسکتا۔ آقا ہوتو ایسا' خادم ہوتو ایسا۔

اللہ رسول کا فیصلہ قطعی ہے

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾(الاحزاب ۳۳/ ۳۶)

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور رسول کچھ حکم فرمادیں تو انھیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔ اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا' وہ بیشک صریح گمراہی میں بہکا۔

رسول کسی بھی مرد و عورت کا نکاح اُس کی مرضی کے بغیر کرسکتے ہیں :

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں حضرت صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین اشرفی مُرادآبادی علیہ الرحمہ خزائن العرفان میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ آیت زینب بنت جحش اسدیہ اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش اور ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب کے حق میں نازل ہوئی' امیمہ حضور سید عالم ﷺ کی پھوپھی تھیں۔

واقعہ یہ تھا کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جن کو رسول اللہ ﷺ نے آزاد کیا تھا اور وہ حضور نبی مکرم ﷺ ہی کی خدمت میں رہتے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے زینب رضی اللہ عنہا کو پیغام دیا۔ اس کو زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی نے منظور نہیں کیا' اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی' حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بھائی اس حکم کو سن کر راضی ہوگئے۔ حضور سید عالم ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نکاح اُن کے

ساتھ کر دیا۔ حضور ﷺ نے ان کا مہر دس دینار ساٹھ درہم ایک جوڑا کپڑا پچاس مُد (ایک پیمانہ ہے) کھانا تیس صاع کھجوریں دیں۔

مسئلہ:- اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو رسول کریم ﷺ کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے' اور نبی کریم ﷺ کے مقابلہ میں کوئی اپنے نفس کا بھی خود مختار نہیں۔

مسئلہ:- اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امر (حکم) وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ (کنزالایمان)

آیت مبارکہ اور شانِ نزول کا بغور مطالعہ فرمایئے اور رسول کریم ﷺ کے من جانب اللہ مفوضہ اختیارات کا جلوہ دیکھئے ---- یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ کسی عورت یا کسی مرد کا شخص مخصوص کے ساتھ نکاح کرنا فرض نہیں ہے --- یہ ایک مرضی اور منشا کی بات ہے --- مگر اسی بات کو اگر رسول خود فرما دیں تو وہی امر مستحب و مندوب واجب بن جاتا ہے۔ یہ وقار اور عظمت ہے زبانِ رسالت مآب ﷺ کی --- اور ذرا آیتِ مبارکہ کا تیور دیکھئے کہ ایسے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کے حق میں وہی الفاظ ذکر فرمائے گئے ہیں جو اسی قرآن عظیم میں گمراہوں' بد مذہبوں کے حق میں وارد ہوئے ہیں۔ اور ایک رُخ اور بھی قابلِ توجہ ہے کہ فرامین رسول اور احکامِ مصطفیٰ ﷺ کو حکم رب کے سوا کچھ اور نہ خیال کیا جائے...... بلکہ مرضیِ رسول ہی مرضیِ خُدا ہے......احکامِ مصطفیٰ ہی احکام کبریا ہیں۔ اس لئے کسی فاسد ذہن میں یہ خیال نہ آئے کہ یہ نکاح واجب تو نہیں تھا --- ہاں بات تو ایسی ہی ہے مگر اس مستحب کام کا حکم جب رسولِ خُدا نے فرما دیا تو اب وہ تمھارے حق میں واجب ہو گیا --- اس لئے کہ رسول احکام شرعیہ کے بتملیکِ خُدا مالک و مختار ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم میں کوئی تفریق نہیں فرمائی ہے۔ حضور ﷺ کے حکم کے سامنے اپنے ذاتی معاملات میں بھی مومن کو حق نہیں ہوتا۔ اگر حضور ﷺ کسی پر اس کی منکوحہ بیوی حرام کر دیں تو حرام ہو جائے گی جیسے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہوا۔ غرض یہ کہ حضور ﷺ ہمارے دین و دنیا کے مالک ہیں۔ حضور ﷺ کا حکم خدا کا حکم ہے کہ اس میں تردد کرنا گمراہی ہے۔

کسی مسلمان فرد، قوم، حکومت یا حکومت اسلامیہ کے مقرر کئے ہوئے کسی کمیشن اور قانون ساز ادارہ کو اس امر کا اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کو نظر انداز کر کے اپنے لئے کوئی نئی راہ عمل تجویز کرے۔ مسلمان ہوتے ہوئے اطاعت رسول کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ ایک طرف ہم سچے مسلمان ہونے کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور دوسری طرف ادنیٰ سے فائدہ کے لئے ہم احکام اسلام کو بڑی آسانی سے پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ ہماری اس دوغلی روش کے باعث اسلام رسوا ہو رہا ہے اور ہم اس چشمہ فیض سے فیضیاب نہیں ہو رہے ہیں بلکہ دوسروں کی محرومی کا باعث بن رہے ہیں۔ یہاں صاف فرما دیا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اس کے رسول مکرم کے حکم سے سرتابی کی وہ کان کھول کر سُن لے کہ وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔ رشد و ہدایت کے اجالے سے نکل کر گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس محرومی سے بچائے (آمین بجاہ سید المرسلین)

رب تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے محبوب کی اطاعت کا حکم دیا۔

خیال رہے کہ رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح مطلقاً ومستقلاً واجب ہے اگر حضور ﷺ کسی کو کوئی ایسا حکم دیں جو قرآن مجید کے خلاف ہو تو اُس شخص پر اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واجب ہوگی اور اس کے لئے یہ حکم قرآنی منسوخ ہوگا یا وہ شخص اس حکم سے مخصوص یا مستثنیٰ ہوگا اس کی ہزارہا مثالیں موجود ہیں۔

اللہ اور رسول کی اطاعت ایک ہی قسم کی ہے کہ جس کا بھی انکار کرے کافر ہو جائے۔ قرآن و حدیث دونوں کی اطاعت یکساں فرض ہے دیکھو حضرت ابو حذیمہ کی گواہی دو کے برابر حدیث سے ہوئی۔ جسے تمام صحابہ نے بلا تامل مان لیا۔ حضور ﷺ کی میراث تقسیم نہ ہونا حدیث سے ثابت تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ نے بلا تامل مان لیا۔ سیدہ فاطمہ زہر رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دوسرا نکاح حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے لئے ممنوع کر دیا گیا، انھوں نے واجب العمل جانا، اگرچہ قرآن نے چار بیویوں کی اجازت دی ہے

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کوسونے کے کنگن پہننے کی اجازت دے دی حالانکہ مرد کے لئے سونا حرام ہے۔ نکاح میں بالغہ لڑکی اپنے نفس کی مختار ہے اس کا باپ بھی اُس کی بغیر رضا اُس کا نکاح نہیں کرسکتا مگر حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ سے اُن کی بغیر رضا کر دیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے بارے میں دخل دینے کا بھی حق نہ ہوا۔

اللہ رسول نعمت دیتے ہیں اور احسان فرماتے ہیں

﴿اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِ﴾ اس شخص (زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) پر اللہ نے بھی احسان فرمایا اور آپ ﷺ نے بھی احسان فرمایا ہے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جن پر اللہ نے بھی انعام کیا کہ انہیں ایمان وعرفان وتقوٰی دیا، تم نے بھی اُن پر انعام کیا کہ انہیں اپنا صحابیؓ لے پالک (متبنیٰ) بنایا۔ ہر طرح اُن کی ناز برداری کی، یا یہ کہ ایمان وعرفان تقوٰی صحابیہ یہ سب اللہ کے بھی انعام ہیں اور آپ کے بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ رسول نے ہم کو یہ نعمت دی یا اللہ رسول نے ہم کو غنی کر دیا۔

یہ کہنا جائز ہے کہ ہمیں اللہ رسول نعمتیں دیتے ہیں اللہ رسول جنت دیتے ہیں اللہ رسول دوزخ سے بچاتے ہیں۔

جس کو جو نعمت ملی اور جہاں جہاں رحمت الٰہی کا ظہور ہوا، یقین رکھیے اور ایمان لائیے کہ یہ سب کچھ حضور ﷺ کے طفیل میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ 'اے محبوب! ہم نے آپ کو اسی لئے بھیجا ہے کہ آپ کی وجہ سے ہم سارے جہان پر اپنی رحمت فرمائیں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر رحمت خداوندی کا دروازہ رسول ہی کا درِ پاک ہے۔

مومنین کے لئے حضور ﷺ کی تشریف آوری تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے۔

حضور ﷺ نعمتیں تقسیم فرماتے ہیں : حضور سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں **اللہ معطی وانا قاسم** اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ حضور ﷺ مالک و مختار ہیں لہذا آپ سے کوئی چیز مانگنا شرک نہیں ہے کیونکہ دینے والے سے مانگنا جائز ہے۔

حضرت ربیعہ ابن کعب اسلمی سے حضور ﷺ نے فرمایا **سَلْ** کچھ مانگ لو۔ عرض کیا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کی خدمت میں حاضری مانگتا ہوں۔ فرمایا اور کچھ مانگو، عرض کیا کہ یہ ہی کافی ہے (مشکوٰۃ باب السجود بروایت مسلم) اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری مرقات میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی نعمتیں حضور ﷺ کے قبضہ میں ہیں جس کو جس قدر چاہیں عطا فرمادیں۔

اللہ رسول تمہارے اعمال دیکھ رہے ہیں

﴿**وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُه**﴾ (التوبہ/۹۴)

اور اب اللہ و رسول تمہارے کام دیکھیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی کھلی اور چھپی سرگرمیوں کے دیکھنے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی۔ حضور ﷺ ہمارے ظاہر و باطن اعمال دیکھ رہے ہیں کیونکہ یہاں عمل میں کوئی قید نہیں۔ فرمایا کہ تمہارے سب چھپے کھلے کام اللہ رسول دیکھیں گے۔ حضور ﷺ کا ذکر اللہ کے ساتھ کرنا جائز ہے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول نے چاہا تو یہ ہوگا۔

اللہ اور اس کا رسول تمہارے عملوں کو دیکھے گا اگر تمہارے اعمال نے تمہارے ایماندار اور مخلص ہونے کی تصدیق کر دی تو ہم بھی تسلیم کر لیں گے۔ خوب جان لو اس چند روزہ زندگی کے بعد تمہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے گا اور وہ سب کچھ جاننے والا تمہیں تمھارے سب کرتوتوں پر آگاہ کر دے گا۔

﴿وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (التوبہ/۱۰۵)
اور فرمائیے عمل کرتے رہو۔ پس دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو اور (دیکھے گا) اس کا رسول اور مومن۔

علامہ اسمٰعیل حقی نے اپنی تفسیر روح البیان میں اس کی توضیح اس طرح فرمائی ہے کہ نیک بندوں کے مخلصانہ عمل کا ایک نور ہوتا ہے جو آسمان کی طرف اپنے صدق واخلاص کے اندازے کے مطابق بلند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے نور الوہیت سے' رسول اسے اپنے نور نبوت سے اور مومنین کاملین اسے اپنے نور ایمان سے دیکھتے ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)
صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بند کوٹھری میں عمل کرے' رب تعالیٰ اسے فاش کر دیتا ہے (روح المعانی) اسی لئے بعض اولیاء کے نیک اعمال آج تک مشہور ہیں اور لوگ اُن کی تعریفیں کر رہے ہیں اگرچہ انھیں پردہ فرمائے صدیاں گزر چکیں۔

اللہ رسول غنیمتوں کے مالک ہیں

﴿قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (الانفال/۱)
آپ فرمائیے غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔

قرآن کریم نے ﴿قل الانفال للہ والرسول﴾ فرما کر مال غنیمت کے بارے میں فیصلہ کر دیا کہ میدان جنگ میں ہاتھ آنے والا ساز و سامان افراد کی ملکیت ہی نہیں تاکہ وہ اس کی بٹائی میں ایک دوسرے سے جھگڑا شروع کریں بلکہ اس کا مالک تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مقبول ہے۔ اس لئے اللہ کا رسول اپنے مالک کے حکم سے جس طرح چاہے تقسیم فرما دے' کسی کو اعتراض کا حق ہی نہیں۔ حضرت ابی امامۃ الباہلی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عباد بن الصامت رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ یہ آیت انفال کب نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہم بدریوں کے حق میں نازل ہوئی جب ہم نے مال غنیمت کے بارے میں جھگڑنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے اختیار سے نکال کر اپنے رسول کے حوالہ

کر دیا اور حضور ﷺ نے اسے برابر طور پر سب میں تقسیم فرمایا۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

حضرات انبیاء و اولیاء بعطاء الٰہی رب تعالیٰ کے ملکوں کے مالک ہیں رب کے دیئے ہوئے اختیارات سے عالم میں تصرف کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ملک عطا فرمانے کے باوجود بھی وہی مالک رہتا ہے اُس کی ملکیت میں کوئی فرق نہیں آتا' جیسے مولیٰ اپنے غلام کو کچھ دے تو مولیٰ مالک رہتا ہے۔ بندوں کی عارضی ملک کے رب تعالیٰ کی حقیقی ملکیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اللہ تعالیٰ اپنی مِلک اپنامُلک اپنے بندوں کو دینے پر قادر ہے بلکہ عطا فرماتا ہے۔

﴿تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ﴾ عطا فرماتا ہے ملک جسے چاہتا ہے۔

دیکھو ملک' زمین ظاہری بادشاہ کو اس نے عطا فرمایا ہے ایسے ہی ملک غیب انبیاء اولیاء کو عطا فرمایا ہے۔ جو شخص حضرات انبیاء و اولیاء کو کسی چیز کا مالک نہ مانے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کے مالک الملک ہونے کا انکاری ہے۔

اللہ تعالیٰ مالک حقیقی ہے مخلوق کی ملکیتیں عارضی' مجازی و عطائی ہیں جیسے ہم رب تعالیٰ کے ہونے کے باوجود اپنے مکان جائیداد' کاروبار وغیرہ کے مالک ہیں ایسے ہی یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضور انور ﷺ سارے عالم کے مالک ہیں۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب — یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا ترا

حضور نبی مکرم ﷺ شرعی احکام خصوصاً مالِ غنیمت کی تقسیم میں باذن الٰہی مختار مطلق ہیں جس طرح چاہیں احکام جاری فرمائیں۔ یہاں **لِلّٰهِ** فرمانا برکت کے لئے ہے **وَالرَّسُوْلِ** ملک و اختیار کے لئے ہے۔ ملکیت کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف بھی ہے اور حضور نبی مکرم ﷺ کی طرف بھی کہ یہ رب کا خاص عطیہ ہے اور حضور ﷺ کا تقسیم فرمودہ۔ اللہ کے ساتھ حضور ﷺ کا ذکر بغیر فاصلہ کرنا جائز ہے لہذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول نے ہمیں غنی کر دیا۔ اللہ رسول نے ہم کو ایمان و عرفان' نعمت دو جہاں عطا فرمائیں' یہ شرک نہیں۔ حضور نبی مکرم ﷺ مالک و مختار ہیں اگر چاہیں تو زمین مدینہ کو میدان بدر بنا دیں۔

چاہیں تو غیر مجاہد کو مجاہد بنا دیں، جسے جو چاہیں بنا دیں۔ غیر حاضر کو حاضر کر دیں اور حاضر کو غیر حاضر۔ دیکھو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر کے موقع پر مدینہ منورہ میں رہے مگر حضور ﷺ نے انھیں بدر میں حاضر بنا دیا۔ غنیمت کے مال میں مجاہدین کے برابر انھیں حصہ دیا۔ جو لوگ مجاہدین سے پیچھے رہے اگر چہ انھوں نے جہاد نہ کیا، تلوار نہ چلائی، زخم نہیں کھائے، تیر و کمان نہیں اُٹھائے مگر انھیں غازی مجاہد بنا دیا اور برابر کا حصہ دیا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ حدیبیہ میں موجود نہ تھے، حضور نبی کریم ﷺ کے حکم سے مکہ مکرمہ گئے ہوئے تھے، اُن کے پیچھے بیعت رضوان ہوئی تو حضور ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کے متعلق فرمایا کہ یہ ہاتھ عثمان کا ہے اور یہ دوسرا ہاتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ ہے۔ میں خود عثمان کی طرف سے بیعت کرتا اور بیعت لیتا ہوں۔ یہ ہے میرے شہنشاہ کی بادشاہی۔ رب خالق و مختار نے حضور ﷺ کو مالک و مختار بنا دیا ہے۔

اللہ رسول مددگار ہیں

﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ﴾ (المائدہ/۵۵) یعنی اے مسلمانو! تمہارا مددگار اللہ اور رسول اور وہ مسلمان ہیں جو زکوٰۃ دیتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔

﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْض ﴾ (التوبہ/۷۱)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

﴿نَحْنُ اَوْلِيٰٓئُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ﴾ (فصلت۔ حٰمٓ/۳۱)

اور ہم تمہارے مددگار رہتے تمہاری دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے۔

﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلَ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ﴾ (تحریم/۴) بے شک اللہ اُن کا مددگار ہے اور جبریل اور مومنین صالحین بھی اُن کے مددگار ہیں اس کے بعد فرشتے بھی اُن کی مدد پر ہیں۔

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ تمہارا بھی مددگار اور مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کے۔ مگر رب تعالیٰ بالذات مددگار اور یہ بالغرض۔۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں سے دوستی کرنی چاہئے یہی ایمان والوں کے مددگار ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد اور دوستی' تمام کے مقابلہ میں کافی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اسلام کی لذت وہ ہی پا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ کے لئے عداوت کرے یعنی اللہ والوں سے محبت کرے اور دین کے دشمنوں سے علحدہ رہے۔ صحابہ کرام و اہل بیت عظام' اولیاء اللہ' مشائخ وعلمائے دین کی محبت اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ یہ حضرات مومن اور مومنوں کے سردار ہیں۔ اسی کو سورہ فاتحہ میں فرمایا گیا ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ خدایا ہم کو اُن کے راستہ پر چلا جن پر تو نے انعام فرمایا ہے۔ اور حقیقت میں مسلمانوں یا اولیائے کرام سے محبت رکھنا حضور ﷺ سے محبت کے لئے ہے' یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کو پانے کے دروازے ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی اپنی کتاب 'جآء الحق' میں تحریر فرماتے ہیں:

'اولیاء اللہ اور انبیائے کرام سے مدد مانگنا جائز ہے جب کہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو رب تعالیٰ کی ہے یہ حضرات اس کے مظہر ہیں اور مسلمان کا یہی عقیدہ ہوتا ہے۔ کوئی جاہل بھی کسی ولی کو خدا نہیں سمجھتا'

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جہاز اُمّت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں تم اب چاہے ڈباؤ یا تراؤ یا رسولَ اللہ

وہ خوش نصیب لوگ جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اپنا مددگار رفیق و دوست بنایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جماعت میں ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ﴾ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو اپنا مددگار بناتا ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کی جماعت غالب رہے گی۔

عبادات ہوں یا اخلاقیات، جس خوش نصیب انسان کو یہ نعمت عظمیٰ مل گئی ہے وہ اس جماعت میں شامل ہے جن پر دن رات اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے جن بندوں پر انعام الٰہی ہو چکا ہے وہ کس قدر عظمت والے بندے ہیں کہ رب تعالیٰ اُن کے قرب ومعیت کو اعلیٰ قرب قرار دے رہا ہے اور اپنی جماعت قرار دے رہا ہے۔۔حدیث پاک میں ہے۔

عن ابی هريره رضی الله عنه ان الله اذا احب عبدا دعا جبريل فقال انی احب فلانا فاحبه قال فيحبه جبريل ثم ينادی فی السمآء فيقول ان الله يحب فلانا فاحبوه فيحبه اهل السماء ثم يو ضع له القبول فی الارض

(مسلم) جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل امین کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں نے فلاں بندے کے ساتھ محبت کی ہے تو بھی اس سے محبت کر، پھر جبریل اس سے محبت کرتے ہیں پھر آسمان پر آواز دیتے ہیں کہ فلاں بندہ اللہ کا محبوب ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں پھر زمین پر اس کے لئے قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

جب ایک عام عبد جو مقام محبوبیت پر فائز ہوتا ہے تو یہ اس کا مقام ہے تو محبوب جس کے لئے بزم کائنات کو بنایا گیا اس سے بڑھ کر محبوب کون ہوسکتا ہے ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے: **عن انس ان رجلا قال يا رسول الله متى الساعة قال و يلك وما اعددت لها قال ما اعددت لها الا انی احب الله ورسوله قال انت مع من احببت قال انس فما رايت المسلمين فرحوا بشیء بعد الاسلام فرحهم بها**

(بخاری) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی؟ حضور ﷺ نے فرمایا تجھ پر افسوس تو نے تیاری کیا کی ہے؟ عرض کیا۔۔ میں نے اس کے سوائے کوئی تیاری نہیں کی کہ میں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کرتا ہوں ۔۔ حضور ﷺ نے فرمایا، تو اُس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے مسلمانوں کو کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا اسلام لانے کے بعد جتنا خوش یہ خوشخبری سن کر ہوئے۔

یعنی جب تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے ساتھ محبت رکھتا ہے تو پھر تجھے غم کس بات کا ہے۔ رب تعالیٰ محبوب کے غلاموں کو قیامت کے دن میں اُن کے جوارِ رحمت میں جگہ دے گا۔

کتنے عظیم لوگ ہیں وہ جو حضور ﷺ کی بارگاہ سے براہ راست فیضاب ہوئے۔ دیکھئے کتنے لطف وکرم کی بات ہے کہ جو کوئی محبوب کے غلاموں کے پاس بیٹھے وہ بھی نامراد نہیں رہتا بلکہ بامراد ہوتا ہے۔ حضرت اسماء بنت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **خیار عباد اللہ الذین اذا رو ذکر الله** (مشکوۃ) اللہ کے بندے وہ ہیں جن کے چہرے دیکھوتو اللہ یاد آئے۔۔ اسی حدیث پاک کا اگلا حصہ ہے کہ اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو پاک لوگوں میں عیب تلاش کرتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: ان بندوں کو بارگاہ خداوندی میں ایسا خصوصی تعلق ہوتا ہے جب ان کے چہرے افعال واقوال اورحسن و جمال پرنظر پڑتی ہے تو خدا یاد آتا ہے کیونکہ ان پر عبادت اور اصلاح نفس کے آثار کا کامل ظہور ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کا معنی یہ بھی کیا کہ ان کی زیارت کرنے سے ذکر خدا کا ثواب ملتا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا کہ عالم کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک صالح انسان کے چہرے پرنظر پڑ جاتی ہے تو زیارت کرنے والے کے سینے میں اس طرح نور ایمان سرایت کر جاتا ہے کہ اس کا دل روشن ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ **النظر الی وجہ علی عبادة** حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے (اشعۃ اللمعات)

حقیقت یہ ہے کہ اہل دل نے اپنے آپ کو اقوال وافعال، اعمال وعبادات میں اللہ اور اس کے رسول کے اتنا قریب کرلیا ہوتا ہے کہ جو ان کے پاس بیٹھ جائے وہ بھی اللہ والا بن جاتا ہے ان کے کردار وگفتار میں کوئی تضاد نہیں، اس لئے یہ اچھے اور بہتر مدد ومعاون ثابت ہوتے ہیں اور ان کی قربت ومعیت وتعلق سے ایمان خراب نہیں ہوتا۔۔ اس لئے فرمایا ایمان والے ہی اچھے مددگار رہیں۔

رب تعالیٰ جس پر مہربان ہوتا ہے اس کے لئے مہربان مقرر فرما دیتا ہے اور جس پر قہر فرماتا ہے اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے' اسی لئے مددگار بنانے کی دُعا مانگنے کا حکم دیا۔ غیر خدا کی مدد شرک نہیں بلکہ رب کی رحمت ہے۔

قرآن کریم فرماتا ہے: ﴿وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٌ﴾ وہاں کوئی کسی کا نہ ولی ہے نہ مددگار ۔۔ اس آیت میں کفار کا ذکر ہے۔ واقعی کافروں کا نہ کوئی مددگار رہوگا نہ شفیع۔ مومنوں کے لئے سب مددگار اور شفیع ہوں گے۔

اللہ رسول کے لئے عزت ہے

اللہ تبارک تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی عزت وعظمت کا اعلان فرماتا ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (المنافقون/ ۸)

ساری عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے' اُس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے لیکن منافقین نہیں جانتے۔

حقیقی عزت کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے یا اُس کا رسول مکرم ﷺ اور اُس کے ماننے والے' جن کو اللہ تعالیٰ نے عزت وکرامت کی خلعت سے سرفراز فرمایا ہے۔ انسانی عزت مال وجاہ سے نہیں' رزق برق لباس میں نہیں۔ انسان کی عزت و وقار کا راز تو اس کے بلند کردار' اس کی بے داغ سیرت اور مکارم اخلاق میں مضمر ہے جس سے یہ لوگ کوسوں دُور ہیں۔

اس آیت میں حضور ﷺ کی عزت کا خطبہ ارشاد ہوا ہے اور اُن کے صدقہ میں مسلمانوں کی بھی عزت کا اظہار فرمایا گیا۔ عزت کے معنیٰ ہیں غلبہ اور قوت ۔۔ اور واقعہ بھی یہ ہی ہے کہ غلبہ اللہ تعالیٰ کو' اُس کے رسول ﷺ کو' مسلمانوں ہی کو ہے ۔۔ اور قیامت تک رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کی عزت تو یہ ہے کہ دُنیا میں کوئی بھی کام اللہ تعالیٰ کے بغیر ارادہ نہیں ہوسکتا۔

وہ ہی عظمت والا ہے وہ ہی حقیقی قدرت والا' اُس کی قاہر حکومت ہے وہ ہی سب کا والی اور مددگار ہے جس کو وہ عزت دے اُسے کوئی ذلیل نہیں کرسکتا۔ جس کو وہ ذلیل کرے اُس کو کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ اُس کی عظمت ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی سب کو فنا' وہ باقی۔ سب اُس کے محتاج وہ غنی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو عزت دی۔ شفاعت دی' اُن کے دین کو تمام دینوں پر غالب فرمایا۔ رب تعالیٰ اُن کو کافی' اُن کو مخلوق میں سے کسی کی حاجت نہیں بلکہ سب اُن کے حاجتمند ہیں۔ اُن کی تعظیم رب تعالیٰ کی تعظیم ہے اور اُن کی اہانت رب تعالیٰ کی اہانت ہے۔ اُن کی اطاعت رب تعالیٰ کی اطاعت' اُن کی مخالفت رب تعالیٰ کی مخالفت ہے۔ اُن کی ذات' ذات الٰہی کی مظہر' تمام گنہگاروں کو اُن کے دروازہ پاک پر حاضری کا حکم' دُنیا کی ہر چیز پر اُن کی حکومت' جانور اور پتھر' درخت وغیرہ اُن کے سلامی' جنّ انسان وفرشتے اُن کے دُعا گو' عالم کے سلاطین اُن کے دروازے کے بھکاری' جبریل امین اُن کے دروازے پاک کے خادم' عرش اعظم اُن کا جلوہ گاہ' فرش اُن کا پایہ تخت' بروز قیامت سب کی نگاہِ تمنا اُن کے ہاتھوں کو تکیں گی۔

غرض کہ میرا کیا منہ جو اُن کی عزت کا کروڑ واں حصہ بیان کروں۔ بس اُن کو وہ عزت ملی' جو اُن کا دینے والا رب جانے یا لینے والے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ہم تو صرف اتنا کہہ کر خاموش ہو جائیں کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

محبوبیت مصطفیٰ تو دیکھو کہ رب تعالیٰ نے اپنے مشہور اسماء صفاتیہ میں بہت سے غیر خصوصی صفات کے حامل نام اپنے محبوب نبی ﷺ کو عطا فرما دیئے جن میں سے چوبیس نام تو قرآن مجید ہی میں مذکور ہیں۔ اس طرح کہ اگر ایک آیت میں وہی لفظ اللہ تعالیٰ کا نام بنتا تو کسی دوسری آیت میں ظاہراً یا اِشارۃً 'لفظاً یا عبارتاً وہی لفظ نبی کریم ﷺ کا نام بن جاتا ہے مثلاً: (۱) قوی (۲) ولی (۳) جواد (۴) حافظ (۵) حق (۶) حکیم (۷) سمیع (۸) بصیر (۹) شکور (۱۰) شہید (۱۱) رشید (۱۲) ناصر (۱۳) مالک (۱۴) ھادی

(۱۵)نور (۱۶)رحیم (۱۷)رؤف (۱۸)اول (۱۹)آخر(۲۰)ظاہر (۲۱)باطن (۲۲)کریم (۲۳)عزیز(۲۴)قریب

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اسماء پاک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بھی ہیں نبی پاک کے بھی ۔ اور جن سے اللہ تعالیٰ کو بھی پکار سکتے ہیں اور پیارے آقا کو بھی ﷺ ۔ مگر یہاں فرق عظیم یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی یہ ذاتی ' دائمی' قدیمی' ازلی' ابدی صفات ہیں اور حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کی یہ صفات اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش ہیں ۔

مسلمانوں کی عزت یہ ہے کہ جہنم میں ہمیشہ کے عذاب سے محفوظ ہیں ۔ اپنے رب کے سچے بندے اور وفادار رعایا ہیں ۔ ان کے سامنے دینی لحاظ سے تمام قومیں ذلیل ہیں اور اگر یہ سچے مسلمان رہیں تو تخت وتاج ان کے لئے ہے ﴿**وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ**﴾ تم ہی بلند ہو اگر سچے مسلمان رہو ۔

قیامت تک کے لئے اُن کا دین باقی' اُن کی کتاب محفوظ' اُن میں اولیاء' علماء' غوث و قطب ہر جگہ موجود' قیامت میں اُن کے ہاتھ و منہ اور پاؤں چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکدار اثر وضو سے' تمام امتوں سے پہلے جنت میں یہ جائیں ۔ آدھے جنت کے یہ مالک' باقی میں ساری امتیں ۔

بیت المقدس عیسائیوں' یہودیوں اور دوسروں اہل کتاب کا قبلہ ہے اور کعبہ معظّمہ صرف مسلمانوں کا قبلہ' مگر حج کعبہ ہی کا ہوتا ہے نہ کہ بیت المقدس کا' جس قدر دھوم دھام کہ کعبہ معظّمہ کی ہے بیت المقدس کی نہیں ۔ بیت المقدس کے بنانے والے جنات' بنوانے والے حضرت سلیمان علیہ السلام ۔

کعبہ معظّمہ تعمیر فرمانے والے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ اور تعمیر میں امداد دینے والے سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہما السلام ہیں اور کعبہ معظّمہ کو آباد فرمانے والے محمد رسول اللہ ﷺ ۔ بیت المقدس میں ہزارہا انبیاء کرام آرام فرما رہے ہیں مگر مدینہ منورہ میں صرف سید الانبیاء ﷺ جلوہ افروز ہیں ۔ مدینہ منورہ میں جس قدر زائرین جاتے ہیں بیت المقدس میں

اس کا دسواں حصہ بھی نہیں ۔غرض کہ ہر طرح دینی و دُنیاوی عزت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں ہی کو دی ہے۔ مالدار ہونا یا نہ ہونا' بادشاہ ہونا یا نہ ہونا اس پر عزت کا دارومدار نہیں۔ یہ تو چلتی پھرتی چاندنی ہے۔

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ۔ایک یہ کہ ہر مومن عزت والا ہے کسی مسلم قوم کو ذلیل جاننا یا اسے کمین کہنا حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ مومن کی عزت ایمان و نیک اعمال سے ہے روپیہ پیسہ سے نہیں۔ تیسرے یہ کہ مومن کی عزت دائمی ہے فانی نہیں ۔اس لئے مومن کی نعش اور قبر کی بھی عزت ہے۔ چوتھے یہ کہ جو مومن کو ذلیل سمجھے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہے۔ غریب و مسکین مومن عزت والا ہے' مالدار کافر کتے سے بدتر ہے۔

فی زمانہ ایسے لوگوں کی تعداد بھی کثرت سے پائی جاتی ہے جنہیں حضور ﷺ کی محبت واطاعت کا اظہار کرنا شرک و بدعت اور شخصیت پرستی نظر آتی ہے۔ ان بدبخت لوگوں کا ایک ہی مشن ہے کہ نماز و روزہ کے ڈھیر لگا لو اور جب اظہار محبت رسول کی باری آئے تو شرک و شخصیت پرستی کی مشین گنیں چلانا شروع کر دیتے ہیں ۔قرآن حکیم نے ان کی خباثت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ﴾ اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ کا رسول تمہارے لئے مغفرت طلب کرے تو (انکار کرتے ہوئے) اپنے سر جھٹک دیتے ہیں تو انہیں دیکھے گا (یہ تمہارے پاس آنے سے) رک جاتے ہیں تکبر کرتے ہیں۔

عبداللہ ابن ابی وہی بدبخت منافق تھا جو اپنے آپ کو عزت والا اور اہل ایمان کو (معاذ اللہ) ذلیل کہتا تھا۔اللہ تبارک تعالیٰ نے اُن بدبختوں کو ملعون ٹھہرایا اور فرمایا تم کوئی عزتوں کے ٹھیکیدار نہیں۔ ساری عزتیں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان کی ہیں جن کا قبلہ محبت ذات مصطفیٰ ﷺ ہے' وہ ذات مصطفیٰ ﷺ کو اپنی جان و مال' اپنی عزت و آبرو' اپنی اولاد سے' اپنے ماں باپ سے زیادہ محبوب سمجھتے ہیں۔

محمد ﷺ کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے اسی میں ہو اگر خامی' تو سب کچھ نامکمل ہے

اللہ رسول سے خیانت نہ کرو

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (الانفال/۲۷) اے ایمان والو ! نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں حالانکہ تم جانتے ہو۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے خیانت کا مطلب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے **لاتخونوا الله بترك فرائضه والرسول بترك سنته** یعنی فرائض کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت نہ کرو اور سنت سے سرتابی کر کے اُس کے رسول سے خیانت نہ کرو۔ اور قتادہ فرماتے ہیں **اعلموا ان الدين الله امانة فادّوا الى الله ما ائتمنكم عليه من فرائضه وحدوده** خوب سمجھ لو' اللہ کا دین امانت ہے اس کے فرائض کی ادائیگی اور حدود کی پابندی کا تمہیں امین بنایا گیا ہے پس امانت میں خیانت نہ کرو۔ (مظہری)

اسی طرح مسلمانوں کا راز دشمن تک پہنچانا' حکومت کے سربراہوں' اعلیٰ افسروں اور ملازموں کا اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا' ملک کے صنعت کاروں اور تجار کا ملکی صنعت اور کاروبار میں دیانتداری کو نظر انداز کر دینا' حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کرنے میں داخل ہے۔

غور فرمایئے کتنے پرجلال انداز میں فرائض اور سنن کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے اور ارباب اقتدار کو متنبہ کیا جارہا ہے۔

اے وہ لوگو جو ہمارے نبی سے ایمان لے چکے' اب تم ایمان بچانے کی کوشش کرو' چنانچہ تین چیزوں سے بچے رہو: ایک تو اللہ تعالیٰ کی امانتوں میں خیانت نہ کرو۔ اس کے دیئے ہوئے قرآن' ایمان' ظاہری باطنی اعضاء کی طاقتیں قوتیں سب تمہارے پاس رب کی امانتیں ہیں ان میں خیانت نہ کرو' یہ نعمتیں اس کام میں خرچ کرو جن کے لئے یہ دی گئی ہیں'

نہ اس کے رسول کی خیانت کرو کہ اُن کی سنّتیں، اُن کے راز، اُن سے کئے ہوئے وعدے سب رسول کی سنّتیں ہیں، اُن میں خیانت نہ کرو، اُن کا حق ادا کرو۔ پھر آپس میں ایک دوسرے کی امانتیں ادا کرو، ان میں خیانت نہ کرو۔ مسلمانوں کی جان مال عزت آبرو تمہارے پاس اُن کی امانتیں ہیں، انہیں برباد نہ کرو، ورنہ تم مومن قوم کے خائن ہو۔

اس آیت کے نزول کے موقعہ پر بعض لوگوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے خیانت کی تھی اُسے رب تعالیٰ نے اپنی خیانت قرار دیا ہے۔ رسول کی اطاعت، اللہ کی اطاعت ہے۔ رسول کے احکام، اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں۔ رسول کی محبت، اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ رسول سے خیانت، اللہ تعالیٰ سے خیانت ہے۔

میں تو مالک ہی کہوں گا ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

اللہ رسول کی پکار پر حاضر ہو جاؤ

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ﴾ (الانفال/۲۴)

'اے ایمان والو! لبیک کہو اللہ اور (اس کے) رسول کی پکار پر جب وہ رسول بُلائے تمھیں اس امر کی طرف جو زندہ کرتا ہے تمھیں اور خوب جان لو کہ اللہ (کا حکم) حائل ہو جاتا ہے انسان اور اس کے دل (کے ارادوں) کے درمیان'

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کا حکم دینے کے بعد اس کی حکمت بھی بیان فرمادی کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب رسول جس چیز کی طرف تمھیں دعوت دے رہا ہے وہ تمہارے مُردہ دلوں کو زندہ کرنے والی اور تمھاری جاں بلب رُوحوں کو تازگی ونشاط عطا فرمانے والی ہے۔

یہاں ایک نکتہ اور بھی غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی دعوت الگ الگ دعوتیں نہیں بلکہ ایک ہی دعوت ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ حضرت ابی سعید بن المعلٰی فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یاد فرمایا۔ نماز ختم کرنے کے بعد میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے حبیب الٰہ ﷺ! جب آپ نے اس غلام کو یاد فرمایا میں نماز پڑھ رہا تھا' اب فارغ ہو کر حاضر بارگاہ ہو گیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابا سعید! کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں پڑھا **﴿اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ﴾** جس وقت تمھیں اللہ اور اس کا رسول بلائے فوراً حاضر ہو جاؤ۔ فقہاء کرام نے اس سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور حضور ﷺ اُسے بلائیں تو وہ حاضر خدمت ہو جائے' اُس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔ **اجابة الرّسول لایقطع الصلٰوة** (مظہری)

صحابہ کرام کا عمل دیکھنا چاہیے کہ انھوں نے کس طرح اس پر عمل کیا۔ ایک صحابی

اپنی بیوی سے جماع کر رہے تھے کہ دروازے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی، اسی طرح بغیر انزال کے اپنی بیوی سے علحدہ ہو کر فوراً حاضر بارگاہ ہو گئے۔ فرمایا **لَعَلَّنَا اَعْجَلْنَاكَ** شاید ہم نے تم کو جلدی میں ڈال دیا۔ عرض کیا کہ ہاں۔ فرمایا جاؤ غسل کرلو۔ (دیکھو طحاوی باب الغسل) اس سے یہ مسئلہ فقہاء ثابت کر دیتے ہیں کہ جو شخص عورت سے جماع کرے اور بغیر انزال علحدہ ہو جائے اس پر غسل واجب ہے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ، غسیل الملائکہ کا نکاح ہوا۔ پہلی رات تھی بیوی کے پاس گئے، ابھی غسل نہ کیا تھا کہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا کہ چلو جنگ کے لئے۔ بغیر غسل کے ہوئے گئے اور وہاں شہید ہو گئے۔ جب تمام نعشوں میں سے اُن کی نعش نکالی گئی تو اُن کے جسم سے پانی ٹپک رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن کو فرشتوں نے غسل دیا ہے اس لئے اُن کو غسیل الملائکہ کہتے ہیں۔

(☆) صحابہ کرام کو بہت سی عبادات وہ میسر ہوئیں جو ہم کو نہیں ہوئیں، جیسے حضور ﷺ کا دیدار اور خدمت، حضور ﷺ کے پکارنے بلانے پر حاضری، حضور ﷺ کے دربار کے آداب۔ کوئی شخص کسی درجے میں پہنچ کر صحابی تک نہیں پہنچ سکتا۔ نبی کی شان تو بہت بلند ہے

(☆) حضور ﷺ کا بلانا اللہ تعالیٰ کا بلانا ہے کیوں کہ رب تعالیٰ بلا واسطہ کسی کو نہیں بلاتا۔

(☆) اگر نمازی بحالت نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں وہ بھی کرے جب بھی وہ نماز ہی میں رہیگا کہ پھر جتنی رکعات رہ گئی تھیں وہ ہی پڑھے (تفسیر روح المعانی وتفسیر بیضاوی) یہاں تفسیر بیضاوی نے فرمایا کہ نماز بھی حضور کی پکار پر حاضری ہے تو یہ حاضری دوسری حاضری سے نہیں ٹوٹ سکتی۔

(☆) نماز کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا واجب ہے **السلام علیك ایها النبی** دوسرے کو سلام کرنا نماز توڑ دیتا ہے۔

مسئلہ: چند صورتوں میں نماز توڑ دینا چاہیے (۱) ماں کے بلانے پر نفل نماز توڑ دے جب

کہ اُسے خبر نہ ہوا کہ میرا بیٹا نماز پڑھ رہا ہے۔ (۲) اگر کوئی شخص بے خبری میں چھت سے یا کنویں میں گرا جا رہا ہے تو نماز توڑے اور اُسے بچائے ۔ (۳) اگر نمازی کا گھوڑا (سواری) بھاگا جاتا ہے یا ریل چھوٹی جا رہی ہے یہ نیچے نماز پڑھ رہا ہے وغیرہ۔
(۴) کسی مسلمان کی مصیبت دُور کرنے کے لئے نماز توڑ سکتا ہے۔
(۵) کسی نے تنہا نماز شروع کی تھی کہ جماعت کی تکبیر ہوگئی یہ نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے (روح البیان یہ ہی آیت اور شامی جلد اول باب ادراک الفریضہ) مگر تمام صورتوں میں نماز ٹوٹ جائے گی دوبارہ نماز پڑھنے (قضا کرنی) ہوگی۔
(☆) حدیث پر عمل کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا قرآن مجید پر عمل کرنا کیونکہ قرآن وحدیث ایک زبان ایک ہی لب سے ادا ہوئے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زبان۔ان کے لب اور دہان سے جن الفاظ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ یہ قرآن ہے ہم نے انھیں قرآن مان لیا اور جن کلمات کے متعلق فرما دیا کہ یہ حدیث ہے ہم نے انھیں حدیث مان لیا۔ زبان ایک ہے مگر کلام کی نوعتیں دو، بلانے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں کبھی اپنا نام لیکر، کبھی رب کا نام لیکر۔

مومن کا تو یہ شیوہ ہونا چاہئے کہ جب اُسے خدا اور رسول کی طرف فیصلہ کے لئے بلایا جائے تو بلا چوں و چرا حاضر ہو جائے۔

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (النور/۵۱)

ایمانداروں کی بات تو صرف اتنی ہے کہ جب انھیں بُلایا جاتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف تاکہ وہ فیصلہ فرما دے ان کے درمیان۔تو وہ کہتے ہیں ہم نے فیصلہ سن لیا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ دونوں جہانوں میں بامُراد ہیں۔

اللہ رسول ہی چیزوں کو حلال وحرام فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (بقرۃ/۲۷۵)
اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام فرمایا۔

رسول زمین پر خدا کا نائب ہے۔ احکام' تشریع اور تمام فیصلوں میں وہ رب تعالیٰ کی مرضی کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔ اس کے اعمال' ارشادات' یا کسی کے فعل کو دیکھ کر خاموشی اختیار کر لینا ہی اسلامی قانون سازی کی بنیادیں ہیں۔ دیکھو رب تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو اپنی عطا سے جو اختیارات تفویض فرمائے ہیں ان کا بیان کس طرح کرتا ہے:
﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (الاعراف/۱۵۷)
اور اللہ کا رسول ان کے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام فرماتا ہے۔

اس آیت نے فیصلہ کر دیا کہ اچھائی اور بُرائی کا معیار کیا ہے؟ کونسی چیز اچھی اور کونسی چیز بُری ہے؟ نبی کریم ﷺ نے جس چیز کا حکم دے دیا۔ یا جس چیز کو حلال فرما دیا وہ یقیناً اچھی ہے اور جس کو منع فرما دیا یا حرام فرما دیا وہ بلاشبہ بُری ہے۔ اگر کسی چیز کی اچھائی یا بُرائی تمھاری سمجھ میں نہیں آتی ہے تو تم یقین کر لو کہ یہ تمھاری عقل کی کوتاہی اور سمجھ کا قصور ہے۔ یاد رکھو! تمھاری عقل و سمجھ ہزار بار غلطی کر سکتی ہے مگر فرمانِ مصطفیٰ ہرگز ہرگز کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ زمین پھٹ سکتی ہے اور ایک دن پھٹ جائے گی۔ آسمان ٹوٹ سکتا ہے اور ایک دن ٹوٹ جائے گا۔ سارا جہاں مٹ سکتا ہے اور ایک دن مٹ جائے گا مگر فرمانِ مصطفیٰ مِٹا ہے نہ مٹ سکتا ہے۔ اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ حضور ﷺ 'نافع الخلائق' بھی ہیں اور 'دافع البلاء' بھی۔ کیا تکلیفوں کے بوجھ کو اُتار دینا اور مصیبتوں کے پھندوں کو گلے سے جُدا کر دینا۔۔ یہ نفع پہنچانا اور بلاؤں کا دفع کرنا نہیں ہے؟ پھر حضور ﷺ کو نافع الخلائق اور دافع البلاء کہنا کس طرح شرک ہوسکتا ہے؟

شافع' نافع' رافع' دافع ۔۔۔ کیا کیا رحمت لاتے یہ ہیں

سورۃ توبہ میں ایک مقام پر ارشادِ رب العلمین ہے:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (سورۂ توبہ ۹/۳۰)

لڑو اُن سے جو ایمان نہیں لائے اللہ تعالیٰ پر اور نہ پچھلے دن پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کر دیا ہے اللہ اور اس کے رسول نے۔

یہ آیت کریمہ بھی ببانگِ دہل اعلان کر رہی ہے کہ حلّت وحرمت کا اختیار رسول اعظم واکرم ﷺ کو بھی ربِ کائنات نے عطا فرمایا ہے۔

رسول جو دیں وہی شریعت ہے :

خدا اور خدائی کے درمیان رسول اس مستحکم رابطِ عظمیٰ کا نام ہے جس پر عدم اعتماد کی ہلکی سی لکیر بھی دین وایمان کے سارے قلعہ کو انہدام تک پہنچا دے گی۔۔۔ اَن دیکھے رب پر ایمان اور اعتماد کا واحد ذریعہ ذاتِ رسول ہے۔ اور وہ ذات، الٰہی تربیت سے اس طرح مستحکم اور پائیدار ہے کہ احکام دین وشرع کی تبلیغ میں اس سے کسی قسم کا سہو ونسیان ناممکن ہے۔ وہ خدائی اوراوامر ونواہی کو مِنْ کُلِّ الوجوہ امت تک پہنچاتے ہیں۔ مخلوق کو اس پر کیسا اعتماد رکھنا چاہیے اس کے لئے خالق کائنات کا مستحکم اعتماد مشعلِ راہ ہے۔

﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ (الحشر ۵۹/۸)

اور جو کچھ تمھیں رسول عطا فرمائیں وہ لو، اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔

توجہ فرمائیں اُن کی عطا پر راضی رہنے کا نام ہی ایمان ہے اور اُن کے ممنوعات سے لاپروائی کرنے کا نام ہی معصیت ہے۔ جس نے اُن کے اوامر ونواہی سے روگردانی کی اُس کو خدائی عذاب کی تہدید قرآنِ مجید کی زبان سے سُنائی جا رہی ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں شیخ اکبر قدس سرہ سے نقل فرماتے ہیں:
ای لانی جعلت لہ ان یامر وینھی زائدا علی تبلیغ صریح امرنا ونھینا الی عبادنا یعنی بیشک میں نے (اللہ تعالیٰ نے) اپنے حبیب کو یہ درجہ عطا فرمایا ہے کہ آپ ہمارے صریح امر و نہی سے زائد امر اور نہی فرمائیں۔

تشریعی اختیارات کی مثالیں :

سرور عالم ﷺ کے تشریعی اختیارات کے جلوے ذخیرہ احادیث میں وافر ملتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے، پس حج کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا، کیا ہر سال یا رسول اللہ! ۔۔۔ آپ خاموش رہے حتیٰ کہ اُس شخص نے تین بار یوں ہی کہا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لوقلت نعم لوجبت ولما استطعتم** (مشکوٰۃ المصابیح) اگر میں ہاں فرما دیتا تو حج (ہر سال کے لئے) واجب ہو جاتا اور تم لوگ اس کی طاقت نہ رکھتے۔

حدیث مبارکہ کے مذکورہ الفاظ مبارکہ کی شانِ جلالت پر غور فرمایئے، اور طمطراقِ نبوت کو ملاحظہ فرمایئے، صحابیِ رسول کے یہ پوچھنے پر کہ کیا ہم پر ہر سال حج کرنا فرض ہے۔۔؟ حضور اقدس ﷺ کا سکوت، اُمت کو ایک نا قابل برداشت ذمہ داری سے سبکدوش فرما رہا ہے۔ برخلاف اس کے اگر وہی لب ہائے مبارک محض 'ہاں' فرما دیتے تو قیامت تک آنے والے تمام مستطیع اہل اسلام کو سالانہ حج کرنا واجب ہو جاتا۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، اس حدیث کے تحت اشعۃ اللمعات میں رقم طراز ہیں: یہ حدیث اس بارے میں ظاہر ہے کہ احکام الٰہی حضور اقدس ﷺ کے سپرد ہیں۔

خُدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خُدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

حضور ﷺ نے مدینہ منورہ کو حرم بنایا :

اسی طرح حضور ﷺ نے اپنے تشریعی اختیارات کا استعمال فرماتے ہوئے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: ایک سفر کے دوران نبی کریم ﷺ کے سامنے احد پہاڑ ظاہر ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا' یہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے۔ اور ہم اس سے پیار کرتے ہیں۔ اے اللہ! ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ معظّمہ کو حرم بنایا: **وانی احرم مابین لابیتها** (مشکٰوۃ المصابیح) اور دو پہاڑیوں کے درمیان جو (مدینہ منورہ) ہے میں اسے حرم بناتا ہوں۔

اسی کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح مسلم شریف میں نقل کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کو حرام کر کے حرم بنا دیا۔ اور میں نے مدینہ کے دونوں کناروں میں جو کچھ ہے اسے حرم بنا کر حرام کر دیا۔ کہ اس میں کوئی خون نہ بہایا جائے۔ نہ لڑائی کے لئے ہتھیار اُٹھائے جائیں اور نہ کسی درخت کو کاٹا جائے سوائے جانوروں کو چارہ دینے کے لئے'

حدیث پاک کے یہ الفاظ مبارکہ **انی حرمت المدینة حراما** (مشکٰوۃ) حضور ﷺ کے تشریعی اختیارات کو ثابت کر رہے ہیں۔ احکام شریعت حضور ﷺ کے سپرد ہیں' جو کچھ اور جس پر چاہیں حلال و حرام فرما دیں۔

خصوصی مراعات دینے کا اختیار:

(☆) مشکٰوۃ شریف باب قیام شہر رمضان میں ہے کہ حضور ﷺ نے تراویح با جماعت چند روز پڑھ کر چھوڑ دیں ۔۔ اور چھوڑنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ اگر ہم اس کو ہمیشہ پڑھیں تو اندیشہ ہے کہ تم پر یہ فرض ہو جائیں اور تم کو دشواری ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا عمل بھی قانون خُدا بن جاتا ہے۔

(☆) مسند امام احمد بن حنبل میں صحیح حدیث علیٰ شرط مسلم میں ہے' **حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن قتادة عن نصر ابن عاصم عن رجل منهم رضی الله عنه انه اتی النبی ﷺ فاسلم علیٰ انه لایصلی الا صلوٰتین فقبل ذٰلك منه** ۔ یعنی ایک شخص حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس شرط پر ایمان لائے کہ میں صرف دو ہی نمازیں پڑھا کروں گا۔ حضور ﷺ نے اس کو قبول فرمالیا۔

دیکھو مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض ہیں' مگر حضور ﷺ نے اُس شخص کے لئے تین نمازیں معاف فرمادیں ۔۔۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ مالک احکام ہیں۔

سَرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے   باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

(☆) ترمذی وابن ماجہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر اُمت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی یا نصف شب تک مؤخر کردیتا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

(☆) عقبہ بن عامر کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے انھیں اس کام کا حکم دیا کہ صحابہ میں قربانی کی بکریاں تقسیم کردیں۔ انھوں نے حسب فرمانِ رسالت مآب بکریاں تقسیم فرمادیں۔ ایک بکری باقی رہ گئی جو ابھی چھ ماہ کی تھی۔ انھوں نے سرکار کے حضور اس کا ذکر کیا' حضور ﷺ نے عقبہ بن عامر کے حق میں خصوصی حکم نافذ فرمایا:

ضح به انت (مشکوٰۃ) اس کو تو اپنی طرف سے قربانی کرے۔ حالانکہ سارے عالمِ اسلام کے لئے حضور ﷺ ہی نے قانون مرحمت فرمایا ہے کہ ایک سال سے کم کی بکری کی قربانی جائز نہیں ہے' مگر مختارِ کونین ہیں جس کو چاہیں عام احکام سے استثناء عطا فرمادیں۔

(☆) ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا۔ سرور عالم ﷺ نے فرمایا' کیا ہوا؟ کہنے لگا: میں نے رمضان میں بحالتِ روزہ اپنی بیوی سے ہم بستری کرلی۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا' کیا غلام آزاد کرسکتے ہو؟ اس نے عرض کی' نہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا' کیا دو ماہ کے متواتر

روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کی، نہیں۔ حضور ﷺ نے پھر سوال کیا، کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے عرض کی، نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، اتنے میں خدمت رسول میں کھجوروں کا ایک ٹوکرا حاضر کیا گیا۔۔حضور اقدس ﷺ نے سائل کو بُلوایا۔۔ اور فرمایا، یہ ٹوکرا لے جاؤ اور خیرات کردو۔ اُس نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! کیا اپنے سے زیادہ کسی محتاج کو خیرات کروں۔۔؟ اللہ کی قسم مدینہ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان میرے گھر والوں سے زیادہ محتاج اور کوئی نہیں۔۔۔اس کی یہ بات سُن کر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔۔پھر آپ نے فرمایا: **اطعمه اهلك** (مشکوٰۃ) اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

عالمِ اسلام میں زمانہ نبوی سے قیامت تک جو مسلمان بھی روزے کے زمانے میں اس گناہ کا مرتکب ہوگا اس کے لئے کفارہ کا مذکورہ طریقہ ہی ہے۔۔۔مگر دورِ رسالت کے اس خوش نصیب کے لئے مختارِ کونین مالک دارین ﷺ نے خصوصی قانون نافذ فرمایا کہ اگر وہ غلام آزاد نہیں کرسکتے تھے، روزہ بھی نہ رکھیں، مسکین کو کھانا بھی نہ کھلائیں۔۔۔ بلکہ دربارِ رسالت ﷺ سے خود کھجوروں کا ٹوکرا مرحمت ہوتا ہے۔۔اور اس خصوصی رعایت کے ساتھ کہ لے جاکر اپنے اہل وعیال کے ساتھ مل کر کھالیں تو اُن کے لئے گناہوں کا کفارہ ہوجائیگا (فتح القدیر)

(☆) رسول اکرم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ رقیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غزوہ بدر کے موقع پر سخت علیل تھیں۔ آقا ومولیٰ ﷺ نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم مرحمت فرمایا کہ وہ مدینہ طیبہ میں رہیں اور سیّدہ رقیّہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کریں اور فرمایا کہ:
ان لك اجر رجل ممن شهد بدرا وسهمه (مشکوٰۃ) تمھیں حاضرین بدر کا ثواب بھی ملے گا اور مالِ غنیمت کا حصّہ بھی۔

یہ اختیارِ سیّدِ کونین ہے (ﷺ) کہ حضور نے غزوہ بدر میں شرکت کے بغیر جہاد کا ثواب، اور مالِ غنیمت کا حصہ دار قرار دیا۔

(☆) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت میں ہے کہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ دوسرا نکاح کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ علی کو اس کی اجازت نہیں۔۔ ہاں اگر وہ چاہتے ہیں تو فاطمہ کو طلاق دے دیں پھر نکاح کریں۔ غور کریں کہ قرآن کریم فرماتا ہے: ﴿**فانکحوا ما طاب لکم مثنیٰ وثلث وربع**﴾ جس سے معلوم ہوتا ہے مرد کو چار بیویاں نکاح میں رکھنا جائز ہے اور یہ مرد کا اختیار ہے، مگر سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے لئے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دُوسرا نکاح کرنے کا اختیار نہ رہا بلکہ ممنوع کر دیا گیا، سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے واجب العمل جانا۔۔ اس جگہ مرقاۃ میں ہے **علیه السلام بکل حال وعلیٰ کل وجه وان تولد الایذاء مما کان اسئله مبـاحـا وهـو من** ﷺ یعنی اس سے معلوم ہوا کہ ایذا رسول اللہ علیہ وسلم حرام ہے اگرچہ کسی حلال فعل ہی سے پہنچے اور حضور ﷺ کی خصوصیت ہے۔ یہاں مرقاۃ میں ہے کہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو دوسرا نکاح حرام تھا۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں ہماری کتاب 'حضور ﷺ کی صاحبزادیاں')

(☆) بخاری جلد اول کتاب الجماد باب مرض الخمس میں ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہ ہم کسی کے وارث ہوں اور نہ ہمارا کوئی وارث، حالانکہ میراث کی تقسیم قرآن سے ثابت ہے مگر اس میراث سے حضور ﷺ نے اپنے کو مستثنٰی فرمالیا اور پھر اس پر عمل ہوا کہ حضور ﷺ کی میراث کسی کو نہ ملی۔۔ حضور انور ﷺ کی میراث تقسیم نہ ہونا حدیث سے ثابت تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ نے بلا تامل مان لیا ۔۔ معلوم ہوا حضور ﷺ مالک احکام ہیں۔

(☆) بخاری شریف جلد دوم کتاب التفسیر سورۃ احزاب باب **قوله فمنهم من قضیٰ نحبه** میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت خزیمہ انصاری کی گواہی دو گواہیوں کے برابر قرار دی۔ حضرت خزیمہ بن ثابت کی تنہا شہادت (گواہی) کا دو شہادتوں کے برابر قرار پانا سرور عالم ﷺ کے فرامینِ خصوصی میں سے ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ حضور ﷺ نے ایک شخص سواء بن

حارث سے گھوڑا خرید فرمایا‘ مگر بعد میں اس اعرابی نے اس بیع سے انکار کردیا اور کہا میں نے یہ گھوڑا آپ کے ہاتھ فروخت نہیں کیا ہے اور عرض کیا کہ اگر آپ نے خریدا ہے تو کوئی گواہ لائیں ۔۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ خرید وفروخت تنہائی میں ہوئی تھی۔ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ گھوڑا آپ نے خریدا ہے آپ سچے ہیں اور اعرابی جھوٹا۔ حضور ﷺ نے پوچھا تم کیونکر گواہی دے رہے ہو‘ تم نے تو اُس تجارت کو دیکھا نہ تھا۔عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے تو حضور کے زبان سے سُن کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور جنت اور دوزخ اور قیامت وغیرہ تمام کی گواہی دی اور پڑھا ہے **اشهد ان لا اله الا الله** تو کیا ایک گھوڑا ان چیزوں سے بھی زیادہ ہے؟ میں حضور کے زبان سے سُن کر گواہی دیتا ہوں ۔۔ان کا یہ کلام بارگاہ نبوت میں ایسا قبول ہوا کہ اُن کی گواہی دو گواہیوں کی طرح بنادی گئی۔

غور کرو کہ قرآن کا حکم ہے کہ ﴿**واشهدوا ذوی عدلٍ منكم**﴾ کہ تم دو گواہ بناؤ۔ مگر اُن کے لئے اکیلے کو دو گواہوں کی طرح مان لیا گیا۔۔معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو یہ بھی اختیار رہے کہ جس کسی کو چاہیں قرآن کریم کے احکام سے علحدہ کردیں۔

(☆) سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اجازت دی کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو اُن کی وفات کے بعد غسل دیں‘ حالانکہ شوہر اپنی مُردہ بیوی کو غسل نہیں دے سکتا‘ کیونکہ عورت کی وفات سے نکاح بالکل ٹوٹ جاتا ہے۔ (شامی)

(☆) حضور ﷺ نے ہجرت فرماتے ہوئے حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہارے ہاتھ میں بادشاہ فارس کسریٰ کے سونے کے کنگن دیکھتا ہوں۔ اس فرمان کا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ملک فارس فتح ہوا اور کسریٰ کے طلائی کنگن حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو پہنائے گئے۔ اور وہ کنگن آپ کے ہاتھ میں رہے ۔۔دیکھو مرد کو سونا پہننا حرام ہے مگر سراقہ رضی اللہ عنہ کے لئے وہ کنگن جائز فرمائے۔ یہ حدیث دلائل النبوۃ و بیہقی میں مروی ہے۔

(☆) ایک بار حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عدّت وفاتِ شوہر کا سوگ حضور ﷺ نے معاف فرما دیا یعنی چار مہینہ دس دن کے سوگ کو جو واجب ہے اُن کے لئے صرف تین دن کا سوگ رکھا۔ یہ واقعہ طبقات بن سعد میں ہے۔

(☆) ایک مرتبہ ایک صحابی کو مہر کی جگہ صرف سُورۃ قرآن سِکھا دینا کافی فرما دیا اور فرمایا **لایکون لاحدٍ بعدك مهرا** یعنی تیرے سوا اور کسی کے لئے یہ مہر کافی نہیں۔۔۔ یہ واقعہ ابن السکن میں حضرت ابوالنعمان ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

(☆) حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف اور حضرت زبیر ابن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جن کے بدن میں سُوکھی کھجلی تھی ریشمیں کپڑے پہننے کی اجازت عطا فرمادی۔ یہ حدیث صحاح ستّہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

(☆) حضور نبی کریم ﷺ نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو جنابت کی حالت میں بھی مسجد نبوی میں رہنا جائز فرما دیا۔ اس حدیث کو ترمذی وابویعلی وبیہقی نے حضرت ابوسعید حذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور مستدرک وحاکم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس کے متعلق بیان نقل فرمایا ہے۔

(☆) حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہننی جائز فرمادی۔ یہ واقعہ ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح ابوالسفر سے روایت کیا ہے۔

(☆) حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی رعایا سے تحفہ لینا جو سب کے لئے حرام ہے، حلال فرما دیا۔ یہ واقعہ کتاب الفتوح میں منقول ہے۔

((مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند رئیس المتکلمین سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہ، کی تالیف 'التحقیق الباری فی حقوق الشارع - حضور اکرم ﷺ کے تشریعی اختیارات' جس کے شارح وحاشیہ نگار ہیں تاجدار اہلسنت رئیس المحققین حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی (اور حضرت حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'سلطنتِ مصطفٰی' کا مطالعہ کریں))

اللہ رسول کی اطاعت

﴿وَاَ طِيْعُوا اللّٰه وَالرّ سُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (ال عمران/۱۳۲)
اور اطاعت کرو اللہ کی اور رسول (کریم) کی تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

﴿تِـلْكَ حُـدُوْدُ اللّٰهِ وَمَـنْ يّـطِـعِ اللّٰه وَرَسُـوْلَـه' يُـدْخِـلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيهَا ۚ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (النساء/۱۳)
یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں اور جو فرماں برداری کرے گا اللہ اور اُس کے رسول کی۔ داخل کرے گا اُسے اللہ اُن باغوں میں، کہ بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں، ہمیشہ رہیں گے وہ اُن میں، اور یہ کامیابی بڑی ہے۔ (کنزالایمان)

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهِ وَرَسُوْلَه' وَيَخْشَ اللّٰه وَيَتَّقْهِ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ (النور/۵۲)
'اور جو شخص اطاعت کرتا ہے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور ڈرتا رہتا ہے اللہ سے اور بچتا رہتا ہے اُس (کی نافرمانی) سے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔'

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰه وَرَسُوْلَه' فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب/۷۱)
اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

﴿يٰـاَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ اٰمَـنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰه وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْ ءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (النساء/۵۹)
'اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو (اپنے ذی شان) رسول کی اور حاکموں کی جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر جھگڑنے لگو تم کسی چیز میں تو لوٹا دو اُسے اللہ اور (اپنے) رسول (کے فرمان) کی طرف۔'

﴿ وَمَـنْ يُّـطِـعِ اللّٰه وَالـرَّسُـوْلَ فَـاُولٰٓـئِكَ مَـعَ الَّـذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰه عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ (النسآء/۶۹)
'اور جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور (اس کے) رسول کی تو وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے

جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی ۔'

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰه ﴾ (النساء/۸۰)

'جس نے اطاعت کی رسول کی تو یقیناً اُس نے اطاعت کی اللہ کی'

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰه وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ (المائدہ/۹۲)

اور فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی' اور فرمانبرداری کرو اُن رسول کی' اور ڈرتے رہو' پس اگر منہ پھیرو تم' تو جان لو کہ بجز اُس کے اور کچھ نہیں کہ ہمارے رسول پر پہنچانا ہے ظاہر (کنز الایمان)

اور حکم مانو اللہ تعالیٰ کا اور حکم مانو رسول اللہ ﷺ کا اور ہوشیار رہو' پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمّہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے۔ (نور العرفان)

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰه وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ (النور/۵۴)

آپ فرمایئے' اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول مکرم کی' پھر اگر تم نے رُوگردانی کی تو (جان لو) رسُول کے ذمّہ اتنا ہے جو اُن پر لازم کیا گیا اور تمہارے ذمّہ ہے جو تم پر لازم کیا گیا۔ اور اگر تم اطاعت کرو گے اس کی تو ہدایت پا جاؤ گے اور نہیں ہے (ہمارے) رسول کے ذمّہ بجز اس کے کہ وہ صاف صاف پیغام پہنچا دے۔

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰه وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ (التغابن /۱۲) اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی' اور اطاعت کرو رسول (مکرم) کی' پھر اگر تم رُوگردانی کی (تو تمہاری قسمت) ہمارے رسول کے ذمّہ فقط کھول کر پیغام پہنچانا ہے۔

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰه وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (انفال/۱)

'اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اگر تم ایمان رکھتے ہو'

﴿وَاَطِيْـعُـوا اللّٰه وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰه مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (الانفال/۴۶) 'اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اُس کے رسول کی اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور اکھڑ جائے گی تمھاری ہوا اور (ہر مصیبت میں) صبر کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'

﴿یٰۤـاَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ اٰمَـنُـوْۤا اَطِيْـعُـوا اللّٰه وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد/۳۳) 'اے ایمان والو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔'

﴿وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰه وَرَسُوْلَهٗ لَايَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰه غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الحجرات/۱۴) 'اور اگر تم (سچے دل سے) اطاعت کرو گے اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ ذرا کمی نہیں کرے گا تمہارے اعمال میں بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔'

﴿وَاَ طِيْعُوا اللّٰه وَالرَّ سُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (ال عمران/۱۳۲)
اور اطاعت کرو اللہ کی اور رسول (کریم) کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

﴿ومَـنْ يُّـطِـعِ اللّٰه وَرَسُـوْلَـهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ (الفتح/۱۷)
'اور جو شخص اطاعت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی' داخل فرمائے گا اُسے باغات میں' رواں ہیں جن کے نیچے نہریں۔ اور جو شخص رُوگردانی (نافرمانی) کرے گا' اللہ تعالیٰ اسے دَردناک عذاب دے گا۔'

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم میں کوئی تفریق نہیں فرمائی ہے۔ ایک ساتھ دونوں کی اطاعت وفرمانبرداری کا مومنین کو حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مراد یا تو قرآنی احکام کی پابندی ہے اور رسول کی اطاعت سے مراد احادیث شریفہ پر عمل یا خود رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے کیونکہ ہم کو رب تعالیٰ نے کوئی حکم بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ نہ دیا۔ جو کچھ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت فرمایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بعینہٖ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کا ماخذ قرآن مجید ہے اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کا ماخذ احادیث ہیں اور احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی آیات کی تعلیم اور تبیین کی ہے اور قرآن مجید کے احکام پر عمل کر کے دکھایا ہے اور قرآن مجید میں جن احکام کا اجمالی ذکر تھا اُن کی تفصیل کی ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ کے احکام پر عمل کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کے احکام پر ہی عمل کرنا ہے۔

قرآن مجید نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے لیکن نماز کے اوقات کی تعین اور اس کی شرائط کو نہیں بیان فرمایا اور نہ نماز کی رکعات بیان کی ہیں اور نہ یہ بتایا ہے کہ ان رکعات میں کیا پڑھا جائے۔اذان اور اقامت کے کلمات کا بیان نہیں کیا' کن چیزوں سے وضوٹوٹ جاتا ہے اور کیا چیزیں نماز کے منافی ہیں اُن کو قرآن مجید نے بیان نہیں کیا۔ یہ تمام چیزیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔

قرآن مجید نے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے لیکن یہ نہیں بیان فرمایا کہ مال کی کن اقسام سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی اور کن سے ادا نہیں کی جائے گی اور مال کی مختلف اقسام میں سے کن اقسام کا کیا کیا نصاب ہے' کتنی مدت کے بعد زکوٰۃ کا ادا کرنا ضروری ہے اور کس کا مال ادائیگی زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے' روزہ کا حکم فرمایا ہے لیکن کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کن سے نہیں ٹوٹتا' کس چیز میں قضا ہے اور کس چیز میں کفارہ ہے یہ بیان نہیں فرمایا۔ حج کے ارکان اور شرائط' اور اس کے مفسدات کا بیان نہیں فرمایا حتیٰ کہ قرآن مجید میں یہ بھی ذکر نہیں ہے کہ حج کس دن ادا کیا جائے گا۔ قربانی کا ذکر فرمایا ہے لیکن قربانی کے جانوروں کی اقسام اور اُن کی عمروں کا بیان نہیں فرمایا۔ حج زندگی میں ایک بار فرض ہے یا ہر سال فرض ہے' حج اور عمرہ میں ارکان اور شرائط کے لحاظ سے کیا فرق ہے' چور کے ہاتھ کاٹنے کا کیا نصاب ہے' اس کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے گا' کن حالات میں یہ حکم نافذ العمل ہے اور کن حالات میں یہ حکم نافذ العمل نہیں ہے' حد قذف اور حد زنا میں جو کوڑے لگائے جائیں گے اُن کی کیا کیفیت ہونی چاہئے' شراب کی حرمت کا ذکر ہے لیکن کس چیز سے بنے ہوئے

مشروب کوخمر(شراب) کہا جاتا ہے اورخمر کی حد کیا ہے' خمر کے علاوہ دیگر نشہ آور مشروبات کی سزا کیا ہے' غیر مسلموں کے ساتھ جہاد کا ذکر ہے اور جزیہ لینے کا بھی ذکر ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ جزیہ کی رقم کتنی ہوگی اور کتنی مدت میں واجب الادا ہوگی' جب کفار کے خلاف جہاد کیا جائے گا تو کافروں میں سے کس کس کوقتل کرنے سے احتراز کیا جائے گا' یہ اور ایسی بہت سی تفصیلات کو اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں نہیں بیان فرمایا بلکہ ان کا بیان رسول اللہ ﷺ پر چھوڑ دیا اور فرمایا اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ نبی کریم ﷺ کے اس منصب کوقرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿**وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس مانزل اليهم**﴾ (النحل/۴۴)

اور ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کو وضاحت کے ساتھ بتا دیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بعض پاک چیزوں کوحلال کیا اور بعض ناپاک چیزوں کوحرام کیا۔ قرآن مجید میں ان کا ذکر نہیں ہے مثلا رسول اللہ ﷺ نے شکار کرنے والے درندوں اور پرندوں کوحرام کیا' دراز گوش اورحشرات الارض کوحرام کیا ہے جومچھلی طبعی موت سے مرکر سطح آب پر آجائے اس کوحرام کیا ہے' بغیر ذبح کے مچھلی اور ٹڈی کوحلال فرمایا' کلیجی اور تلی کے خون کوحلال فرمایا ہے اور اس میں سے کسی کا بھی ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے البتہ قرآن مجید نے منصب رسالت کا بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿**ويحل لهم الطيبت ويحرم عليهم الخبائث**﴾ (الاعراف/۵۷) وہ ان کے لئے پاک چیزوں کوحلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کوحرام کرتے ہیں۔

ہم پر حضور ﷺ کی اطاعت ایسی ہی فرض ہے جیسی اللہ تعالٰی کی اطاعت۔ جیسے اللہ تعالٰی کی اطاعت سے انکار کفر ہے ایسے ہی حضور ﷺ کی اطاعت سے سرتابی وانکار کفر ہے۔

سنت کا کتاب اللہ سے وہ تعلق ہے جو تعلق پانی کا کھانے سے ہے کہ کھانا نہ بغیر پانی پکے اور نہ بغیر پانی کھایا جائے۔ رمضان کا چاند دیکھ کر ہی پہلے تراویح اور سحری سنتوں

پر عمل کرو پھر فرضی روزہ رکھو۔ نماز کے لئے کھڑے ہوتو پہلے ہاتھ اُٹھاؤ جوسنت ہے پھر تکبیر کہو جو فرض ہے پھر سبحان پڑھو جو سنت ہے پھر تلاوت کرو جو فرض ہے رکوع سجدے میں جھکنا فرض ہے تسبیح سنت ہے بہر حال جیسے کلمے میں **محمد رسول اللّٰه** لفظ **لا اله الا اللّٰه** سے مخلوط ہے ایسے ہی حضور ﷺ کی سنتیں فرائض الٰہی سے مخلوط ہیں۔کوئی شخص سنت رسول چھوڑ کر نہ دو رکعت نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ ایک دن کی اسلامی زندگی گذار سکتا ہے۔ بندوں پر سب سے بڑا حق اللہ تعالیٰ کا ہے کہ وہ ہمارا خالق و مالک و رازق ہے اس لئے اس کی اطاعت کا ذکر پہلے ہوا' اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مراد تمام قرآنی احکام پر عمل کرنا ہے خواہ فرائض ہوں یا محرمات ۔ اللہ تعالیٰ کے بعد ہم پر سب سے بڑا احسان اور ہم پر سب سے بڑا اختیار حضور نبی کریم ﷺ کا ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں ایمان اور قرآن دیا۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ بتایا۔مرنے کے بعد ہمیں سارے عزیز چھوڑ دیتے ہیں سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں مگر وہ محبوب ہمیں وہاں بھی نہیں چھوڑتے ۔اُن کے ساتھ ہمارے رشتہ غلامی وہاں بھی نہیں ٹوٹتا کہ قبر میں فرشتے یہ تو پوچھتے ہیں کہ تو کس کا اُمتی ہے مگر یہ نہیں پوچھتے کہ کس کا بیٹا یا بھائی ہے معلوم ہوا کہ سب رشتے ٹوٹ گئے رشتہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باقی رہا' اس لئے رب تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے محبوب کی اطاعت کا حکم دیا۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ضمن میں رسول کی اطاعت ہے۔ قرآن پر عمل کر لو حضور ﷺ کی اطاعت ہوگئی یا اگر حضور ﷺ کا کوئی حکم قرآن کے خلاف معلوم ہو تو اُسے نہ مانو۔ نہیں ۔ ہرگز نہیں ۔ بلکہ مستقل اُن کی اطاعت کرو۔ ایسے موقع پر ان کے فرمان کو قرآن کا ناسخ سمجھو۔سجدۂ تعظیمی کا حکم قرآن سے ثابت ہے مگر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری شریعت میں غیر خدا کو سجدۂ تعظیمی حرام ہے تو اسے حرام ہی سمجھو اور سجدے کی آیتیں اس حکم سے منسوخ مانو۔

لہذا حضور ﷺ کی اطاعت ہر حال میں تم پر واجب ہے۔

اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو الگ کرنا کفر ہے

حضور ﷺ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرنا شرک نہیں بلکہ سنت الٰہیہ ہے جیسا کہ **واطیعو ا اللّٰہ و الرسول** سےظاہر ہوتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ اللہ رسول کے احکام کو ملانے کا نام ایمان ہےاور انھیں الگ کرنے کا نام کفر ہے رب تعالیٰ فرما تا ہے :

﴿**اِنَّ الَّذِيۡنَ يَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرُسُوۡلِهٖ وَيُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يُّفَرِّقُوۡا بَيۡنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ**﴾ (النساء/ ۱۴۹)

وہ جو اللہ اور رسول کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسول کو جُدا کر دیں۔ ﴿**وَيُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يُّفَرِّقُوۡا بَيۡنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ**﴾ کفار چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اُن پر خود فتوے دیتا ہے﴿ **اُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ حَقًّا**﴾ یہ پکّے کافر ہیں۔

اس آیت نے بتایا کہ اللہ' رسول کی اطاعت اور احکام کو مِلانا ایمان' بلکہ جانِ ایمان ہے اور اللہ سے رسول کی اطاعت اور احکام کو الگ سمجھنا کفر بلکہ کفر کی جان ہے۔ جیسے لیمپ کی بتی کا نور چمنی کے رنگ سے مِلا ہوتا ہے یا جیسے نوٹ کی سرکاری مُہر اس کے کاغذ سے مِلی ہوتی ہے۔ مہر کے بغیر کاغذ بیکار ہے' ایسے ہی نبوّت کا توحید سے ملا رہنا ضروری ہے۔ رب تعالیٰ نے کلمہ طیبہ میں اپنے نام کے ساتھ حضور ﷺ کا نام مِلا یا کہ اول جزء میں **اللہ** آخر میں آیا (**لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ**) اور دوسرے جزء میں **محمد** اول ہے تا کہ اللہ محمد کے درمیان حرف کا فاصلہ بھی نہ رہے۔

غرض کہ اللہ رسول کے ذکر' اطاعت اور احکام میں فرق پیدا کرنا کفر۔ اور فرق کو ختم کرتے ہوئے بیان کرنا ایمان ہے۔ جو سلسلہ وحی و نبوت کو تسلیم نہیں کرتا' اُسے نہ تو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمال کا صحیح علم ہوتا ہے اور نہ اُسے عبادت کا وہ طریقہ معلوم ہو سکتا ہے جو قربِ الٰہی کا باعث ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفاتِ تقدیس و کمال کو نہ پہچانا اور اُس کی عبادت کے صحیح طریقوں کو نہ جانا تو اللہ کو کیا پہچانا ؟

اللہ اور رسولوں کے درمیان فرق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور احکامات کو ماننے اور رسُول کی عظمت، اطاعت اور احکامات کو ماننے سے انکار کردے، یا ہلکا اور غیر اہم جانے، یا رسول کی تعلیمات کو ناقص اور ناکافی سمجھے۔۔اور جو لوگ اللہ پر اُس کی تمام صفات تقدس و کمال پر اور بلا استثناء اُس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اُن کے لئے اجر عظیم کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء/۱۵۲) اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے اور انھوں نے ان میں سے کسی کے ایمان میں فرق نہیں کیا، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے اجر دے گا اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

یعنی جو لوگ اللہ پر اُس کی تمام صفات تقدس و کمال پر اور بلا استثناء اس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے ہیں اُن کے اجر عظیم کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔

اللہ رسول رحیم ہیں

رحیم وہ صفت ہے جو صفات الٰہیہ اور صفات محبوب کائنات ﷺ دونوں میں مشترک ہے جب ہم کوئی کام شروع کرتے ہیں تو **بسم الله الرحمٰن الرحيم** پڑھتے ہیں۔ رحمٰن کے بعد صفت رحیم آتی ہے۔ جب قرآن مجید کی سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں تو رب تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد اس کی صفات کا بیان شروع ہوتا ہے جو **مالك يوم الدين** پر ختم ہوتا ہے تو اس میں بھی **الرحمن الرحيم** شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ جو فلسفہ سمجھانا چاہتا ہے وہ یہ کہ انسان کمال انسانیت کو پھر پا سکتا ہے جب اس کی صفات کا کامل ظہور صفات انسانی سے ظاہر ہو اور بندہ اس کی صفات کمالیہ کا عکس جمیل ہے یہی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کاملہ کا پَرتو کامل اپنے محبوب کو پایا تو رب تعالیٰ نے اپنے پیارے بندے کو مقام محبوبیت پر فائز کر کے اپنی صفات کا ظہور کامل قرار دیا اور اپنے کلام میں اپنی صفات ازلی و ابدی کا ذکر فرمایا تو ساتھ ہی اپنے محبوب حقیقی ﷺ کی صفات جلیلہ کا اعلان بھی کر دیا اسے اس نے رحمت و رافت کا پیکر بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا۔ اس انسانی کامل کی عظمت و رحمت عامہ اور خاصہ کا کیا کہنا جس کے اوصاف عالیہ کی خود خالق یوں گواہی دے رہا ہے۔ ﴿**لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ**﴾ (التوبہ/ ۱۲۸) بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے' گراں گزرتا ہے اُس پر تمہارا مشقت میں پڑنا' بہت ہی خواہشمند ہے تمہاری بھلائی کا' مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا' بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں حضور ﷺ کی کمال رحمت کا ذکر واشگاف الفاظ میں کیا جا رہا ہے اور فرما دیا اس کی رحمت کا سایہ صرف اپنے ہی ملکی دور تک محدود نہ تھا بلکہ قیامت تک جو

وقت جو زمانہ آئے گا ہر زمانے پر میرے پیارے عبدالرحیم کی رحمت کی چادر کا سایہ ہوگا۔

حضور ﷺ کی شان رحیمیت کا کیا کہنا کہ جن کے دنیا میں تشریف لانے سے سسکتی ہوئی انسانیت کو نسیم بہار کے جھونکے نصیب ہوئے۔ جو انسانیت بے چارگی کے عالم میں پاؤں تلے روندی جارہی تھی اس پر چارہ ساز آفتاب عالم تاب نے اپنے نور کی چمک ڈالی تو مظلومیت کی شکار انسانیت نے سکون کا سانس لیا۔ رحمت مصطفوی کیا تھی؟ وہ تو ایک اجالا تھا' اک نور کا ہالا تھا جس کی نورانی کرنوں نے ساری کائنات کو روشن کردیا۔ حضور ﷺ کی رحمیت اور رحیمیت کا فیضان کس نے نہ پایا؟ آپ کی رحمت کا فیضان تو غیر مسلموں نے پایا۔ اگر کوئی کافر بھوکا بھی آجاتا تو آستان محمدی ﷺ کے دستر خوان سے بھوکا نہ جاتا۔

حضور ﷺ کی مہربانیاں کس پر نہیں؟ کافروں' مشرکوں نے حضور ﷺ پر ظلم وزیادتی کی انتہا کردی مگر اپنی ذات کی خاطر کسی سے بھی بدلہ نہ لیا بلکہ ظلم کرنے والوں کو معاف کردیا۔

حضور ﷺ کی مہربانیاں اپنوں پر ہی نہیں؟ مکہ والے قحط کی وجہ سے جانور کی ہڈیاں اور مردار کھانے پر آگئے' حضور ﷺ نے اُن کے جبر وتشدد کو نہ دیکھا بلکہ اُن کے لئے قحط سال برداشت نہ کرسکے' دُعا کے لئے بارگاہ ایزدی میں ہاتھ اٹھادیئے۔ دُعا کی برکت سے مکہ والوں کی قحط سے جان چھوٹ گئی۔

حضور ﷺ اتنے مہربان کہ صحابیہ نے عرض کی کہ آقا! میری ماں کافرہ ہے وہ کچھ مانگتی ہے' کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ فرمایا۔ ہاں۔ تو اپنی ماں سے صلہ رحمی کر۔

حضور ﷺ کی مہربانیوں کا دروازہ کب بند ہوا؟ غزوۂ خیبر کے موقع پر سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی آقا' کیا یہودیوں سے لڑکر اُن کو مسلمان بنالیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا' نرمی کے ساتھ اُن کے سامنے اسلام پیش کرو۔ اگر ایک شخص بھی تمہاری ہدایت سے اسلام لے آئے تو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ حضور ﷺ کی مہربانیوں کے دروازے کسی پر بھی بند نہ ہوئے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر حضور ﷺ نے قیدیوں کو صحابہ میں تقسیم فرماکر سب صحابہ سے مشورہ لیا' اُن قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک

کیا جائے؟ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رائے لی تو آپ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ: یہ لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پر غلبہ دیا ہے اب اُن کی گردنیں اڑا دینی چاہئے' اس لئے کہ اُن لوگوں نے ہم پر بڑے ظلم کئے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رائے لی۔ آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ: اُن لوگوں سے فدیہ لے کر آزاد کر دینا چاہئے۔ حضور ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے پسند فرمائی اور سب سے فدیہ لے کر آزاد کر دیا۔

یہ حضور ﷺ کی مہربانیوں کا مختصر تذکرہ تھا۔ حضور ﷺ کی حیات طیبہ انسانیت کی ہدایت کے لئے مینار نور کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر ہم اپنے اعمال و افعال کو حضور ﷺ کی شان رحیمیت کے تابع کر لیں تو کیوں نہ ہمارے ظاہر و باطن کا تضاد مٹ جائے۔

حضور ﷺ دُنیا کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت' اللہ تعالیٰ کی امان ہیں کہ حضور ﷺ کی وجہ سے دُنیا میں عذاب الٰہی نہیں آتے ہیں۔ جن گناہوں کی وجہ سے گذشتہ قوموں پر عذاب آئے وہ سب گناہ بلکہ اُن سے زیادہ آج ہو رہے ہیں مگر آسمانی عذاب نہیں آتے' کیوں؟ صرف حضور نبی مکرم ﷺ کی موجودگی کی وجہ سے۔ حضور ﷺ پردہ فرمانے کے بعد بھی ہم میں موجود ہیں۔ حضور ﷺ کا فیضان آپ کی وفات سے بند نہیں ہوا۔ اگر حضور ﷺ بعد وفات ہم میں نہ رہتے تو عذاب الٰہی آجاتے' سورج غروب ہونے کے بعد بھی فیض پہنچا تا رہتا ہے۔ حضور ﷺ ہر وقت ہر جگہ ہمارے پاس ہمارے ساتھ' ہم میں ہیں۔

اگر حضور ﷺ ہم میں ایک آن کے لئے نہ رہیں تو عذاب الٰہی آجائے ہم صرف حضور انور ﷺ کی وجہ سے عذاب سے بچے ہوئے ہیں' رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ**﴾ اور فرماتا ہے ﴿**اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ**﴾ حضور انور ﷺ رحمتہ للعالمین ہیں اور رحمت ہم سے قریب ہے۔ دَرُود وسلام ہو اُس پر جس کا وجود سراپا رحمت ہے۔ حضور ﷺ کی ذات بابرکات دُنیا میں کفار کے لئے بھی رحمت ہے کہ وہ حضور ﷺ کی وجہ سے امن میں ہیں۔

حضور ﷺ تمام رحمت الٰہیہ کی اصل ہیں جیسے بارانِ رحمت سے جو ملک محروم ہے وہ تمام غذاؤں' پھلوں سے محروم۔ جہاں رحمت کی بارش ہے وہاں ہر قسم کی غذا ہے۔ یوں ہی حضور ﷺ بارانِ رحمت ہیں جو حضور ﷺ سے قریب ہے وہ ہر رحمت سے قریب' جو حضور ﷺ سے محروم ہے وہ رحمت سے محروم۔ مومنین کے لئے حضور ﷺ کی تشریف آوری تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ **لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِه وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ** ﴾ (ال عمران/ ۱۶۴) یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا اُن میں ایک رسول انھیں میں سے' پڑھتا ہے اُن پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اُنھیں اور سکھاتا ہے اُنھیں قرآن اور سُنّت (کتاب وحکمت) اگر چہ وہ اس سے پہلے یقیناً کُھلی گمراہی میں تھے

اگر چہ حضور انور ﷺ کی تشریف آوری سارے جہانوں پر ہی نعمت اور احسان ہے مگر چونکہ اس سے پورا اور دائمی فائدہ مسلمانوں نے ہی اٹھایا اس لئے خصوصیت سے یہاں انہی کا ذکر ہوا' دیکھو حضور انور ﷺ کی برکت سے دنیا میں عذاب الٰہی آنا بند ہوئے' حضور ﷺ کی تشریف آوری' اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے کہ رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں کسی نعمت پر لفظ مَــــنّ نہیں فرمایا۔ صرف اس نعمت پر ہی فرمایا۔ وجہ ظاہر ہے کہ ساری دُنیاوی نعمتیں فانی ہیں اور ایمان وعرفان وغیرہ باقی اور یہ حضور انور ﷺ ہی سے ملیں' نیز حضور انور ﷺ ساری نعمتوں کو نعمت بنانے والے ہیں۔ اگر جسم وجان' اولاد' مال وغیرہ کو حضور انور ﷺ کی تعلیم کے مطابق استعمال کیا جائے تو یہ سب رحمتیں ہیں ورنہ زحمتیں۔ نیز ہمارے اعضاء قیامت میں ہماری شکایتیں کر کے پردہ دری کریں گے مگر حضور انور ﷺ ہماری سفارش اور پردہ پوشی فرمائیں گے۔ ہماری مغفرت حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے ہی ہوگی۔ (دیکھیں ہماری کتاب 'مغفرت الٰہی بوسیلۃ النبی')

اللہ رسول مالک ہیں

مالک کہتے ہیں **المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء** (بیضاوی) وہ ہستی جو اپنے ملک میں جو چاہے کر سکے۔ اللہ تعالیٰ مالک ومختار ہے اور ہر چیز جن وانس سب اس کی ملکیت ہیں جیسے چاہے اُن سے سلوک فرمائے۔ اگر مجرم کو سزا دینا چاہے تو اُسے کوئی روک نہیں سکتا اور اگر بخشنا چاہے تو اسے کوئی ٹوک نہیں سکتا۔

سارے جہانوں کا مالک ہونا ہمیشہ سے مالک ہونا' ہمیشہ تک مالک رہنا' ہرطرح مالک ہونا' حقیقی مالک ہونا' یہ خاص حق تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ جس کسی کو اس نے ملکیت عطا فرمائی وہ محدود ہے۔ کسی خاص وقت سے ہے' کسی خاص وقت تک کے لئے ہے' خاص حیثیت سے ہے اور رب کی عطا سے ہے۔

دُنیا کے بادشاہ تھوڑی زمین کے تھوڑے زمانہ میں بادشاہ ہوتے ہیں۔ رب تعالیٰ بذات خود بادشاہ ہے سارے عالموں کا مالک حقیقی ہے۔ بادشاہ جو چاہے کرے اور اس کے فعل پر کسی کو مجال اعتراض نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک حقیقی' خالق' معبود حقیقی ہے' بندے صرف مالک مجازی وعطائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بندوں کو عطا کیا ہے۔

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرِ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (ال عمران/۲۶)

یوں عرض کرو۔ اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت عطا کرے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے۔ تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

دیکھو ملک اور زمین اُس نے ظاہری بادشاہ کو عطا فرمایا ہے ایسے ہی ملک غیب انبیاء اولیاء کو عطا فرمایا ہے۔ رب کے دیئے ہوئے اختیارات سے وہ عالم میں تصرف کرتے ہیں۔ جو شخص حضرات انبیاء واولیاء کو کسی چیز کا مالک نہ مانے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کے مالک الملک

ہونے کا انکاری ہے۔

اللہ تعالیٰ مالک حقیقی ہے مخلوق کی ملکیتیں عارضی، مجازی وعطائی ہیں جیسے ہم رب تعالیٰ کے ہونے کے باوجود اپنے مکان جائیداد، کاروبار وغیرہ کے مالک ہیں ایسے ہی یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضور انور ﷺ سارے عالم کے مالک ہیں۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا ترا

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فخر عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **انی اعطیت مفاتیح خزائن الارض او مفاتیح الارض** (مسلم، بخاری) بے شک مجھے زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ **لقد اوتی خزائن الارض ومفاتیح البلاد** (نشر الطیب) آپ کو تمام خزائن روئے زمین اور تمام شہروں کی کنجیاں عطا کی گئی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا۔ **اوتیت مفاتیح کل شیء** (طبرانی، خصائص الکبریٰ)

مجھے ہر چیز کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔

کنجیاں تمہیں دیں اپنے خزانوں کی خُدا نے محبوب کیا، مالک ومختار بنایا
کف دست رحمت میں ہے سارا جہاں زمیں آپ کی، آسماں آپ کا ہے
خالق کُل نے آپ کو مالک کُل بنادیا دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ واختیار میں
میں تو مالک ہی کہوں، ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب ومُحب میں نہیں میرا تیرا

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کی دُعا قبول فرما کر اُن کو روئے زمین کی بادشاہت عطا فرمائی اور وہ صرف دُنیا کے حکمران ہوئے، مگر سید المرسلین ﷺ کی یہ خصوصیت کہ آپ کو دُنیا وآخرت کی حکومت وسلطنت عطا فرمائی گئی یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام صرف فرش کے حاکم اور حضور فخر کونین ﷺ فرش وعرش دونوں کے بفضلہٖ تعالیٰ حاکم ہیں

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری   فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر اپنے نام کے ساتھ اپنے حبیب کا نام بھی نقش فرما دیا ہے۔
جس طرح ہم اپنی چیزوں پر اپنا نام لکھواتے ہیں کہ دیکھنے والا پہلی نظر میں جان لیتا اور پہچان لیتا ہے کہ اس کا بنانے والا اور مالک کون ہے۔ بلاتشبیہ اسی طرح ہر چیز پر **لاالــہ الا الـلــہ محـمـد رسـول الـلــہ** کی تحریر تجلّی فرما کر پروردگار عالم نے یہ ارشاد فرما دیا کہ اے دُنیا وآخرت کی نعمتوں کو دیکھنے والو ! اے جنت النعیم کے جمالستان کا نظارہ کرنے والو ! تم ہر چیز پر **لاالــہ الا الـلــہ** لکھا دیکھ کر یہ سمجھ لو کہ اس چیز کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہے اور **محـمد رسول الله** پڑھ کر یہ یقین کرلو کہ خُدا کی عطا سے اس وقت اس چیز کے مالک محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

رب ہے مُعطی یہ ہیں قاسم   رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

﴿**لِلّٰهِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ**﴾ (سورہ بقرہ) اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت اور اس کی مخلوق ہے، ان میں کسی کی شرکت نہیں۔ ہر چیز کا مالک حقیقی رب تعالیٰ ہے۔ بندوں کی ملکیت مجازی، عطائی اور فانی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ**﴾ اپنے جان و مال سے جہاد کرو۔ اس میں جان و مال کو مسلمانوں کی چیز قرار دیا گیا۔ یعنی مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن مجازی مالک مخلوق بھی ہے۔ اسی طرح ﴿**لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ**﴾ کہ زمین و آسان کا غیب رب ہی کا ہے یعنی علم حقیقی رب کے ساتھ خاص ہے اور عطائی و مجازی اس کے پیاروں یعنی خاص بندوں کو بھی حاصل ہے۔ جو لوگ اس آیت کی آڑ میں انبیائے کرام کے علم غیب عطائی کا بھی انکار کرتے ہیں انہیں چاہئے کہ سورہ بقرہ کی آیت سے مخلوق کی ملکیت کا بھی انکار کریں۔ ہر چیز میں ذاتی اور عطائی کا فرق کرنا پڑے گا۔ ہم

اپنے گھر' جائیداد' موٹر کار' زمین' گھڑی' عینک' مال و دولت اور اپنے سامان کے مالک ہیں۔ یہ کہنا شرک نہیں کہ فلاں کے حکم سے کام ہوتا ہے۔ لہذا یہ کہا جا سکتا کے حضور ﷺ کے حکم سے چاند پھٹا' سورج واپس ہوا' حضور ﷺ کے حکم سے بارش ہوئی وغیرہ۔

یہ حکم عطائے خداوندی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا عالَم پر راج ہے کہ وہ بعطائے الٰہی جو چاہتے ہیں وہ ہوتا ہے۔ یہ چیزیں رب تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور محبوب بندوں کی مملوک ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور نبی مکرم رحمۃ للعالمین ﷺ کو تمام جہاں کا مالک بنایا۔ فرماتا ہے ﴿ اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ ﴾ اے محبوب ہم نے آپ کو (خیر کثیر) بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

کوثر' کثرت سے ماخوذ ہے۔اس کا معنی ہے کسی چیز کا اتنا کثیر ہونا کہ اس کا اندازہ نہ لگایا جا سکے (علامہ آلوسی)

جو چیز تعداد میں' قدر و قیمت میں اور اپنی اہمیت کے لحاظ سے بہت زیادہ ہو اسے کوثر کہتے ہیں (علامہ قرطبی)

کوثر سے مراد جنت کی وہ نہر ہے جس سے جنت کی ساری نہریں نکلتی ہیں جو اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب کو عطا فرمادی ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوثر جنت کی ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں' موتیوں اور یاقوت کا فرش بچھا ہوا ہے' اس کی مٹی کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے' اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ شفاف ہے۔

حوض کوثر اس حوض کا نام ہے جو میدان حشر میں ہوگا جس سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنی امت کے پیاسوں کو سیراب فرمائیں گے۔ حوض کوثر کے چاروں کونوں پر خلفائے اربعہ تشریف فرما ہوں گے۔ جو شخص ان میں سے کسی کے ساتھ بغض کرے گا اسے حوض کوثر سے ایک گھونٹ بھی نہیں ملے گا۔ کوثر سے مراد حضور ﷺ کی نبوت اور فیوض و برکات کی کثرت' قرآن کریم' دین اسلام' صحابہ کرام کی کثرت' رفع ذکر' امت کثیرہ ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نزدیک کوثر سے مراد حضور ﷺ کے دل کا نور ہے جس نے آپ کی اللہ تعالیٰ تک رہنمائی کی اور ماسوا سے ہر قسم کا رشتہ منقطع کر دیا۔

مقام محمود۔ روز محشر جب شفیع المذنبین شفاعت عامہ فرمائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الکوثر کی تفسیر بیان کی ہے **الخیر الکثیر** یعنی خیر کثیر حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے تو آپ نے فرمایا وہ بھی اس خیر کثیر میں سے ایک ہے **هو من الخير الكثير**۔

علامہ اسماعیل حقی الکوثر کے بارے میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یعنی ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ساری ظاہری و باطنی نعمتیں کوثر میں داخل ہیں۔ ظاہری نعمتوں سے مراد دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہیں اور باطنی نعمتوں سے مرد وہ علوم لدنیہ ہیں جو بغیر کسب کے محض فیضان الٰہی سے حاصل ہوتے ہیں۔

یہاں چند باتیں خیال میں رکھو۔ ایک یہ کہ اس مضمون کو ﴿ اِنَّ ﴾ سے شروع فرمایا' کیونکہ کفار عرب حضور ﷺ کی اس ملکیت کے منکر تھے' جیسے آج بعض بد باطن منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس کچھ نہیں' وہ کیا دیں گے رب سے مانگو۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بہت کچھ دے دیا اور حضور ﷺ لے چکے۔ تمام نبیوں' فرشتوں نے حضور ﷺ ہی سے کمالات پائے۔ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور ہم تقسیم کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کو یہ سب کچھ رب تعالیٰ نے دیا' دنیا نے حضور ﷺ سے لیا ہے دیا نہیں۔

کوئی شخص حضور ﷺ سے کچھ چھین نہیں سکتا کیونکہ یہ رب تعالیٰ کا عطیہ ہے' سورج کو کوئی بجھا نہیں سکتا۔ حضور ﷺ تمام دنیا کے مالک ہیں کیونکہ تمام دنیا تھوڑی ہے اور جو دنیا حضور ﷺ کو ملی وہ بہت زیادہ ہے۔ یہ دنیا تو حضور ﷺ کی ملک کا ایک حصہ ہے۔

رب تعالیٰ نے دنیاوی سامان کو قلیل فرمایا ﴿ **قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْل** ﴾ مگر جو حضور ﷺ کو عطا فرمایا ہے وہ کثیر نہیں' اکثر نہیں' کثار نہیں' بلکہ کوثر ہے۔ کوثر کے معنیٰ ہیں بہت

ہی زیادہ۔ رب تعالیٰ اپنے لئے فرماتا ہے ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ حضور ﷺ کے لئے فرماتا ہے ﴿وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾ اور ﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کی عظمت اور حضور ﷺ کی عظمت تک کسی کا خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ واختیار میں

اللہ رسول 'فتاح' فیصلہ کرنے والے اور رحمت کے دروازے کھولنے والے ہیں

اللہ تعالیٰ فیصلہ کرنے والا اور کھولنے والا ہے یعنی اپنی رحمت کے دروازے اپنی مخلوق پر کھولنے والا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس فتاح ہے کیونکہ اس کی نظر عنایت سے ہر مصیبت' آفت اور وبا دور ہو جاتی ہے اور اس کی مہربانی سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے اور سختی ختم ہو جاتی ہے غرض کہ وہ ہر قسم کی تکلیف دینے والی چیز کو دور فرما کر راحت و رحمت کا باب کھولنے والا ہے۔ پہلے اس نے اپنے انبیاء کرام کے ذریعے انسانوں کے لئے رشد و ہدایت کے دروازے کھولے پھر سب سے بڑھ کر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے ذریعے اپنی رحمت کو اور کشادہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر اپنی رحمت کے خزانے کھولنے والا ہے اس لئے اُسے اَلْفَتَّاحُ کہا جاتا ہے۔

حضور ﷺ فاتح وفتاح ھیں : اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو یہ صفت بھی عطا فرمائی۔ حضور نبی کریم ﷺ کا صفائی نام فاتح اور فتاح ہے۔ فاتح کے معنی کھولنے والے کے بھی ہیں۔ حضور ﷺ نے حسن معاملہ' حسن اخلاق' حسن معاشرت وحسن معیشت کے تمام بند راستوں کو کھول دیا۔ یہی وجہ ہے کہ پیغام حق بہت تھوڑے عرصہ میں دُنیا کے کونے کونے تک پہنچ گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور تمام لوگوں کے لئے ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر فرقان اُتارا ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور میری اُمت کو بہترین اُمت بنایا اور میری اُمت کو پہلی اور آخری اُمت بنایا اور اس نے میرا سینہ کھول دیا' میرا بوجھ اتارا اور میرا ذکر بلند کیا اور مجھے فاتح اور آخری نبی بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اس سبب سے حضرت محمد ﷺ سب نبیوں پر فضیلت لے گئے ہیں۔ (تفسیر ابن کیثر)

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے فاتح بنا کر بھیجا گیا اور میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں اور مجھے جامع کلمات عطا کیئے گئے ہیں اور فاتح کلمات عطا کئے گئے ہیں۔ حضور ﷺ کا اسم گرامی فاتح اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ حضور ﷺ زمین پر اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ کرتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے کس کس چیز کو فتح نہیں کیا؟ آپ کسی چیز کے فاتح نہیں؟ حضور ﷺ نے انسانوں کے دِلوں کے بند قفل کھول کر جنت کا راہی بنا دیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آؤں گا اور فتح بن کر کہوں گا دروازہ کھولو۔ جنت کا خازن عرض کرے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا میں محمد ہوں (ﷺ) وہ خازن عرض کرے گا مجھے آپ ہی کے لئے کھولنے کا حکم دیا گیا ہے آپ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں گا۔ (مسلم)

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

فاتح کے معنی ہیں اُمت کے لئے رحمت کے دروازے کھولنے والے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور ایمان باللہ کے لئے کھولنے والے یا سچائی کی مدد فرمانے والے یا اُمت کی ہدایت کے لئے خود ابتداء کرنے والے۔

اللہ رسول جانتے ہیں

اللہ تعالیٰ جاننے والا اور علم ولا ہے۔ ہر مستحق کا حال واستحقاق خوب جاننے والا۔ جو رب تعالیٰ کے علیم وخبیر ہونے پر یقین رکھے گا وہ گناہ پر دلیری نہ کر سکے گا۔

رب تعالیٰ کے لئے غفلت' بے توجہی' بے علمی محال ہے۔ جو کوئی ایک آن کے لئے اسے بے علم مانے وہ بے دین ہے جیسے بعض دیو بندی جو رب تعالیٰ کو ہر وقت عالم الغیب نہیں مانتے دیکھو تقویۃ الایمان اور کتاب بلغتہ الحیر ان

اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادہ ہے یعنی ہر چھپی اور کھلی چیز اور غائب وحاضر کا پوری طرح جاننے والا ہے۔ ماضی' حال' مستقبل اس کے علم کے سامنے یکساں ہیں وہ ہر چھوٹی بڑی' ظاہر وخفی چیز کو جاننے والا ہے۔ مخلوق کی ہر ضروریات سے باخبر ہے اور اُن کے دِلوں کے احساسات وحالات کو بخوبی جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو کائنات کے ذرّے ذرّے کا علم ہے۔ ازل تا ابد ہر چیز اس کے احاطہ علم میں ہے گویا کہ ہر چھوٹی اور بڑی چیز کی ابتداء اور انتہاء کو جانتا ہے۔

حضور ﷺ اولین و آخرین کو جانتے ھیں : اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو یہ صفاتی نام 'علیم' بھی عطا فرماتا ہے۔

محبوب ﷺ ہر چیز کو جاننے والے ہیں یعنی خالق کی ذات وصفات اور علوم ظاہر و باطن اور مخلوق کے اولین و آخرین کے سارے علم حضور نبی کریم ﷺ میں جمع ہیں اور مخلوق الٰہی میں ﴿فَوۡقَ كُلِّ ذِىۡ عِلۡمٍ عَلِيۡمٌ﴾ (ہر علم والے کے اُوپر ایک بڑا عالم ہے) حضور ﷺ ہی ہیں۔ جس آنکھ نے خالقِ عالم کو معراج میں دیکھا ہو' مخلوق کس طرح اُس سے چھپ سکتی ہے۔ فاضل بریلوی امام احمد رضا علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

﴿اَلرَّحۡمٰنُ ۙ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ عَلَّمَهُ الۡبَیَانَ﴾ (الرحمٰن)
رحمٰن نے اپنے بندہ محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا اور **ماکان و مایکون** کا اُن کو بیان سکھایا۔

اس سے حضور ﷺ کے علم کا مسئلہ بھی حل ہوگیا۔ رب تعالیٰ پڑھانے والا، محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑھنے والے اور کتاب قرآن کریم جس میں سارے علم موجود ہیں۔ پھر علم مصطفیٰ کیوں کامل نہ ہوا؟ **عَلَّمَهُ الۡبَیَانَ** میں بیان سے مُراد ہے تمام **ماکان و مایکون** یعنی اگلے پچھلے واقعات کا علم ہے تو آیت کے یہ معنی ہوئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو پیدا فرمایا اور اُن کو سارے علوم سکھائے۔ (خازن وخزائن العرفان)

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

﴿وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَیۡكَ عَظِیۡمًا﴾ اور اللہ نے آپ پر کتاب اُتاری اور حکمت اور آپ کو وہ سکھایا جو تم نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔

اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے کتنا علم عطا فرمایا ہے؟ یہ دینے والا جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم غیب ذاتی، ازلی و ابدی اور لامحدود ہے جب کہ حضور ﷺ کا علم عطائی اور خالق کے مقابلے میں محدود ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن جریر نے فرمایا کہ اے محمد ﷺ، اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پایاں احسانات سے آپ پر یہ بھی خاص احسان فرمایا کہ آپ کو قران جیسی کتاب سے نوازا جس میں ہر چیز کا بیان ہے نیز اس میں ہدایت کا نور بھی ہے اور پند ونصیحت بھی، ایسی جامع کتاب کے ساتھ حکمت یعنی قران کے حلال وحرام اوامر ونواہی وغیرہ کے اجمال کی تفصیل بھی نازل کی۔ نیز آپ کو ان امور کا علم عطا فرمایا جن کا پہلے آپ کو علم نہ تھا یعنی گزرے ہوئے اور آنے والے لوگوں کی خبروں کا علم جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے علم غیب کے ضمن میں ان احادیث کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

تفصیل کے لئے حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی کی کتاب 'جآء الحق' اور احقر کی کتاب 'حقیقت شرک' کا مطالعہ فرمائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف سامنے دیکھتا ہوں **فو اللہ ما یخفی علی خشوعکم ولا رکوعکم انی لاراکم من ورآء ظھری** اللہ تعالیٰ کی قسم مجھ پر تمہارے خشوع اور رکوع پوشیدہ نہیں۔ بے شک میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

غزوہ خندق کے موقع پر جب خندق کھودتے ہوئے ایک سخت پتھر حائل ہو گیا تھا اور صحابہ کرام اس کو توڑنے سے عاجز آ گئے رسول اللہ ﷺ نے ایسی کاری ضرب لگائی کہ پتھر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ حضور ﷺ نے تین ضربیں لگائی تھیں اور ہر ضرب کے بعد ایک چنگاری سے اڑتی تھی۔ صحابہ کرام نے دریافت کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا جب میں نے پہلی ضرب لگائی تو کسریٰ کے شہر اور اُن کے اردگرد میرے سامنے کر دیئے تھے یہاں تک کہ میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے اُن کو دیکھا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دُعا کیجئے کہ وہ فتح ہوں' حضور ﷺ نے دُعا فرمائی پھر فرمایا' دوسری ضرب میں قیصر کے شہر اور اُس کے آس پاس کے مقامات دیکھے' صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اُن کی فتح کے لئے بھی دُعا فرمایئے' حضور ﷺ نے دُعا فرمائی۔ پھر ارشاد ہوا تیسری ضرب میں حبشہ کے گاؤں اور شہر سامنے آ گئے پھر فرمایا حبشہ والے جب تک تم سے تعرض نہ کریں تم بھی تعرض نہ کرو اور ترکوں کو اس وقت تک چھوڑ دو جب تک وہ تمہیں چھوڑ دیں۔ (نسائی)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کیا قالین ہے؟ عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس قالیں کہاں؟ آپ نے فرمایا عنقریب تم قالینوں اور عمدہ فرش پر بیٹھوگے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ وہ دن آیا جب ہم قالینوں پر بیٹھے' میں اپنی بیوی سے کہتا تھا کہ قالین ہٹا دو تو اس نے کہا یہ تو رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی ہے۔ (بخاری)

جب بدر کا معرکہ پیش آنے والا تھا حضور ﷺ صحابہ کے ہمراہ میدان میں تشریف لے گئے اور فرمایا یہ جگہ فلاں کافر کی قتل گاہ، یہ جگہ فلاں کافر کی ہے، یہ فلاں کافر کی ہے۔ یہ عجیب و غریب غیب کی خبر تھی۔ صحابہ کرام کہتے ہیں کہ ہر سردار قریش کی لاش خاک خون میں لت پت اسی جگہ پڑی تھی جہاں حضور ﷺ نے نشاندہی فرمائی۔ (مسلم)

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تبلیغ کے لئے عامل بنا کر بھیجا تو اُن کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا: معاذ۔ اب تم مجھے نہ مل سکو گے۔ واپس آؤ گے تو میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو گے۔ یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ (مسند احمد)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں ایک دن کھڑے ہوئے اور ہمیں بتادیا مخلوق کی پیدائش سے لے کر حتیٰ کہ جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک، تو جس نے اُسے یاد رکھا یاد رکھا، جس نے بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (بخاری)

حضرت عمرو بن الخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز فجر پڑھائی اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ ہم سے خطبہ بیان فرمایا یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت آ گیا پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت آ گیا۔ آپ اُترے اور نماز عصر پڑھائی اور خطاب فرمایا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور آپ ﷺ نے اس طویل خطبہ میں **فاخبرنا بما کان وما ھو کائن** جو کچھ ہو چکا تھا اور جو (کچھ قیامت تک) ہونے والا ہے بتا دیا۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کتابیں کیسی ہیں؟ تو ہم نے عرض کیا، نہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہی فرما دیں کہ کیسی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ کتاب جو میرے دائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العالمین

کی طرف سے ہے اس میں تمام جنتیوں کے نام اور اُن کے آبا واجداد کے نام ہیں اور اُن کے قبیلوں کے نام ہیں پھر ان کے آخر میں میزان کے نام درج ہیں پھر ان کے آخر میں میزان لگائی گئی ہے کہ ہمیشہ کے لئے نہ اس میں زیادتی ہوگی نہ کمی۔ پھر فرمایا یہ میرے بائیں ہاتھ میں کتاب ہے یہ رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں تمام دوزخیوں کے نام ہیں۔ ان کے آباواجداداوران کے قبیلوں کے نام درج ہیں۔آخر میں میزان لگائی گئی ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے نہ اس میں زیادتی ہوگی نہ کمی۔ (ترمذی)

حضور نبی کریم ﷺ سے کسی کا قلبی تعلق نہ سہی، اگر رسمی تعلق بھی ہوتا تو اس کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ حضور ﷺ کی ذات مطہرہ کو نشانہ تنقید بناتا پھرے۔ امتی کا کام تو اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی اطاعت ومحبت کو اپنے گلے کی زینت بنانا ہے لیکن بدقسمتی سے کچھ لوگوں نے حضور ﷺ کی ذات مطہرہ کو اپنی تحریروں اور تقریروں میں نشانہ تنقید بنانا اپنا وطیرہ بنالیا ہے انہیں کیا خبر کہ مقام نبوت محمدی ﷺ کیا ہے۔ ایسے بدبخت اور بے وفا کا کیا رشتہ ہے صاحب قرآن ﷺ کے ساتھ جس نے نبوت کا مقام ہی نہ سمجھا۔

اُمتی ہو کے نبی کا جو علم نہ مانے، ایسے بدبخت کا ایمان سے رشتہ کیا ہے؟

اللہ رسول کی سماعت

اللہ تعالیٰ ہر ایک کی، ہر طرح، ہر وقت، زبان و دل، خطرات کی آواز سننے والا ہے مگر کان سے وراء کہ کان بدلتے رہتے ہیں پھر ان کی طاقتیں محدود ہیں۔ اللہ تعالیٰ بدلنے اور محدود ہونے سے پاک ہے۔ خیال رہے کہ یہ صفتیں صفت علم کے علاوہ ہیں۔ وہ اپنی مخلوق کی التجاؤں کو سننا بھی ہے اور انہیں قبول بھی فرماتا ہے۔انسان میں جو قوت سماعت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے وہ جب چاہے چھین سکتا ہے اور انسان میں سننے کا وصف اس کی موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے البتہ رُوح میں سننے کا وصف موت کے بعد موجود رہتا ہے

انسان کا وصف سماعت کان کے ہونے کے ساتھ ہے اگر کان نہ ہوتو یہ وصف مفقود ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کان کے ناقص ہونے کی صورت میں بھی یہ وصف نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کا وصف کان کا محتاج نہیں بلکہ اس کا نور جو کائنات میں ہر جگہ پر احاطہ کئے ہوئے ہے اس میں قوت سماعت کا وصف موجود ہے جو ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کو سمیع جاننا ہمارے ایمان کا لازمی جزء ہے۔

حضور ﷺ کی قوتِ سماعت : اللہ تبارکوتعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو یہ صفاتی نام بھی عطا فرمایا ہے۔

مظہر تجلیات الٰہیہ ﷺ کی قوت سماعت بھی بہت بڑے اعجاز کی حامل ہے۔ منکرین تو ہر اس روایت وحدیث کا انکار کرتے ہیں جس سے آپ کی عظمت کا پہلو اجاگر ہو کیونکہ ان لوگوں نے سبق ہی یہی پڑھا ہے کہ جس واقعہ یا روایت سے حضور ﷺ کی شان کا پہلو اجاگر ہو اس حدیث کی سند کے راویوں کا ضعف اور کمزوریاں تلاش کرنا شروع کردیں گے اور کرتے بھی ہیں۔

ایسے واقعات اسی وقت رونما ہوتے ہیں جب انسان عظمت رسالت کو عقل کا غلام بن کر تسلیم کرے اور حقیقت میں دین کے اندر خرابیاں بھی اسی وقت جنم لیتی ہیں جب ہر بات کو عقل پر رکھ کر پرکھا جائے۔ اگر عشق کا غلام بن کر عظمت رسالت ﷺ کے پہلو کو دیکھیں گے تو قدم قدم پر عشق بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محبت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہنمائی کرے گی۔ ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ حضور ﷺ کے تمام معجزات وتصرفات کو مانا جائے اور دل وجان سے تسلیم کیا جائے۔صحابہ کرام **بلغ العلیٰ بکماله** کے کمال کے مظہر اور **کشف الدجیٰ بجماله** کے جمال کے مظہر اسی وقت بنے جب انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت ورفعت کو دل سے مانا۔جن لوگوں نے ذرا سا بھی شک کیا وہ یا تو کافر ہوئے یا منافق۔اصحاب رسول ﷺ وہی بنے جنہوں نے حضور ﷺ کے سامنے چوں و چرا تو درکنار ذرا سی حرکت کرنا بھی گستاخی سمجھا۔یہی وہ خوش نصیب تھے جن کے ایمان کو قرآن

ہدایت کا سرٹیفکیٹ قرار دے رہا ہے ﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ (اے اصحاب رسول) اگر اُن کا ایمان تمہارے جیسا ہو گیا تو وہ یقیناً کامیاب ہوں گے۔

اب ذرا آقائے کائنات حضور نبی کریم ﷺ کی قوت سماعت کا عالم ملاحظہ فرمایئے اور اپنے ایمان کو جلا بخشیے۔

عم رسول اللہ ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز حضور ﷺ کا چہرہ پُر ضیاء تکتا رہا' اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اے چچا جان کیا بات ہے؟ عرض کی اے میرے پیارے بھتیجے گو کہ میں مسلمان اب ہوا ہوں مگر میں آپ کی ذات گرامی سے بچپن سے متاثر ہوں۔ اس لئے کہ جب آپ جھولے میں تھے آپ چاند سے گفتگو کرتے اور جدھر آپ انگلی کا اشارہ کرتے چاند اسی طرف جھک جاتا (خصائص الکبریٰ) اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اے میرے چچا جان یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ میں آپ کو اس وقت کی بات بتاتا ہوں جب میں شکم مادر میں تھا۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' میں ماں کے شکم میں لوح محفوظ پر چلنے والی قلم کی آواز سنتا تھا اور اسی طرح شکم مادر ہی میں چاند کے عرش عظیم کے سامنے رب کو سجدہ ریز ہونے کی آواز کو سنتا تھا۔ (نزہۃ المجالس)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں جو تم نہیں سُنتے **اِنِّی اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ** (ترمذی' مشکوٰۃ) آسمان بوجھ سے چر چر کرنے لگا اور اس کو کرنا بھی چاہئے تھا کیونکہ اس پر چار انگل جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیشانی نہ رکھے ہو۔ (خائص الکبریٰ)

طبرانی نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے یوں خطاب فرمایا کہ اے ابوایوب **اَتَسْمَعُ مَآ اَسْمَعُ ۚ اَسْمَعُ اَصْوَاتَ الْیَهُوْدِ فِیْ قُبُوْرِهِمْ** ۔کیا تم سُن رہے ہو جو میں سُن رہا ہوں'

حضور ﷺ نے خود ہی فرما دیا جو یہودی قبروں میں دفن ہیں' میں اُن (کے عذاب قبر) کی آواز سن رہا ہوں۔

مستدرک نے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم ایک دن سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے تھے کہ اچانک حضور ﷺ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ' صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ۔ یہ کس کے سلام کا جواب دیا ہے۔ آپ نے فرمایا' حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرشتوں کی کثیر جماعت کے ساتھ میرے پاس سے سلام کر کے گزرے' یہ اُن کے اُس سلام کا جواب تھا۔

قرآن حکیم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا جب وہ وادی نمل کے قریب سے گزرے تو چیونٹی کی سردار نے کہا' اے چیونٹیو۔ اپنے اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ کہیں سلیمان اور اُن کا لشکر تمہیں کچل نہ دے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل دور کی مسافت پر اُس کی آواز کو سُن لیا تو آپ ﴿ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا ﴾ اُس کی بات سے مسکرا پڑے۔

اگر سلیمان علیہ السلام کی قوت سماعت پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں تو سرکار دو عالم ﷺ کی قوت سماعت پر کسی کو اعتراض کرنے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں ان فتنہ بازیوں سے بچائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی معمولی سی آواز کو سُنا' بیشک یہ آپ کا بہت بڑا معجزہ ہے مگر ان کانوں کے قربان' جنھوں نے اپنی والدہ کے شکم اطہر میں قلم قدرت کے چلنے کی آواز کو سُن لیا۔ امام بیہقی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں چاند کے زیر عرش سجدہ کرنے کے دھماکے کو سنتا ہوں (جامع الصفات)

دور ونزدیک کے سُننے والے وہ کان کانِ لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص ایسا نہیں کہ

جو مجھ پر درود پڑھے مگر اسکی آواز مجھے پہنچتی ہے (یعنی میں اس کی آواز کو سنتا ہوں) چاہے وہ کہیں ہو۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! وفات کے بعد بھی (سنو گے)۔ فرمایا: وفات کے بعد بھی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا۔

ان الله حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبياء ۔ (جلاء الافہام لابن قیم)

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث اور شارح بخاری ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ایسی بیماری لگ گئی' جس کا علاج کر کے طبیب و معالج تھک گئے اور انہوں نے اس بیماری کو لاعلاج قرار دے دیا۔ فرماتے ہیں کہ' جمادی الاولیٰ ۸۹۳ ہجری کی اٹھائیسویں شب کو میں نے مکہ معظّمہ میں مغیث الکونین ﷺ سے (**فَاسْتَغَثْتُ بِهٖ** ﷺ) فریاد کی اور مدد چاہی۔ دیکھئے امام قسطلانی تین سو میل دور مکہ معظّمہ میں بیٹھ کر حضور ﷺ سے مدد مانگ رہے ہیں اور بیماری کے ازالہ کے لئے فریاد کر رہے ہیں اور کیوں نہ ہو؟ جبکہ مسلمان کا ایمان ہی یہ ہے کہ:

فریاد امتی جو کرے حال زار کی   ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

اللہ رسول 'بصیر' ہیں

اللہ تعالیٰ ہر حال دیکھنے والا ہے مگر آنکھ سے وراء ۔۔ اللہ تعالیٰ بصیر ہے اور وہ اپنے اس وصف کی بناء پر ہر شئے کو ہر وقت دیکھ رہا ہے خواہ وہ دُور ہے یا نزدیک' چھوٹی ہے یا بڑی۔یعنی اس کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اُس کی قوت بصیرت کے دائرے سے باہر ہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تحت الثریٰ کے نیچے کی چیزوں کو بھی دیکھ رہا ہے۔ انسانوں کی قوت بصارت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے اور آنکھوں کی محتاج ہے اور جب آنکھیں فنا ہوتی ہیں تو یہ قوت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بصارت کسی ذریعے کی محتاج نہیں بلکہ اس کی ذات کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اور اس کی بصارت کی حد لامحدود ہے۔ اس بناء

پر اگر کوئی سینکڑوں چار دیواروں کے اندر بھی چھپ کر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ پھر بھی اللہ تعالیٰ کی صفت بصارت کے دائرہ سے باہر نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے وہاں بھی دیکھ رہا ہے کیونکہ وہ ایسا بصیر ہے کہ کون و مکان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی بصارت : اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو یہ صفاتی نام بھی عطا فرمایا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنی نظر سے جمال حقیقی کو دیکھنے والے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو انسانیت کے اس منتہائے کمال پر پہنچایا جس کے آگے کوئی اور مقام نہیں سوائے مقام الوہیت کے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو وہ بینات عطا فرمائیں جو کسی دوسرے نبی کو نہیں ملیں۔ حضور نبی کریم ﷺ سراپا اعجاز ہیں آپ نے اپنی آنکھوں کے ساتھ جمال حقیقی کا ایسا نظارہ کیا کہ آپ کے رب نے آپ کی آنکھوں سے سارے عالمین کے حجابات اٹھا دیئے۔ اس کی دلیل آپ کا وہ فرمان ہے جو صحیح بخاری میں درج ہے **انی اری مالا ترون** میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔

حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے اپنی آنکھوں سے رب کا صفاتی جلوہ دیکھا تو برداشت نہ کر سکے بے ہوش ہو گئے مگر ان کی قوت بصارت کا یہ عالم تھا کہ تیس میل دور، رات کے اندھیرے میں پتھر پر چلتی ہوئی چیونٹی بھی دیکھ لیتے۔ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ اسلام کی قوت بصارت تھی تو پھر جس ہستی کامل نے معراج کی رات رب تعالیٰ کا صرف صفاتی ہی نہیں بلکہ ذاتی جلوہ کیا تو ان کی قوت بصارت کا کیا علم ہوگا۔ (الشفا)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان (لوگوں میں) کھڑے تھے تو آپ نے مخلوق کی پیدائش سے لے کر بتانا شروع کیا حتیٰ کہ جنتی اپنے منازل پر جنت میں داخل ہو گئے اور دوزخی جہنم میں اپنے ٹھکانوں میں چلے گئے جس نے اس بیان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ (بخاری شریف)

حضور نبی کریم ﷺ کی نگاہ بصارت کا یہ عالم کہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین

سمیٹ دی ہے میں نے مشرق سے لے کر مغرب تک اس کا تمام حصہ دیکھ لیا ہے عنقریب میری حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک میرے لئے زمین سمیٹی گئی۔ (مسلم شریف)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ جب بدر کے میدان میں گئے تو فرمایا یہ فلاں کے ڈھیر ہونے کی جگہ ہے اور آپ نے اپنے دست مبارک کو زمین پر رکھتے ہوئے بتایا یہاں اور یہاں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جہاں جہاں حضور ﷺ نے نشاندہی فرمائی کوئی کافر ذرا بھی ادھر ادھر نہ گرا۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی اور صفوں کے آخر میں ایک شخص نے اچھے طریقے سے نماز ادا نہ کی۔ جب حضور ﷺ نے سلام پھیرا تو آواز دی' اے فلاں۔۔ کیا اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا' کیا تو نہیں دیکھتا کہ کیسے نماز پڑھتا ہے؟ تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھ پر تمہارا کوئی عمل چھپا رہتا ہے۔ **وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرٰی مِنْ خَلْفِیْ کَمَا اَرٰی مِنْ بَیْنِ یَدِیْ** خدا کی قسم میں پیچھے سے ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے اپنے سامنے سے دیکھتا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک رات حضور ﷺ نے میرے ہاں قیام فرمایا۔ سحری کے وقت تہجد ادا کرنے کے لئے حضور ﷺ وضو کرنے کے لئے تشریف لے گئے' میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا' **لبیك لبیك لبیك**' میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں اور فرمایا **نُصِرْتَ' نُصِرْتَ' نُصِرْتَ** تیری مدد کی گئی' تیری مدد کی گئی' تیری مدد کی گئی۔ حضور ﷺ وضو کر کے واپس تشریف لائے تو میں نے عرض کیا۔ میں نے تین بار لبیک اور تین بار نصرت کے الفاظ سنے ہیں' کیا کوئی شخص اندر آیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا' بنی کعب کا رجز خواں تھا جو مجھ سے فریاد کر رہا تھا کہ قریش نے بکر بن وائل کی مدد کی ہے اور ہم پر حملہ کر دیا ہے۔ سیدہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ ہم تین دن تک کسی واقعہ کی اطلاع ملنے کا انتظار کرتے رہے' تین دن بعد جب حضور نبی کریم ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد ہی میں تشریف فرما تھے تو میں نے راجز کو شعر کہتے ہوئے سنا (ضیاء النبی)

غزوہ تبوک کے موقع پر لشکر اسلام اپنی منزل کی جانب بڑھ رہا تھا کہ ایک مقام پر رات بسر کی تو اچانک حضور ﷺ کی اونٹنی گم ہوگئی۔ صحابہ کرام اس کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑ کر رہے تھے اس لشکر میں ایک منافق بھی تھا جو بظاہر تو مسلمان تھا' کہہ رہا تھا کہ دیکھو محمد ﷺ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور آسمان کی باتیں بتاتے ہیں اور ابھی تک اونٹنی بھی نہیں بتا سکے کہ کہاں ہے۔ ادھر یہ باتیں کر رہا تھا اور ادھر حضور ﷺ ارشاد فرمارہے تھے جسے حضرت عمارہ بھی سن رہے تھے کہ ایک منافق ہے جس نے میرے بارے میں ایسی باتیں کی ہیں کہ دیکھو محمد (ﷺ) نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ابھی تک اپنی اونٹنی نظر نہیں آئی کہ کہاں ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا' میں وہی جانتا ہوں جو میرے رب نے مجھے سکھایا تو میری گمشدہ اونٹی فلاں جگہ ہے اور اس کی نکیل ایک درخت کے ساتھ الجھی ہوئی ہے' جاؤ اُسے پکڑ لاؤ۔ جب صحابہ گئے تو واقعی اس کی نکیل الجھی ہوئی تھی۔ حضرت عمارہ جب اونٹنی لائے تو آ کر اُس منافق کو پکڑ لیا اور اپنے لشکر سے نکال دیا کہ تو نے حضور ﷺ کی ذات پاک پر اعتراض کیا ہے۔ (ضیاءالنبی)

حضور ﷺ کی آنکھ معجزہ:

جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آ گیا　　　اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

حضور ﷺ کی آنکھ شریف بھی معجزہ ہے کہ وہ نماز وغیرہ میں آگے پیچھے دیکھتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میرا منہ صرف قبلہ ہی کی طرف دیکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھ پر نہ تمہارا رکوع پوشیدہ ہے اور نہ تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور بیشک میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں (بخاری کتاب الصلوٰۃ)

خشوع ایک کیفیت قلبی کا نام ہے جو نمازی کو نماز میں حاصل ہوتا ہے۔ مگر نگاہِ مصطفیٰ ﷺ کے قربان کہ مصلی کے خشوع کا ادراک کر رہی ہیں۔ ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے خشوع، رکوع، سجود اور ضمائر قلوب و کیفیات' نفسانیہ حضور ﷺ پر پوشیدہ نہیں ہیں۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ رات کے اندھیرے میں بھی ایسا ہی دیکھتے تھے' جیسا کہ دن کی روشنی میں۔ (خصائص الکبریٰ)

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اکہتر کتابوں میں پڑھا ہے اور سب میں یہی مضمون پایا ہے کہ حضور ﷺ عقل میں سب پر ترجیح رکھتے ہیں اور رائے میں سب سے افضل تھے اور ظلمت میں بھی اس طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے اور آپ دور سے ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا نزدیک سے دیکھتے تھے اور اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے اور آپ نے نجاشی کا جنازہ (حبشہ میں دیکھ لیا تھا) اور اس پر نماز پڑھی اور آپ نے بیت المقدس کو مکہ معظّمہ سے دیکھ لیا تھا جبکہ قریش کے سامنے اس کا نقشہ بیان فرمایا (یہ معراج کی صبح کو قصہ ہوا تھا) اور جب آپ نے مدینہ منورہ میں اپنی مسجد کی تعمیر شروع کی' اسوقت خانہ کعبہ کو دیکھ لیا تھا اور آپکو ثریا میں گیارہ ستارے نظر آیا کرتے تھے (شواہد النبوۃ)

فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر   بس قسم کھائے امی! تری دانائی کی

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا **اِنّی اَریٰ مَالَا تَرَوْنَ** بے شک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے (ترمذی' مشکوٰۃ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا' قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے (نسائی)

عزرائیل علیہ السلام کی نظروں کے سامنے کائناتِ عالم کے تمام جاندار ہر وقت ہیں' دُنیا بھر میں جس کی موت کا وقت آجاتا ہے فوراً اُسکی روح قبض کرتے ہیں۔۔۔منکر نکیر کی آنکھیں ساری دُنیا کے مُردوں کو ہر وقت دیکھتی رہتی ہیں اور ہر میت کے پاس پہنچ کر سوالات کرتے ہیں۔۔۔میکائیل علیہ السلام تمام دُنیا والوں کی روزی کا بحکم الٰہی انتظام کرتے ہیں۔ مخلوق کے رزق کو ان کی آنکھیں دیکھتی رہتی ہیں۔۔۔مگر حضور سید عالم ﷺ

کا ارشاد پاک ہے کہ اے آنکھ والو! تمہاری آنکھیں کتنا ہی زیادہ کتنا ہی دور تک دیکھنے والی کیوں نہ ہوں، مگر پھر بھی جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے۔

دل فرش پر ہے تیری نظر، سر عرش پر ہے تیری گزر

ملکوت و ملک میں کوئی شئے نہیں، وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

حضور ﷺ صفات الٰہیہ کے مظہر ہیں صفات الٰہیہ سے متصف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے **انا جلیس من ذکرنی** جو میرا ذکر کرے گا میں اس کا ہمنشین ہوں۔ جو میرا ذکر کرے گا میں اس کے قریب ہوں۔ میں اس کا جلیس ہوں، تو رسول اس کے بھی مظہر۔ **انا جلیس من ذکرنی** جو رسول کا ذکر کرے گا رسول اس کے قریب ہیں۔ چاہے آپ دیکھو، چاہے نہ دیکھو۔ مشاہدہ کرو، نہ کرو۔ بہرحال آپ رسول کے قریب ہیں۔ ہم اپنے کو اُن کی بارگاہ میں حاضر مانتے ہیں۔ ہم حاضر ہیں وہ ناظر ہیں۔ ہم اُن کی بارگاہ میں حاضر ہیں ہم کو دیکھ رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کے حجابات اٹھا دیئے ہیں پس میں دنیا اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے، سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔ **ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کاین فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ۔** (زرقانی، مواہب)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے اور میں اس کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔ **ان موعدکم الحوض وانی لانظر الیہ وانا فی مقامی ھذا۔** (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **قال رسول اللہ** ﷺ **رایت جعفر یطیر فی الجنۃ مع الملٰئکۃِ** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جعفر کو میں نے دیکھا کہ فرشتوں کے ساتھ جنت میں اڑتا پھر رہا ہے۔ (ترمذی) اسی لئے آپ جعفر طیار مشہور ہو گئے۔

وادی نجد ۔۔۔ نگاہ نبوت میں:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن دریائے رحمت مصطفیٰ ﷺ جوش میں ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی جارہی ہے **اللهم بارك لنا فی شامنا** اے اللہ ہمارے لئے ہمارے شام میں برکت دے۔ **اللهم بارك لنا فی يمننا** اے اللہ ہم کو ہمارے یمن میں برکت دے۔ حاضرین میں سے بعض نے عرض کیا' **وفی نجدنا** ' یارسول اللہ ﷺ دُعا فرمائیں کہ ہمارے نجد میں برکت دے۔ پھر حضور ﷺ نے وہ ہی دُعا فرمائی۔ شام اور یمن کا ذکر فرمایا مگر نجد کا نام نہ لیا۔ اُنھوں نے پھر توجہ دلائی کہ **وفی نجدنا** حضور یہ بھی دُعا فرمائیں کہ نجد میں برکت ہو۔ غرض تین بار یمن اور شام کے لئے دعائیں فرمائیں۔ بار بار توجہ دلانے پر نجد کو دُعا نہ فرمائی' بلکہ آخر میں فرمایا **هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطٰن** ۔۔ میں اس ازلی محروم خطّہ کو دُعا کس طرح فرماؤں۔ وہاں تو زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں شیطانی گروہ پیدا ہوگا (مشکوٰۃ' بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کی نگاہِ پاک میں دجّال کے فتنہ کے بعد نجد کا فتنہ تھا جس سے اس طرح خبر دے دی۔ اس فرمان عالی کے مطابق بارھویں صدی میں نجد سے محمد بن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا۔ وہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا' اس لئے اُس نے اہل حرمین و دیگر مسلمانوں پر ظلم کئے' قتل وقتال کیا' اُن کے قتل کو باعث ثواب سمجھا' سلف صالحین کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔ نجدیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف ہم ہی مسلمان ہیں اور جو ہمارے عقیدے کے خلاف ہے وہ مشرک ہے۔ تمام صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کی قبروں کو گرا کر زمین سے ملا دیا۔

حضور ﷺ کی مبارک آنکھ نے تا قیامت تمام واقعات دیکھے' اسی آنکھ نے نماز کسوف میں جنت کو ملاحظہ فرمالیا۔ رب تعالیٰ کو دیکھا ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی﴾ ۔

مجھے دیکھنے میں پلک بھی تو نہ جھپکی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ چُھپی ہوئی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی ذات کو غیب الغیوب کہتے ہیں۔ وہ تمام چُھپی ہوئی چیزوں میں سب سے زیادہ چُھپا ہوا ہے اور ایسا چُھپا ہوا ہے کہ بڑے بڑے ارباب بصیرت بھی اس کے ادراک ودیدار سے محروم ومجبور ہی رہے۔ سب کی آنکھیں اس کے دیدار پُر انوار سے عاجز ولاچار ہیں۔ محبوب خُدا کی وہ بے مثل آنکھ ہے کہ اس آنکھ سے غیب الغیب خُدا بھی پوشیدہ نہ رہا۔ تو جس آنکھ سے غیب الغیب پنہاں نہ رہا۔ اس آنکھ سے خُدائی بھر کا کون سا ایسا غیب ہے جو پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا :

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا　　جب نہ خُدا ہی چُھپا تم پہ کروروں درود

اللہ رسول عدل وانصاف فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ ایسا عادل کہ کسی پر کسی طرح ظلم نہیں۔ اللہ تعالیٰ کفار پر عدل فرمائے گا۔ مومن گنہگار پر عدل نہ کرے گا بلکہ فضل وکرم کرے گا۔ مومن کے لئے رحیم ہے۔

اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عادل ہے۔ اُس کا ہر کام عدل وانصاف پر مبنی ہوتا ہے' کسی بھی حکم میں ناانصافی نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے حکم میں کوئی ظلم یا زیادتی ہوتی ہے۔ اُس کے احکام اور افعال ظلم سے منزہ ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی جانب ظلم یا زیادتی کی نسبت کرنا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل میں صادق ہونے کی بناء پر انسان کو یہ ترغیب دی ہے کہ جب تجھ پر عدل وانصاف کی ذمہ داری سونپی جائے تو' تو بھی عدل وانصاف کر۔ جس میں کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو۔ اس کے باوجود ہم سے عدل وانصاف پر پورا اترنا مشکل ہے۔

پس یہ جاننے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عادل ہے تو بندوں کو چاہیئے کہ اس کے احکام اور فیصلوں پر عمل کرنے میں کوتاہی نہ کریں بلکہ یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اس کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر رکھا ہے وہ عین انصاف پر مبنی ہے لہذا اس پر اعتماد اور کامل توکل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی مدد آپ کا ساتھ دے گی۔

حضور نبی مکرم ﷺ کا عدل : اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو پیکر عدل بنا کر مبعوث فرمایا۔

جس معاشرے سے عدل وانصاف اٹھ جائے اورعوام الناس افراتفری کا شکار ہو جائیں اس معاشرہ میں اخلاقیات نام کی کوئی چیز نہیں رہتی بلکہ اخلاقیات کے اوراق کو پاؤں تلے روندا جاتا ہے۔قرآن حکیم نے کئی مقامات پر ارشاد فرمایا کہ عدل وانصاف کرو اور رسول اللہ ﷺ جو پیکر عدل وانصاف بن کرتشریف لائے فرماتے ہیں: **وَاُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ بَيۡنَكُمۡ** اور مجھے حکم دیا گیا کہ عدل کروں تمہارے درمیان ۔ ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوا ﴿**يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ اَوِالۡوَالِدَيۡنِ وَالۡاَقۡرَبِيۡنَ اِنۡ يَّكُنۡ غَنِيًّا اَوۡ فَقِيۡرًا فَاللّٰهُ اَوۡلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الۡهَوٰٓى اَنۡ تَعۡدِلُوۡا وَاِنۡ تَلۡوٗۤا اَوۡ تُعۡرِضُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا**﴾ (النساء) اے ایمان والو۔مضبوطی سے انصاف پر قائم رہنے والے ہو جاؤ اور محض اللہ تعالیٰ کے لئے (مقدمات کی) گواہی دینے والے اگر چہ (وہ گواہی) تمہارے اپنے ہی خلاف یا اپنے والدین یا قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہو (جس کے خلاف گواہی دی جارہی ہے) وہ مالدار ہو یا فقیر۔ پس اللہ تعالیٰ زیادہ خیرخواہ ہے دونوں کا۔ پس اپنے نفسوں کی خواہشات کی پیروی مت کرو اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ موڑ لو تو بے شک اللہ تعالیٰ باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ کو جب بحیثیت ایک عادل حکمران دیکھا جائے تو آپ ایک ممتاز شخصیت نظر آتے ہیں۔ وہ معاشرہ جہاں انصاف نام کی کوئی چیز نہ تھی بلکہ ظلم اور طاقت کا استعمال ہوتا تھا' حضور ﷺ کے تشریف لانے سے ظلم وستم کی چکّی میں پسنے والوں نے سکون واطمینان کا سانس لیا۔مظلومیت کا شکار انسانیت پر پیکر عدل نے اپنی رحمت کا سایہ کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ پیکر عدل بن کرتشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا حکم فرمایا' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿**فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰى**

يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَايَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً ﴾ (النساء) تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک کہ اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حکم (جج) نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ (فیصلہ کریں) اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے مان لیں (پوری اطاعت سے مان لیں)۔

حضور ﷺ کی عدالت دُنیا کی سب سے بڑی عدالت ہے اور حضور ﷺ دنیا کے سب سے بڑے جج کی حیثیت رکھتے ہیں اور جس مقدمے کا فیصلہ آپ فرما دیتے ہیں اسے کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا ہے۔

سنن ابی داؤد میں حدیث پاک ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مسلمانوں کی امارت چاہی اور اللہ تعالیٰ نے اسے دے دی پھر اس کا عدل اس کے ظلم پر غالب آ گیا تو اس کے لئے جنت ہے اور اگر اس کا ظلم' عدل پر غالب رہا تو دوزخ ہے۔

صحیح بخاری میں ہے قیامت کے دن جن سعادت مند لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے تلے جگہ دے گا ان میں سے ایک عادل حکمران ہے۔ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ عادل و امین تھے۔ طفولیت میں جب مائی حلیمہ نے آپ کو پہلے پہل گود میں لیا تو آپ نے صرف داہنی چھاتی سے دودھ لیا اور دوسری ان کے شیر خوار بچہ کے لئے چھوڑ دی۔ (طبرانی وبیہقی)

جب حضور نبی کریم ﷺ غنائم حنین تقسیم فرما رہے تھے تو ذوالخویصرہ راس الخوارج نے کہا رسول اللہ! عدل کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' تجھ پر افسوس۔ میں (ﷺ) اگر عدل نہ کروں تو اور کون کرے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اُس کی گردن اڑا دوں۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا۔' اُسے جانے دو کیونکہ اُس کے ساتھی ایسے ہیں کہ اُن کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو اور اُن کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے' وہ دین سے یوں نکل جاتے ہیں جیسا تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے۔ (صحیح بخاری)

ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے کچھ کھجوریں ادھار لیں۔ جب اس نے

تقاضہ کیا تو آپ (ﷺ) نے فرمایا' آج ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ مہلت دیجئے کہ کچھ آجائے تو ادا کردوں' یہ سن کر وہ بولا' آہ بے وفائی' اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصہ آ گیا۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا' عمر! جانے دو۔ صاحب حق ایسا ویسا کہا جاتا ہے'۔ پھر آپ نے حضرت خولہ بنت حکیم انصاریہ سے کھجوریں منگوا کر اس کے حوالہ کیں۔
(معجم صغیر طبرانی)

حضرت ابوحدرد اسلمی کا بیان ہے کہ مجھ پر ایک یہودی کا چار درہم قرض تھا یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ خیبر کا ارادہ فرما رہے تھے۔ اُس نے مجھ سے تقاضا کیا' میں نے مہلت مانگی تو وہ نہ مانا اور مجھے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ (ﷺ) نے مجھ سے دو دفعہ فرمایا کہ اُس کا حق ادا کر دو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مہم خیبر کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ شاید ہمیں وہاں سے کچھ غنیمت ہاتھ لگے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ اس کا حق ادا کر دو۔ یہ قاعدہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی بات کے لئے تین بار فرما دیتے تھے تو پھر کوئی عذر نہ کیا جاتا۔ میرے پاس بدن پر ایک تہ بند اور سر پر عمامہ تھا۔ میں نے اس یہودی سے کہا کہ اس تہ بند کو مجھ سے خرید لو چنانچہ اس نے چار درہم میں خرید لیا۔ میں نے عمامہ سَر سے اُتار کر کمر سے لپیٹ لیا۔ ایک عورت میرے پاس گزری۔ اُس نے اپنی چادر مجھے اُڑا دی۔ (معجم صغیر طبرانی)

سرق ایک صحابی تھے ان سے اس نام کی وجہ تسمیہ دریافت کی گئی تو کہنے لگے کہ ایک بدوی دو اونٹ لے کر آیا' میں نے خرید لئے۔ پھر میں (قیمت لانے کے بہانہ سے) اپنے گھر میں داخل ہوا اور عقب خانہ سے نکل گیا اور ان اونٹوں کو بیچ کر اپنی حاجت پوری کی۔ میں نے خیال کیا کہ بدوی چلا گیا ہوگا۔ میں واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کھڑا ہے۔ وہ مجھے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا اور واقعہ عرض کیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں نے اونٹوں کو بیچ کر اپنی حاجت روائی کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رومی کو قیمت ادا کر دو۔ میں نے عرض کیا کہ

میرے پاس کچھ نہیں ہے۔آپ نے کہا کہ تو سرق ہے۔ پھر بدوی سے فرمایا کہ تم اس کو بیچ کر اپنی قیمت وصول کرلو۔ چنانچہ لوگ اُس سے میری قیمت پوچھنے لگے۔ وہ اُن سے کہتا تھا کہ تم کیا چاہتے ہو' وہ کہتے تھے کہ ہم خرید کر اُس کو آزاد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر بدوی نے کہا میں تمہاری نسبت ثواب کا زیادہ مستحق وخواہاں ہوں اور مجھ سے کہا کہ جاؤ۔ میں نے تم کو آزاد کردیا۔ (مستدرک حاکم)

ایک دفعہ خاندان مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی۔قریش نے چاہا کہ وہ حد سے بچ جائے۔ انہوں نے حضرت اسامہ بن زید سے جو رسول اللہ ﷺ کے محبوب خاص تھے درخواست کی کہ آپ سفارش کیجئے چنانچہ حضرت اسامہ نے رسول اللہ ﷺ سے سفارش کی۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا 'تم حد میں سفارش کرتے ہو؟ تم سے پہلے لوگ (بنی اسرائیل) اسی سبب سے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں پر حد جاری کرتے اور امیروں کو چھوڑ دیتے۔ خدا کی قسم !اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی ایسا کرتی تو میں اُس کا ہاتھ کاٹ دیتا' (صحیح بخاری) بنت رسول اللہ ﷺ سیدۃ النسآء خاتون جنت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے چوری کا تصور بھی محال ہے۔ یہاں قانون شریعت کی اہمیت بیان فرمانا مقصود ہے۔

اللہ رسول 'لطیف' ہیں

اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین ہے۔ لطیف کے بہت معنیٰ ہیں اس کی ذات فہم وادراک سے وراء، ایسی مہربانیاں فرمانے والا جو ہماری عقل سے وراء ہیں۔نرمی کرنے والا۔

جھولیاں سب کی بھرتی رہتی ہیں دینے والا نظر نہیں آتا
ایسی نعمتیں دینے والا جو بندے کو دونوں جہاں میں کام آئیں

لطیف اس کو کہتے ہیں جو اپنے احسانات کو بڑی نرمی سے دوسروں تک پہنچائے، جو اپنے بندوں کے ساتھ اس طرح لطف و کرم کرے اور اُن کی ضروریات کو اس طرح فراہم کردے کہ انہیں خبر تک نہ ہو۔

لطیف اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے علامہ ابن منظور اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں **قال ابن الاثیرفی تفسیرہ اللطیف ھوالذی اجتمع له الرفق فی الفعل و العلم بدقائق المصالح و ایصالھا الی من قدرھا له من خلقه** یعنی لطیف اس کو کہتے ہیں جس میں یہ تین چیزیں جمع ہوں۔ جو کام ہو اس میں درشتی ہو اور سختی نہ ہو بلکہ نرمی اور رفق کا پہلو نمایاں ہو۔ نیز وہ اپنے بندوں کی باریک سے باریک مصلحتوں اور منفعتوں پر آگاہ ہو اور جس کو کوئی نعمت عطا فرمانا چاہے اسے عطا فرمانے پر قادر ہو۔

سیدالطائفہ جنید بغدادی فرماتے ہیں **اللطیف من نور قلبك بالھدیٰ و ربی جسمك بالغذیٰ و یخرجك من الدنیا بالایمان و یحرسك من نار اللظی ھذا لطف اللطیف بالعبدالضعیف** لطیف اس ذات پاک کو کہتے ہیں جو تیرے دل کو ہدایت سے منور کردے۔غذا سے تیرے جسم کی نشو ونما کرے، تجھے دُنیا سے ایمان کے ساتھ نکالے اور دوزخ کی آگ سے تجھے بچائے۔ (روح المعانی)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر لطف فرمانے والا ہے اور جس کو چاہتا ہے جتنا چاہتا ہے رزق عطا فرماتا ہے۔ کسی کو علم دے دیا، کسی کو دولت دے دی، کسی کو حسن صورت سے نوازا،

کسی کوحسن سیرت سے سرفراز فرمایا' کسی کوسیم وزر کے انبار بخش دیئے اور کسی کوقناعت کی دولت سے مالا مال کر دیا۔اس کے انعامات بےشمار اور اس کی عطائیں غیر محدود۔اس کے بخشنے اور عطا کرنے کے انداز **لَاتَعَدَّو وَلَا تُحصٰی**

اللہ تعالیٰ لطیف ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں پرمہربانی کرتا ہے اُن سے نرمی سے پیش آتا ہے اس کے لطف وکرم کا کیا کہنا۔اس نے حکیموں کوحکمت سے' علماء کوعلم سے نوازا۔سالکوں کو شوق دیا' اولیاء کو ولایت سے سرفراز کیا۔انبیاء کو نبوت سے سرفراز فرمایا' اہل تقویٰ کو بصیرت عطا فرمائی' اہل عقل کوشعور دیا یعنی جو جس کے قابل تھا اُسے اسی قسم کی رحمت سے نواز دیا۔اس کے علاوہ لطیف کا مطلب اتنی باریک چیز ہوتی ہے کہ جومحسوس کی جاسکے لیکن پکڑی نہ جاسکے۔اس معنوں کے لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ لطیف ہے کیونکہ وہ آنکھ سے نظر نہیں آتا اور نہ ہاتھ سے چھوا جاتا ہے جیسے پھول کی خوشبومحسوس تو ہوتی ہے لیکن پکڑی نہیں جاتی۔ جسم کا سانس محسوس تو کیا جاسکتا ہے لیکن دیکھا نہیں جاتا اور نہ ہی ہاتھ سے چھوا جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اتنا لطیف ہے کہ جسم اور کون ومکان سے منزہ ہے اس کی نہ حد ہے نہ انتہا اور نہ ہی ہماری عقل اس کا ادراک کرسکتی ہے مگر جو اسے' یالطیف' پکارتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی لطافت کے راز عیاں کرتا ہے۔

حضور ﷺ کا لطف وکرم : اللہ تعالیٰ وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اپنی صفات کا مظہر کامل بنایا ہے۔لطف ومہربانی کا پیکر رسول جس کی سیرت بھی لطیف جس کی صورت بھی لطیف' جس کا کردار بھی لطیف' جس کی گفتار بھی لطیف۔

اگر جسمانی طور پر انسان جو ہر لطیف کو کام میں لاکر محو پرواز ہوسکتا ہے تو روحانی طور پر بھی اس جو ہر لطیف کو کام میں لاکر اپنی رُوح کو لطیف بنا سکتا ہے مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے قول وعمل میں مصطفوی کردار پیدا کرے۔ ظلم کرنے والوں کو معاف کرے' احترام آدمیت کی پہچان کرے۔اخلاق عالیہ کا آئینہ دار بنے۔ ہر کسی کو اپنے اخلاق حسنہ سے متاثر کرنے والا بنے۔

اللہ رسول کا 'حلم'

حلم کے معنی ہیں آہستگی و بردباری۔ اللہ تعالیٰ حلیم ہے یعنی رب تعالیٰ مستحق سزا کو جلدی نہیں پکڑنا، توبہ کی مہلت دیتا ہے یا دُنیا میں بُروں پر بھی کرم ومہربانی فرماتا ہے انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ قادروتوانا ہونے کے باوجود رحمت ورافت کا برتاؤ کرتا ہے وہ غلط کاروں کو فوراً انتقام کی چکّی میں پیس نہیں دیتا بلکہ ان کے ساتھ بڑے تحمل اور حلم کا سلوک کرتا ہے تمام عمر سرکشی اختیار کرنے والا جب بھی اُس کے دررحمت پر آ کر گر پڑتا ہے تو وہ اُس کو اپنے دامن رحمت میں ضرور جگہ دے دیتا ہے۔

امام بونی کا قول ہے کہ حلیم وہ ذات ہے جو اپنے سامنے نافرمانی ہوتی ہوئی دیکھ کر سزا میں جلدی نہیں کرتی اور نہ ہی نافرمانوں کو غصے کی بناء پر عتاب کا نشانہ بناتی ہے یہ خاص صفت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

ایک اور عالم کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اعتبار سے حلیم ہے وہ انتقام کے لئے جلدی نہیں کرتا اور گناہوں کی سزا میں رزق بند نہیں کرتا۔ اس لئے جو شخص اُسے اس صفت کے ذریعے پکارتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں بھی حلم پیدا فرما دیتا ہے۔

رحمۃ للعالمین کا حلم : رحمت دوعالم ﷺ کا حلم جیسا کہ منقول ہے، وہ روز روشن کی طرح عیاں اور دنیا سے نرالا ہے۔ کوئی حلیم اور بردبار ایسا نہ ہوگا جس سے ایسے مواقع پر انتقام کے طور پر کوئی فعل سرزد نہ ہوا ہو اور جواباً اس نے کوئی بات نہ کہی ہو لیکن آپ کی ذات ستودہ صفات ہی ایسی ہے کہ جتنی تکلیف واذیت بڑھتی گئی اسی قدر صبر اور برداشت میں اضافہ ہوتا چلا گیا حالانکہ آپ پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے گئے، جہلا نے زیادتی اور ایذارسانی میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہ کیا لیکن آپ نے صبر اور برداشت کے

دامن کو ایک لمحہ کے لئے بھی نہ چھوڑا' خندہ پیشانی سے سب کچھ برداشت کرتے رہے۔

اس پیکر رحمت نے کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ کی متعین فرمودہ کسی حد کو توڑا جاتا تو اس پر ضرور حد قائم فرمائی جاتی تھی۔ روایت ہے کہ غزوہ احد کے روز جب رسول اللہ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ کا چہرہ انور زخمی ہوا تو صحابہ کرام کو اس واقعہ سے بہت ہی صدمہ پہنچا اور وہ بارگاہ رسالت میں بصد عجز و نیاز عرض گذار ہوئے کہ کفار کی تباہی اور بربادی کے لئے دُعا فرمادی جائے۔ (قربان جائیں) اس وقت بھی اس سراپا رافت و جان رحمت نے یہی فرمایا کہ مجھے تو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ مخلوق خدا کو حق کی دعوت دوں' میں ان پر عذاب لانے کے لئے تو نہیں بھیجا گیا اور بارگاہ خداوندی میں دُعا کی کہ اے اللہ! میری قوم کو دولت ہدایت سے مالا مال کردے یہ لوگ مجھے پہچانتے نہیں ہیں **اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون**

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس موقع پر بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان' ایسے موقع پر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے کہا تھا: ﴿رَبِّ لَاتَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ اے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔

اگر آپ بھی اپنی قوم کے لئے ایسی ہی دُعا فرمادیتے تو کوئی ایک بھی بچنے نہ پاتا حالانکہ انہوں نے آپ کو زخمی کیا۔ آپ کا روئے انور خون آلودہ کیا اور دندان مبارک شہید کردیئے گئے اس کے باوجود آپ نے اُن کے لئے ہلاکت کی دُعا مانگنے سے (انکار فرمایا' بلکہ قوم کی بھلائی کے لئے بارگاہ خداوندی سے یوں طلبگار ہوئے: **اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون** اے اللہ! میری قوم کو معاف فرمادے کیونکہ یہ لوگ میرے منصب کو پہچانتے نہیں ہیں۔

قاضی غیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر آپ نے جس عظیم الشان فضل غایت درجہ احسان و بے حساب کریم النفسی اور انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

ملاحظہ تو فرمایئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے جانثاروں، شمع رسالت کے پروانوں کے جواب میں سکوت پر بھی اکتفا نہ فرمایا، بلکہ زبان مبارک سے معافی کا اعلان فرمادیا، مزید برآں یہ احسان فرمایا کہ بارگاہ رب العزت سے اُن کے لئے معافی اور ہدایت مانگی، ساتھ ہی اس شفقت رحمت کا سبب بھی بارگاہ خداوندی میں لفظ قومی کے ذریعے پیش کردیا اور **فانھم لایعلمون** کے ذریعہ اُن کی نامعقول حرکتوں کا بارگاہ خداوندی میں عذر بھی پیش کردیا۔

جب ایک شخص (ذوالخویصرہ) نے تقسیم غنائم کے وقت آپ پر اعتراض کیا اور کہا کہ عدل کیجئے کیونکہ آپ کی تقسیم رضائے الٰہی کے مطابق نہیں ہے۔ اس کا جواب آپ نے ایسے الفاظ میں دیا کہ اس کی جہالت بھی واضع ہوگئی اور نصیحت بھی فرمادی چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ افسوس! اگر میں بھی انصاف نہیں کرتا تو اور کون انصاف کرے گا؟ بعض صحابہ کرام نے اُسے قتل کرنا چاہا تو حضور نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمادیا۔

ایک غزوہ میں آپ کسی درخت کے نیچے بوقت دوپہر تنہا قیلولہ فرمارہے تھے کہ اچانک غورث بن حارث ارادہ قتل سے آپ کے پاس آپہنچا۔ صحابہ کرام ادھر ادھر آرام کررہے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ ایک آدمی ہاتھ میں ننگی تلوار لئے کھڑا ہے۔ غورث نے کہا، بتاؤ اب میرے وار سے تمہیں کون بچائیگا؟ رسول اللہ ﷺ نے بڑے اطمینان سے جواب دیا: اللہ تعالیٰ۔ اتنا سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار گرگئی۔ نبی کریم ﷺ نے وہ تلوار اُٹھالی اور فرمایا کہ اب تو بتا کہ تجھے کون بچائے گا؟۔ وہ بولا۔ آپ بہتر قابو پانے والے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا قصور معاف کردیا اور اُسے جانے کی اجازت رحمت فرمادی۔ غورث جب اپنی قوم میں واپس لوٹا تو کہنے لگا کہ میں بہترین انسان کے پاس سے آرہا ہوں اور سارا واقعہ سنایا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا اور آپ نے موٹے کناروں والی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ ایک اعرابی نے آپ کی اس چادر کو زور سے کھینچا جس کے باعث گردن مبارک پر نشان پڑ گیا۔ اس کے بعد اعرابی کہنے لگا

کہ اے محمد! میرے ان دونوں اونٹوں کو مال سے لا د دو۔تم کچھ اپنے باپ کے مال سے تو نہیں دو گے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش ہی رہے اور صرف یہی فرمایا کہ واقعی مال تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ اے اعرابی! تم سے اس زیادتی کا بدلہ لیا جائے گا۔ اس نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ آپ برائی کا برائی کے ساتھ بدلہ نہیں دیا کرتے۔ نبی کریم ﷺ نے تبسم فرمایا اور حکم دیا کہ اس کے ایک اونٹ پر جَو اور دوسرے پر کھجوریں لا د دو۔

ایک دفعہ آپ کی بارگاہ میں ایک ایسا شخص پیش کیا گیا جو آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ ڈرومت' اگرتم اپنے ارادے پر قائم بھی رہتے تب بھی میرے قتل پر قادر نہیں ہو سکتے تھے۔

اسلام لانے سے پہلے زید بن سعنہ آپ سے قرض مانگنے آیا اور سخت کلامی سے پیش آتے ہوئے کہنے لگا کہ اے عبدالمطلب کی اولاد! تم بڑے نادہندہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ کی لیکن رسول اللہ ﷺ تبسم فرما رہے تھے۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ اے عمر! یہ اور میں تو کسی اور ہی بات کے حاجت مند تھے۔تم مجھ سے اچھی طرح ادا کرنے اور اُس سے حسن تقاضا کے لئے کہتے۔ پھر آپ نے زید بن سعنہ سے فرمایا کہ ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کا قرضہ ادا کرو اور بیس صاع اُسے زیادہ دو کیونکہ تم نے اسے ڈرایا دھمکایا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے حلم کو دیکھ کر زید بن سعنہ مسلمان ہو گئے۔

زید بن سعنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی تمام نشانیاں دیکھ لی تھیں لیکن صرف دو اُمور دیکھنے باقی رہ گئے تھے۔ ایک یہ کہ اس نبی کے علم پر جہل غالب نہیں آ سکتا اور دوسری بات یہ کہ اُن کے ساتھ جتنا جاہلانہ سلوک ہوگا اتنا ہی اُن کے حلم میں اضافہ ہوگا۔ پس میں نے یہ نازیبا سلوک کر کے آپ کو اُن دونوں باتوں میں آزمایا تھا جن میں آپ پورے اُترے۔ (شفا شریف)

زمانہ جاہلیت میں قریش نے آپ کی ایذا رسانی میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی تھی لیکن آپ نے اُن حوصلہ شکن تکالیف کے مقابلے میں پورے صبر وتحمل ہی سے کام لیا' یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے اُن کے مقابلے میں آپ کو فتح وظفر سے نوازا اور وہ آپ کے زیر فرمان آ گئے حالانکہ وہ اپنی قوت وشوکت کے ٹوٹنے اور اپنی چہل پہل کی بربادی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ کامیاب ہونے پر آپ نے بانیان ظلم وستم کے ساتھ عفو ودرگزر ہی سے کام لیا اور انہیں مخاطب کر کے دریافت فرمایا کہ بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے گردنیں جھکا کر جواب دیا کہ ہمیں آپ سے بھلائی کی امید ہے کیونکہ آپ ایک شریف انسان اور ایک شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم سے وہی کہتا ہوں جو ایسے موقع پر میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام (نے اپنے بھائیوں سے) کہا تھا کہ

﴿لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمِ ؕ يَغْفِرُاللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ﴾ (یوسف/۹۲)

آج تم پر کچھ ملامت نہیں' اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

اور آپ نے اُن سے مزید فرمایا اَذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَآءَ جاؤ تم سب آزاد ہو۔ (شفا شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تنعیم سے ۸۰ آدمی آئے تا کہ صبح کی نماز کے وقت رسول اللہ ﷺ کو شہید کر دیں۔ وہ سارے کے سارے پکڑے گئے اور جب بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اُن سب کو چھوڑ دیا۔ اسی وقت پر اللہ جل مجدہ نے آیت کریمہ نازل فرمائی تھی ﴿هُوَالَّذِیْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّـة مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴾ (الفتح/۲۴)

اور وہی ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تمہارے ہاتھ اُن سے روک دیئے وادی مکہ میں بعد اس کے کہ تمہیں ان پر قابو دیدیا تھا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھتا ہے۔

وہ ابوسفیان جو بار ہا لشکر جرار لے کر آپ پر حملہ ہوتا رہا' آپ کے محترم چچا (سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور کتنے ہی صحابہ کرام کو شہید کروا چکا تھا اور شہادت کے بعد ان کا مثلہ

کروایا تھا' جب وہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اس کا قصور بھی معاف کر دیا اور بڑی نرمی اور شفقت سے گفتگو کرتے ہوئے اُس سے فرمایا ابوسفیان! کیا تجھ پر ابھی واضح نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے' تجھ پر افسوس ہے۔ ابوسفیان عرض گذار ہوئے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' آپ تو بڑے حلیم و کریم اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ لوگوں کے برعکس رسول اللہ ﷺ شاذ و نادر ہی غصہ میں آتے تھے اور اگر کبھی غصہ آ بھی جاتا تو بہت جلد راضی ہو جاتے تھے۔ (صلی اللہ علیک یا رسول اللہ)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے حق کے لئے کبھی انتقام نہ لیا۔ ہاں جب آپ کسی حرمت اللہ کی بے حرمتی دیکھتے تو اللہ تعالیٰ کے واسطے اُس کا انتقام لیتے۔ (صحیح بخاری)

نبوت کے دسویں سال آنحضرت ﷺ قبیلہ ثقیف کو دعوت اسلام دینے کے لئے طائف تشریف لے گئے۔ مگر بجائے رو براہ ہونے کے انہوں نے آپ کو اس قدر اذیت دی کہ نعلین مبارک خون آلودہ ہو گئے۔ جب آپ وہاں سے واپس ہوئے تو راستے میں پہاڑوں کے فرشتے نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ جو چاہیں حکم دیں' اگر اجازت ہو تو اخشبین کو اُن پر اُلٹ دوں۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ ہلاک ہو جائیں بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے بندے پیدا کرے گا جو صرف خدا کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ (مشکوٰۃ)

ہجرت سے پہلے مکہ میں کفار نے مسلمانوں کو اس قدر اذیت دی کہ اُن کا پیمانہ صبر گریز ہو گیا چنانچہ حضرت خباب بن الارث بیان کرتے ہیں کہ ہمیں مشرکین سے شدت وسختی پہنچی' میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سر مبارک کے نیچے چادر رکھ کر کعبہ کے سائے میں لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا' آپ مشرکین کی ہلاکت و بربادی کے لئے دُعا کیوں نہیں کرتے؟ یہ سُن کر آپ اُٹھ بیٹھے' چہرہ مبارک سرخ ہو گیا تھا۔ فرمایا تم سے

پہلے جو لوگ گزرے ہیں اُن پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتیں جس سے گوشت پوست سب علحدہ ہو جاتا اور اُن کے سر پر آرے رکھے جاتے اور چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے، مگر یہ اذیتیں اُن کو دین سے برگشتہ نہ کر سکتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو کمال تک پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اُسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری)

جب رسول اللہ ﷺ محاصرہ طائف (شوال ۸ھ) سے واپس آنے لگے تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ آپ ثقیف پر دُعا بربادی فرمائیں۔ مگر آپ نے یوں دُعا فرمائی **اللھم اھد ثقیفاً** ۔ (خدایا ثقیف کو ہدایت دے) چنانچہ وہ دُعا قبول ہوئی اور ثقیف ۹/ ہجری میں ایمان لائے۔

عکرمہ بن ابی جہل قرشی مخزومی اپنے باپ کی طرح رسول اللہ ﷺ کے سخت دشمن تھے۔ فتح مکہ کے دن وہ بھاگ کر یمن چلے گئے۔ اُن کی بیوی جو مسلمان ہو چکی تھی وہاں پہنچی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے بڑھ کر صلہ رحم اور احسان کرنے والے ہیں، غرض وہ عکرمہ کو بارگاہ رسالت میں لائی۔ عکرمہ نے آپ کو سلام کہا۔ رسول اللہ ﷺ اُن کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور ایسی جلدی سے اُن کی طرف بڑھے کہ چادر مبارک گر پڑی اور فرمایا: **مرحبا بالرّاکب المھاجر** ہجرت کرنے والے سوار کو آنا مبارک ہو (اصابہ۔ سیرت حلبیہ)

ہند بنت عتبہ (زوجہ ابوسفیان بن حرب) جو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ چبا گئی تھیں فتح مکہ کے دن نقاب پوش ہو کر ایمان لائیں تا کہ آنحضرت ﷺ پہچان نہ لیں۔ بیعت کے موقع پر بھی گستاخی سے باز نہ رہیں۔ ایمان لا کر نقاب اُٹھا دیا اور کہنے لگیں کہ میں ہند بنت عتبہ ہوں مگر حضور رحمتہ للعالمین ﷺ نے کسی امر کا ذکر تک نہ کیا۔ یہ دیکھ کر ہند نے کہا، یا رسول اللہ! روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ میری نگاہ میں آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ مبغوض نہ تھے لیکن آج میری نگاہ میں روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ محبوب نہیں رہے، ۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا۔لوگ اسے مار پیٹ کرنے کے لئے اٹھے۔رسول اللہﷺ نے فرمایا' اسے جانے دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو' کیونکہ تم نرم گیر بنا کر بھیجے گئے ہو' سخت گیر بنا کرنہیں بھیجے گئے۔' (صحیح بخاری)

الغرض اس طرح کے نبی رحمت کی حیات طیبہ میں ہزاروں واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حلم وعفو یعنی ایذاؤں کا برداشت کرنا اور مجرموں کو قدرت کے باوجود بغیر انتقام کے چھوڑ دینا اور معاف کر دینا آپ کی یہ عادت کریمہ بھی آپ کے اخلاق حسنہ کا وہ عظیم شاہکار ہے جو ساری دنیا میں عدیم المثال ہے۔

اللہ رسول 'عظیم' ہیں

اللہ تعالیٰ عظیم ہے۔ عظیم عظمت سے بنا بمعنی بڑائی' بڑائی جسمانی بھی ہوتی ہے اور رتبے وعزت کی بھی' یہاں عظمت وعزت کی بڑائی مراد ہے یعنی ایسی عظمت والا کہ کسی کا گمان و وہم وہاں کام نہ کر سکے۔

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا پہچان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

اللہ تعالیٰ اپنی شان میں ہر لحاظ سے بلند و بالا ہے۔ اس کی عظمت اور غلبہ ہر چیز پر حاوی ہے۔ اس کی عظمت اور کبریائی منفرد نوعیت کی ہے اور جو چیزیں اس کی ہیں وہ بھی عظیم ہیں۔ اُس کا ہر کام عظمت والا ہے' ارض وسما کا مالک ہونے میں اللہ عظیم ہے' مخلوق کو رزق دینے میں اللہ عظیم ہے' سب سے زیادہ پاک اور منزہ ہونے میں اللہ عظیم ہے۔ عزت اور غلبے میں اللہ عظیم ہے' جبار اور قہار ہونے میں اللہ عظیم ہے۔ گناہوں کے معاف کرنے میں اللہ عظیم ہے۔اپنی رحمت نازل کرنے میں اللہ عظیم ہے۔علم اور حلم میں اللہ عظیم ہے' عدل و انصاف میں اللہ عظیم ہے کیونکہ اس جیسا انصاف کوئی نہیں کرسکتا۔حسن تدبیر میں' اللہ عظیم ہے

ہر چیز پر اختیار رکھنے میں، اللہ عظیم ہے۔ اپنے کرم میں اللہ عظیم ہے۔ اپنے حسن میں اللہ عظیم ہے گویا کہ وہ سب سے زیادہ جمیل ہے اس لئے وہ اپنی صفت کی بنا پر کائنات کے ذرے سے لے کر سب سے بڑی چیز سے بھی عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو بھی عظمت دی ہے حضور ﷺ تمام مخلوق سے عظیم ہیں۔ شیخ، مریدین سے عظیم اور بادشاہ، رعایا سے عظیم ہے۔ (روح البیان)

جو شخص اسے اُس صفت سے پکارتا ہے وہ اُسے بھی عظیم کر دیتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت : حضور سید المرسلین ﷺ کی عظمت و رفعت کا کیا کہنا۔ حضور ﷺ مجسمہ اخلاق وحسنات کے عظیم مقام پر فائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کی صفات و خصائل کو اخلاق کا مجموعہ قرار دیا جس کا ذکر سورہ قلم میں ان الفاظ میں بیان فرمایا ﴿ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴾ اور یقیناً آپ تو اعلیٰ اخلاق کے پیکر ہیں۔

قرآن حکیم حضور ﷺ کی اخلاقیات کی بڑی واضح اور ہر قسم کے عیب سے پاک کتاب ہے حضور ﷺ کی ذات اقدس اخلاقیات کے ان ابواب کی تشریح و توضیح ہے۔ اخلاقیات ہوں یا عبادات، معاشیات ہوں یا معاملات، ہمارے تمام اُلجھے ہوئے مسائل کا حل صاحب خلق عظیم کی اطاعت و محبت میں ہے لیکن جب ہم اپنے گرد و پیش روز رونما ہونے والے واقعات کو دیکھتے ہیں جنہوں نے معاشرتی امن و امان کے پرخچے اڑا دیئے ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ اخلاق محمدی ﷺ کے اخلاق کو اپنانے کی بجائے مغرب کی تقلید کو اپنا کر عزت و وقار حاصل کرنا شروع کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی عظمتوں رفعتوں کے اقرار کی بجائے یورپ کے کمالات کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں جس کے نتیجے میں تو آج ہم مکمل طور پر مغرب کی غلامی و اطاعت میں آچکے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی بجائے مغرب کو اپنا ملجا و ماویٰ سمجھا ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی عزت ناموس پر کٹ مرنے والے صحابہ کرام نے اتنا اونچا مقام کس طرح پالیا؟ آج دنیا اُن کے نقوش قدم کو سرمہ طور کیوں سمجھتی ہے؟

اگر ہم اس بات پر غور کر لیں تو ہمارا معاشرہ تمام برائیوں سے پاک ہو جاتا ہے آج کے انسان کو وہی عظمت، وہی عزت، وہی قدر و منزلت مل سکتی ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے حاصل کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی عظمت و اخلاقیات کے ترانے، آپ کے خصائل کے تذکرے سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی پائے جاتے تھے اور قرآن حکیم تو حضور ﷺ کی عظمت پر بہت بڑی گواہ کتاب ہے۔

ہماری کامیابی و کامرانی کا راز اسی بات میں مضمر ہے کہ ہم حضور ﷺ کی عظمت و رفعتوں کے سامنے جبین نیاز خم کر دیں جس طرح صحابہ نے حضور ﷺ کی عظمت و رفعت کا جہاں اعتراف کیا وہاں ان لوگوں نے اس بات کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔

قریش مکہ عروہ بن مسعود ثقفی کو صلح حدیبیہ کے موقع پر جب اپنا سفیر بنا کر حضور ﷺ کے پاس بھیجا تو اُس نے عظمت مصطفیٰ ﷺ کا اعتراف یوں کیا۔قوم کے پاس واپس آ کر کہنے لگا۔اے میری قوم۔اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا۔میں قیصر و کسریٰ کے دربار میں گیا **واللہ انی رایت ملکا قط یعظمہ اصحابہ مایعظم اصحاب محمدٍ(ﷺ) محمداً (ﷺ)** اللہ کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جس طرح محمد ﷺ کے ساتھی محمد ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں۔ **واللہ ان تنخم نخامۃ الا وقعت فی کف رجل منھم** اللہ کی قسم، اگر وہ تھوکتے ہیں تو اُن کا تھوک کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پر پڑتا ہے **فذلک بھا وجھہ وجلدہ** جسے وہ اپنے چہرے اور جلد پر مل لیتا ہے **واذا امرھم ابتدروھا** اور جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ اُس کی تعمیل کرتے ہیں **واذا توضا کادوا یقتلون علی وضوءہ** اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ وہ وضو کے مستعمل پانی کو حاصل کرنے کے لئے جھگڑ پڑیں گے **واذا تکلموا خفضوا اصواتھم عندہ** اور جب اُن کے پاس کوئی بات کرتے ہیں تو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں **وما یحدون الیہ النظر تعظیما لہ** اور تعظیم کی خاطر اُن کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھتے بھی نہیں (صحیح بخاری)

ایمان کی روح کو اسی صورت میں پایا جا سکتا ہے جب ہمارے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت کا ایسا چراغ جلے جو بجھنے نہ پائے۔صحابہ کرام کو یہ مقام اسی لئے ملا کہ انہوں نے بارگاہ رسالت ﷺ کی تعظیم کو مقدم جانا اور حضور ﷺ نے بھی ان لوگوں کو ایسی شفقت اور محبت عطا فرمائی جس کی مثال دنیا کا بڑے سے بڑا بادشاہ بھی نہیں پیش کر سکتا۔

اللہ رسول کا جلال و جمال

اللہ تعالیٰ جلیل ہے۔ جلیل کے معنی ہیں بزرگی والا۔جلالت والا' جلال و جمال والا صفات جلالیہ سے موصوف یعنی بزرگی وقدر والا' امام غزالی نے فرمایا کبیر کمال ذاتی اور جلیل کمال صفاتی پر دال ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان اپنے ذاتی کمالات کی بناء پر جامع اور اکمل ہے اور اپنی صفات میں ہر لحاظ سے کامل اور عظیم ہے اس میں جمال اور جلال کی خوبیاں بیک وقت موجود ہیں اس لئے اسے جلیل کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی صفت جلال کی بناء پر مخلوق کے افعال کو سیدھے راستے پر قائم رکھتا ہے اور صفت جمال کی بناء پر اُن پر رحمت اور کرم کرتا ہے اور انہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے کسی مخلوق کو اس کے حضور میں دَم مارنے کی جراءت نہیں۔اگر کوئی اس کے حضور میں اکڑنے کی کوشش کرے تو وہ اس کی گرفت میں آجاتا ہے اس لئے اس کے جلال اور عظمت سے ڈرنا چاہئے اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم اور سختی کی بناء پر جلیل ہے۔

حضور ﷺ کی جلالت : اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو یہ صفاتی نام بھی عطا فرمایا ہے۔جلیل کے معنی عظیم کے ہیں جس کی صفتیں کمال کو پہنچ گئی۔ حضور آقائے دو جہاں ﷺ کی صفات کا کیا کہنا جس کی صفات کو 'خلق عظیم' کہا گیا تو تو یقیناً وہ ہستی حد کمال کو پہنچی ہوئی ہے جس کا جلال ایسا کہ بڑے بڑے لوگوں پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک شخص کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا'

بالآخر حضور ﷺ نے فرمایا کیوں کانپ رہے ہو، میں کوئی بادشاہ تو نہیں۔

سبحان اللہ۔ حضور ﷺ کو وہ مقام حاصل ہوا کہ خود رب کریم اُن کی عظمت بیان فرما رہا ہے اور اپنے محبوب ﷺ کی بارگاہ کی عظمت کا یوں اعلان کیا کہ فرمایا اے دُنیا والو ! میرا محبوب بہت بڑی عظمت کا حامل ہے۔ اس کی بارگاہ میں آتے ہو تو ایک دوسرے کی طرح نہ سمجھا کرو بلکہ اونچا بولا بھی نہ کرو ﴿وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ﴾ اور اس طرح مت پکارا کرو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو ﴿اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر تک بھی نہ ہو۔

مقام مصطفوی کی یہ عظمت و رفعت ہے کہ کافر بھی آپ کی عظمت و بزرگی کے گواہ ہیں۔ اتنا عظیم رسول جلیل ہے تو پیکر جلال بھی ہے اگر چہرۂ اقدس پر جمال آتا ہے تو چہرۂ انور کے کھلنے والے نور سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گمشدہ سوئی مل جاتی ہے۔ جب جلال آتا ہے تو ہلتا ہوا احد پہاڑ بھی پاؤں کی ٹھوکر سے رُک جاتا ہے۔ بزرگی کا عروج اس قدر کہ جس پتھر کو صحابہ باری باری توڑنے کی کوشش کرتے ہیں تو ٹوٹتا نہیں، حضور ﷺ کے کدال کی ایک ضرب سے دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

سید عالم حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت و رفعت کے سامنے کس نے سر نہیں جھکایا؟ شاہ کسریٰ نے حضور ﷺ کا نامہ مبارک پھاڑا تھا، تب حضور ﷺ نے فرمایا، اُس نے میرا خط نہیں پھاڑا بلکہ اپنی حکومت کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ چند دنوں کے بعد اُس کے بیٹے شیرویہ نے اس کو قتل کر ڈالا۔

وہ ہستی جس کی صفات حد کمال کو چھو رہی ہیں جب کرم پر آتے ہیں تو رحمت کے دریا بن جاتے ہیں، جب چہرہ پر جلال ہوتا ہے بڑے بڑے ہیبت کے مالک دم نہیں مارتے۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ

حضور ﷺ سے چند چیزوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ حضور ﷺ نے انہیں اچھا نہ سمجھا‘ جب آپ ﷺ سے سوالات کی کثرت ہوگئی تو حضور ﷺ کا چہرہ جلال سے بھر گیا تو فرمایا‘ **سلونی عما شئتم** (بخاری) جو چاہتے ہو پوچھ لو۔ ایک شخص اُٹھا‘ اُس نے عرض کیا۔۔ میرا باپ کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا تیرا باپ سالم ہے جو شیبہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔ جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چہرہ انور پر جلال دیکھا تو عرض کیا‘ یا رسول اللہ ﷺ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔ دراصل منافقین نے حضور ﷺ کے علم مبارک پر اعراض کیا تھا کہ محمد کہتے ہیں وہ مومنوں اور کافروں کو جانتے ہیں اور ابھی تک جو پیدا نہیں ہوئے انہیں بھی جانتے ہیں اور ہم تو ہر وقت اُن کے ساتھ رہتے ہیں ہمارا پتہ ہی نہیں کہ ہم منکر ہے۔ جب حضور ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ کو بہت غصہ آیا اور جلال سے چہرہ انور متغیر ہوگیا تو اسی عالم میں منبر پر چڑھ کر فرمایا **سلونی عما شئتم** جو چاہو پوچھو۔ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو میرے علم پر اعتراض کرتے ہیں (یعنی انہیں کیا خبر نبی کتنی عظمت و بزرگی کا مالک ہوتا ہے) اسی اثناء میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ گئے آج عظمت وجلال کے پیکر نے منافقین کو چیلنج کیا ہے تو اپ فی الفور اُٹھے اور بارگاہ مصطفوی ﷺ میں دوزانو بیٹھ گئے اور سب کی طرف سے توبہ کی‘ کیونکہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایسے حالات کے پیش نظر کسی کی جرأت نہ ہوتی وہ آقا ﷺ کی بارگاہ میں کچھ بولے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس پیکر قدر وجلالت کی وجہ سے ہی منع فرمایا کہ نہ میرے محبوب کی بارگاہ میں حد سے بڑھو نہ اونچی بولو۔ نہ حجروں سے باہر کھڑے ہوکر آواز دو‘ نہ اپنے جیسا سمجھو جس طرح تم ایک دوسرے کو سمجھتے ہو۔ تم ہر حال میں ان کا ادب احترام کرو کیونکہ ان کی عظمت جلال و بزرگی کو جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

اللہ رسول 'کریم' ہیں

کریم وہ ہے جو مجرم پر قادر ہوکر معافی دیدے، وعدہ کر کے پورا کرے اور امید سے زیادہ دے اور اپنے پناہ لینے والے کو ضائع نہ کرے، تمام وسیلوں سے بے نیاز ہو، غرض کہ ایک لفظ کریم محامد کا مجموعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کریم ہے کیونکہ اس سے جو مانگتا ہے اسے عطا کر دیتا ہے جتنا مانگتا ہے اتنا ہی دے دیتا ہے مانگنے سے بھی دیتا ہے اور محروم نہیں رکھتا۔ اس کی عطا کے خزانے بھرپور ہیں مخلوق کی کوتاہیوں کو دیکھتے ہوئے بھی درگزر کر دیتا ہے گویا کہ اس کے کرم کی کوئی حد نہیں۔ اس لئے ہر وقت اللہ تعالیٰ سے کرم کی التجا کرتے رہنا ضروری ہے، جو شخص '**یا کریم**' کثرت سے پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے کریم النفس کر دیتا ہے نیک اخلاق اور نیک مزاج کر دیتا ہے۔

حضور ﷺ کا کرم ھی کرم : حضور سید المرسلین ﷺ **تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ** کا عکس جمیل ہیں۔ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ﴿ **اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ** ﴾ بے شک یہ (قرآن) رسول کریم کا قول ہے۔
یہی وجہ ہے جب بھی حضور ﷺ اپنی عنایات جلیلہ کے دروازے کھولتے تو کرم کے دریا بہا دیتے، کسی اور کا محتاج نہ رہنے دیتے۔ عثمان بن طلحہ کلید بردار کعبہ کا ایمان افروز واقعہ کہ حضور ﷺ نے اُن پر کیسے کرم فرمایا: کہتے ہیں حضور ﷺ کے ہجرت فرمانے سے پہلے ایک دن آپ سے میری ملاقات ہوئی۔ آپ نے مجھے اسلام لانے کی دعوت دی۔ میں نے کہا اے محمد ﷺ۔ آپ کیسی عجیب وغریب باتیں کرتے ہیں۔ آپ مجھ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ میں آپ کا پیرو کار بن جاؤں گا حالانکہ آپ نے اپنی قوم کے دین کو ترک کر دیا ہے اور ایک نئے دین کا اعلان کیا ہے عثمان بن طلحہ نے کہا کہ وہ کعبہ کا متولی تھا۔ پیر اور جمعرات کے روز کعبہ کا دروازہ کھولا کرتے تھے، ایک دن کعبہ کا دروازہ کھولا تو حضور ﷺ

دوسرے لوگوں کے ساتھ کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ میں نے آپ کے ساتھ بڑی بدخلق کا مظاہرہ کیا لیکن آپ نے کسی جوابی کاروائی کا مظاہرہ نہ کیا بلکہ بڑی حلم و بردباری سے میری بداخلاقی کو برداشت کیا اور فرمایا اے عثمان **لعلك ستری هذا المفتاح یوما بیدی اضعه حیث شیئت** یادرکھو۔ وہ دن آنے والا ہے جب تو دیکھ لے گا یہ کعبہ کی کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور جس کو چاہوں گا دے دوں گا۔۔۔عثمان بن طلحہ کہتے ہیں میں آپ کے یہ الفاظ سن کر بوکھلا گیا اور میں نے کہا کہ یہ کام تو اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب قریش کی عزت و آبرو خاک میں مل چکی ہوگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عثمان۔ جس دن چابی میرے ہاتھ میں ہوگی اس روز قریش ذلیل وخوار نہیں بلکہ اُن کی عزت وشان کا سورج دوپہر کے سورج کی طرف چمک رہا ہوگا۔

عثمان بن طلحہ کہتے ہیں' میں نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن کر یقین کرلیا کیونکہ ان کی زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ کن کی کنجی ہے میں نے سوچا کہ میں مسلمان ہوجاؤں لیکن میری قوم کو میرے اس ارادہ سے بڑی مایوسی ہوئی بلکہ مجھے سختی سے جھڑکا' بہرحال میں نے ایمان لانے کا ارادہ ترک کردیا۔

جب حضور ﷺ مکہ کے فاتح بن کر آئے تو آپ نے مجھے فرمایا لاؤ کعبہ کی چابی مجھے دو۔ میری کیا مجال تھی میں حکم نبوی کے آگے چوں و چراں کرتا۔ میں فوراً گھر گیا اور چابی لاکر آپ کے ہاتھ پر رکھ دی۔ حضور ﷺ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا اے عثمان۔اس وقت کو یاد کرو جب میں نے تمہیں کہا تھا ایک روز یہ کعبہ کی چابی میرے ہاتھ میں ہوگی جس کو چاہوں گا عطا کردوں گا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ بالکل سچ فرمارہے ہیں ایسے ہی کہا تھا۔ اب میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں جب میں نے اسلام قبول کرلیا تو مجھے کیا خبر کہ یہ کرم اب ہمیشہ کے لئے مجھ پر ہونے والا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عثمان ہاتھ بڑھاؤ' میں نے ہاتھ آگے کیا تو فرمایا **خذوها خالدة تالدة لاینزعها منکم الا ظالم** چابی پکڑلو اور اب میں تم کو ہمیشہ کے لئے دے رہا ہوں

جوتم سے یہ چابی چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔

اللہ اللہ۔ چودہ سو سال گزر گئے جب چابی حضور ﷺ نے عثمان بن طلحہ کو دی وہ آج بھی عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے ہاتھ میں ہے۔ (ضیاء النبی)

حضور نبی کریم ﷺ کے اس وصف باکمال سے ہزاروں نہیں لاکھوں کروڑوں انسان ہیں جو آپ کے کرم کی خیرات پر پل رہے ہیں۔

تاریخ ابن کثیر میں ہے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبول اسلام سے قبل سمندر کے راستے کشتی پر سوار ہوئے' انہیں طوفان نے گھیر لیا۔ کشتی والوں نے کہا اللہ تعالیٰ سے مخلص ہو کر دُعا مانگو کیونکہ اس جگہ تمہارے جھوٹے خدا کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ عکرمہ نے کہا اللہ کی قسم اگر سمندر میں سوائے اخلاص کے نجات نہیں مل سکتی تو خشکی میں بھی سوائے اخلاص کے چارہ نہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں اے اللہ۔ اگر تو نے مجھے اس مصیبت سے بچا لیا جس میں' میں اس وقت پھنسا ہوا ہوں تو پھر تیرے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں جا کر اپنے ہاتھ ان کے مبارک ہاتھوں میں دوں گا اور دامن اسلام میں آ جاؤں گا اور اُن کو ضرور معافی دینے والا کریم پاؤں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عکرمہ کو طوفان سے نجات دی اور وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر مشرف با سلام ہوئے۔ امام زہری فرماتے ہیں جب عکرمہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے حضور ﷺ فرط محبت سے اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور اپنی چادر اُتار کر اُن پر ڈال دی اور فرمایا **مرحبا بمن جاء مومنا مھاجرا** ۔ میں اس شخص کو مرحبا کہتا ہوں جو ایمان لایا اور ہجرت کر کے میرے پاس آیا۔ پھر آقا کا دریائے رحمت جوش میں آیا۔ فرمایا اے عکرمہ مانگو جو مانگنا ہے میں تم کو عطا کروں۔ عرض کی یا نبی اللہ ﷺ مجھے میری ساری خطائیں معاف فرما دیں۔ حضور ﷺ نے دست دُعا اٹھائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی اے اللہ۔ عکرمہ کی ساری خطائیں معاف فرما۔

اللہ رسول کی نورانیت

نور وہ جو بذات خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کرے۔ رب تعالیٰ خود نور ہے کہ ظاہر بھی ہے اور اس لئے اپنے محبوبوں کو خلق پر ظاہر بھی کر دیا۔

ہمارے سامنے نور کا تصور روشنی ہے مگر اس کی حقیقت مشاہدہ کے علاوہ کسی اور ذریعے سے سامنے نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات نور ہے لہذا جو اُسے اس صفت سے 'یا نور' پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے روشن کر دیتا ہے اس کا ظاہر اور باطن اللہ تعالیٰ کے نور سے روشن ہو جاتا ہے راہ معرفت تلاش کرنے والوں کے لئے بنیادی طور پر یہ وظیفہ بہت کارآمد ہے۔

حضور ﷺ نور مبین ھیں : اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو نور مبین فرمایا ہے :

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا﴾ اور ہم نے تمہاری طرف روشن نُور اُتارا (النساء)

﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾ (المائدہ/۱۵) بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ (نور سے مُراد حضور ﷺ ہیں)

امام المفسرین ابن جریر لکھتے ہیں **یعنی بالنور محمدا صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلّم الذی انار الله به الحق واظهربه الاسلام ومحق به الشرك فهو نور لمن استناربه** (تفسیر ابن جریر) یعنی نور سے مراد یہاں ذات پاک محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والثناء ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کر دیا۔ اسلام کو ظاہر فرمایا' شرک کو نیست ونابُود کیا۔ حضور ﷺ نور ہیں مگر اس کے لئے جو اس نور سے دل کی آنکھوں کو روشن کرنا چاہے۔ اللہ تعالیٰ اس نور مجسم کی تابانیوں اور درخشانیوں سے ہمارے آئینۂ دل منور فرمائے اور اپنے محبوب کی غلامی اور محبت کی سعادت سے بہرہ اندوز فرمائے' آمین۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو نور فرما رہا ہے تو کسی کو کیا اعتراض؟ (تفسیر ضیاء القرآن)

علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ اندھیرے گھر کو اپنے نورانی چہرہ اقدس سے روشن کر دیتے تھے۔ (المسرات)

وہ نور مجسم صل علی جس سمت گزرتے جاتے تھے
تاریکیاں مٹتی جاتی تھیں انوار بکھرتے جاتے تھے

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اندھیری راتوں میں حضور پرنور ﷺ کی نورانیت کی چمک سے سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتی تھی۔ (خصائص الکبریٰ، نسیم الریاض)

سیدنا حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے حُسن و جمال کے تاجدار، احمد مختار

وَاَجۡمَلَ مِنۡكَ لَمۡ تَرَ قَطُّ عَيۡنِىۡ — **وَاَكۡمَلَ مِنۡكَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَآءِ**

آپ سے بڑھ کر کوئی حُسن و جمال والا میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا — آپ سے بڑا صاحبِ کمال تمام جہاں کی عورتوں کی آغوش میں کبھی کوئی نہیں پیدا ہوا

خُلِقۡتَ مُبَـرَّءً مِّـنۡ كُلِّ عَيۡبٍ — **كَاَنَّكَ قَدۡ خُلِقۡتَ كَمَا تَشَآءُ**

خالقِ حُسن و جمال نے آپ کو ہر عیب سے بَری اور پاک پیدا فرمایا ہے — گویا آپ جس طرح چاہتے تھے خلاق عالم نے آپ کی تخلیق فرمائی۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

وہ کمال حُسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں — یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
جس کے چہرے پہ جلوؤں کا پہرا رہا — نجم وطہ کے جھرمٹ میں چہرا رہا
حُسن جس کا ہر اک 'چھب' میں گھرا رہا — جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا

اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

جمال محمدی ﷺ کا ایک پَرتو عالم پر چمکا اور اسی سے ایک حصہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ملا اور باقی سارے جہان میں تقسیم ہوا۔ شمس و قمر، زہرہ و مشتری میں وہی نور درخشاں ہے۔ زمین و آسمان، عرش و کرسی میں وہی نور تاباں ہے۔ عرش پر اسی کی چمک ہے۔ فرش پر

اسی کی جھلک ہے۔ جنت میں اسی کی مہک ہے۔ ہر حُسن میں اسی کا نمک ہے۔
حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حُسن مصطفیٰ پہ اللہ تعالیٰ نے حجابات گرا رکھے ہیں اگر اُٹھ جائیں تو سارا عالم مدہوش ہو جائے۔ (الدرالثمین)

بخاری کتاب الجہاد میں ہے کہ جنت کی حور اگر زمین کی طرف جھانکے تو زمین و آسمان کے درمیان فضا نور سے جگمگا اٹھے۔ حور کے اس حُسن کو ماننے والے کاش حضور ﷺ کے حُسن کو بھی مان لیں۔۔۔قادر مطلق نے اپنے محبوب علیہ السلام کے چہرہ انور پر ستر ہزار پردے ہیبت و جلال اور رحمت و جمال کے ڈال رکھے ہیں۔ چشم عالم نظارہ جمال مصطفویہ سے دور و مجبور رہے اور عقول بشریہ اس کے ادراک سے قاصر ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حُسن کا عالم یہ ہے کہ مصر کی عورتیں حُسن یوسفی میں ایسے محو ہوئیں کہ شعور کھو بیٹھیں اور عالم بے خودی میں اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر وہ میرے محبوب کے جمال حقیقی کو دیکھتی تو اپنے دل کاٹ لیتی تھیں۔ جمال محمدی ﷺ کا دلکش منظر تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اپنے والہانہ انداز میں بیان فرماتے ہیں:

وہ حُسن یوسفی تھا جہاں عورتوں کی انگلیاں کٹ گئیں، انھوں نے کاٹی نہیں تھیں کٹ گئیں، ہوش وحواس میں نہیں، بے حواسی میں۔ مَردوں کی بات نہیں، عورتوں کی بات ہے۔ غور کیجئے وہاں معاملہ عورتوں کا ہے مردوں کا نہیں۔ وہاں معاملہ بے حواسی، بے خودی کا ہے۔ حواس و ہوش کا نہیں، وہاں کٹنے کا ہے، کاٹنے کا نہیں ہے۔ مگر اے رسول آپ کا یہ جمال ہے کہ یہاں مردان عرب گردنیں کٹا رہے ہیں۔ یہاں عورتوں کا معاملہ نہیں، مردوں کا ہے۔ یہاں بے حواسی کا معاملہ نہیں، ہوش وحواس کا ہے۔ یہاں کٹنے کا معاملہ نہیں، کٹانے کا ہے۔

حُسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

حضور ﷺ ایسے حسین ہیں کہ انسان، جانور، لکڑیاں، پتھر، کنکر، فرشتے، حور و غلمان......

سب آپ کے عاشق ہیں۔ کنکر پتھروں نے حضور کا کلمہ پڑھا۔ لکڑیاں فراق میں روئیں۔ اونٹوں نے اپنے گلے ذبح کے لئے حضور کے سامنے پیش کئے جیسا کہ حج الوداع کے موقع پر ہوا۔

صحابہ کرام نے حضور ﷺ ہی کے عشق میں اپنا مال واسباب' اولاد بلکہ سب کچھ قربان کیا۔ سارے حسینوں کو ہزاروں انسانوں نے دیکھا مگر عاشق چند ہی ہوئے۔ حُسن یوسف کو سب نے دیکھا مگر عاشق ایک زلیخا۔ شیریں ولیلےٰ کو دُنیا بھر نے دیکھا۔ چاہنے والے صرف مجنون وفرہاد۔ مگر محبوبیت مصطفوی کا یہ عالم ہے کہ آج اس جمال کو دیکھنے والا کوئی نہیں مگر عاشق جانباز کروڑوں ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ آج حُسن یوسفی کا عاشق کوئی نہیں مگر حضور ﷺ ایسے حَسین محبوب ہیں کہ پَردہ فرمائے چودہ سو سال ہوگئے مگر آپ کی محبوبیت دن بدن بڑھ رہی ہے۔

اُن کے رُخ سے پَردہ اُٹھ جائے تو پھر معلوم ہو
کس میں کتنی بےخودی ہے کس میں کتنا ہوش ہے

حضور ﷺ نور بھی ہیں اور نور گر بھی ہیں۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو تا قیامت' اولیاء اللہ کو نور بنا دیا۔ اس لئے انہیں قرآن مجید نے سراج منیر فرمایا بمعنیٰ نور گر سورج۔ نور کے تین درجے ہیں۔ صرف نور' جیسے تارے نور ہیں کہ خود چمکتے ہیں مگر زمین کا اندھیرا دور نہیں کر سکتے۔ نور مبین' جیسے چاند کہ خود چمکتا ہے اور زمین پر چاندنا کر دیتا ہے یہ ہے نور مبین...... نور منیر' جیسے سورج کہ خود چمکتا ہے' زمین پر دھوپ بھی ڈالتا ہے' چاند تاروں کو منور بھی کر دیتا ہے لہٰذا وہ نور بھی ہے نور مبین بھی اور نور منیر بھی۔۔۔حضور ﷺ نور بھی ہیں' نور مبین بھی' نور منیر بھی۔ اس لئے قرآن کریم نے انہیں کہیں نور کہا' کہیں نور مبین' کہیں نور منیر' ۔ سراج منیر فرمایا۔۔۔جس چراغ سے اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو روشن کر دیا ہے وہ سراج منیر ہیں محمد رسول اللہ ﷺ ۔۔۔جن کی روشنی جن کی ضیاء سے ساری کائنات کو اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف' شرم وحیاء' علم ومعرفت کے نور سے منور فرما دیا۔

﴿اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ﴾

اللہ زمین وآسمان کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی جیسے طاق ہے' اس میں چراغ' اور وہ چراغ ایک فانوس میں ہے۔ علماء کہتے ہیں وہ طاق ہے سینۂ محمد ﷺ۔ اور اس طاق کے اندر جو دل رسول ہے وہ وہی چراغ ہے۔ وہ اللہ کا نور ہے جس سے ساری کائنات روشن ہے اور میرے رسول کا جسم وہ فانوس ہے جو نور الٰہی پر چڑھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے چراغ محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ساری کائنات کو منور فرما دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے لئے فرمایا ﴿**رب العٰلمین**﴾ اور رسول کے لئے ارشاد فرمایا ﴿**رحمة للعٰلمین**﴾۔ تو معلوم ہوا جہاں جہاں ربوبیت کا نور جا رہا ہے وہاں وہاں رحمت کا رنگ بھی جا رہا ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کسی کے لئے رب ہو اور رسول اس کے لئے رحمت نہ ہو۔

اللہ رسول ’حکیم‘ ہیں

حکیم حکم سے ہے یا حکمت سے یعنی ہر چیز پر اعلیٰ حاکم کہ اس کے فیصلہ پر کسی کو دَم مارنے کی مجال نہیں یا اس کا ہر کام حکمت سے ہے کوئی چیز عبث نہیں بنائی۔ اللہ تعالیٰ کا ہر ارشاد، ہر کام اور اس کی شریعت کا ہر قانون بلکہ قضا و قدر کے سارے فیصلے اس کی حکمت و دانائی کے آئینہ دار ہیں۔

اس کا کوئی کام، اس کا کوئی حکم، اس کا کوئی فیصلہ حکمت کے بغیر نہیں اور اس میں اس گلشن کائنات کی بقاء اور پر بہار ہونے کا راز مضمر ہے وہ اپنی مخلوق کے ساتھ قادر اور توانا ہونے کے باوجود، رحمت و رافت کا برتاؤ کرتا ہے وہ غلط کاروں کو فوراً انتقام کی چکی میں پیس نہیں دیتا بلکہ ان کے ساتھ بڑے تحمل اور حلم کا سلوک کرتا ہے۔ تمام عمر سرکشی اختیار کرنے والا جب بھی اس کے در رحمت پر آ کر گر پڑتا ہے تو وہ اس کو اپنے دامن رحمت میں ضرور جگہ دے دیتا ہے۔

حکیم وہ ہوتا ہے جس کے حکم میں سراسر حکمت ہو، اعمال میں افضلیت ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا ہر حکم جو وہ اپنی مخلوق کے لئے جاری کرتا ہے اس میں سراسر مخلوق کی بھلائی مقصود ہوتی ہے اگرچہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے احکامات بظاہر سمجھ سے باہر ہوتے ہیں لیکن ان میں انسانی بہتری کے لئے بے شمار اچھائیاں ہوتی ہیں۔ انسان کی عقل اور فکر محدود ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی ہر حکمت کو نہیں سمجھ سکتا مگر اس کے باوجود جسے اللہ تعالیٰ کسی حد تک علم کی باریکی عطا فرماتا ہے وہ حکیم کہلاتا ہے مگر انسان کی حکمت ایک حد تک محدود ہوتی ہے اس لئے انسان اپنی حکمت میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ انسانی حکمت زوال پذیر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت کو کبھی زوال نہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے حکمت عطا فرماتا ہے اسے دُنیا میں دوسروں سے برتر و بلند کر دیتا ہے۔

حکمت اور مصلحت :

حکمت سے مُراد وہ پختہ اور یقینی دلائل ہیں جو حق کو روز روشن کی طرح عیاں کر دیں اور شک وشبہ کی تاریکیوں کو نور یقین سے بدل دینے کی قوت رکھتے ہوں **ھو الدلیل الموضح للحق المزیح للشبھات** حکمت کا مفہوم سمجھنے سے ایک بہت بڑے فتنے کا اصولی رد ہو جائے گا۔ حکمت کہتے ہیں **وضع الاشیاء علیٰ مواضعھا** ہر چیز کو اپنے محل اور موقع پر رکھنا۔ حضور نبی کریم ﷺ معلم قرآن وحکمت ہیں ﴿**وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ**﴾ (البقرۃ) اور سکھائے انھیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں ---۔ یہاں ﴿**الْحِكْمَةَ**﴾ سے مُراد احکام قرآنی کی ایسی تفصیل اور ان کا ایسا بیان ہے جسے جاننے کے بعد انسان ان احکام کی ایسی تعمیل کر سکے جیسے اللہ تعالیٰ کا منشاٗ ہے۔ یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ رسول حکیم ہیں حکمت عطا فرماتے ہیں اللہ رسول کے فیصلوں میں حکمت ہے۔ اللہ رسول کی بات میں حکمت ہی حکمت ہے۔ اللہ رسول کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

بنی کے فرائض میں صرف یہی نہیں کہ قرآن سکھا دے بلکہ اُن کا صحیح بیان اور تفصیل بھی سکھائے تا کہ قرآن پر اللہ تعالیٰ کے منشاٗ کے مطابق عمل ہو سکے اور اسی حکمت یعنی بیان قرآنی کو سُنت نبوی کہا جاتا ہے۔ ﴿**يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ**﴾ (البقرۃ) عطا فرماتا ہے دانائی جسے چاہتا ہے ۔ حکمت سے مُراد قرآنی اسرار، علم باطن، تدبر، دانائی، علم نافع، رب کی معرفت، قلبی نور جو الہام اور وسوسہ میں فرق کر دے، الہام، توفیق خیر، خوف الٰہی، فہم وعلم، خیر کثیر...... ہیں۔ حکمت وہ علم صحیح ہے جو اتنا پختہ اور طاقتور ہو کہ وہ انسانی ارادہ کو حکماً عمل خیر کی طرف متوجہ کر دے، حکمت کے معنے ہیں واقعی چیزوں کو صحیح طور پر جاننا ہے۔ وہمی باتوں کا جاننا حکمت نہیں، یوں ہی غلط تحقیق علم نہیں جہالت ہے۔ خیال رہے کہ حکمت 'حکم' سے بنا، جس کے لغوی معنٰی ہیں پھیر دینا، روک لینا، پالینا، علم کو اس لئے حکمت کہا جاتا ہے کہ اس سے نفس جہالت سے پھر جاتا ہے۔ بُری باتوں سے رُک جاتا ہے

اور حق کو پالیتا ہے بعض نے فرمایا کہ یہاں حکمت سے مُراد فقہ ہے بعض نے کہا کہ حدیث وسُنت، بعض نے کہا قرآن پاک کے اسرار، بعض نے کہا کہ حق و باطل میں فیصلے کرنے والی چیز، بعض نے کہا کہ حکمت سے مُراد صحیح قول وعمل۔ اسی لئے عالم باعمل کو حکیم کہتے ہیں (تفسیر کبیر) اور ممکن ہے کہ ساری ہی چیزیں مراد ہوں، کیونکہ حضور ﷺ نے سب ہی کچھ سکھایا۔

دوسری متعدد آیات میں اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ حکمتِ قرآن یعنی اس کا بیان نبی کا ذاتی اجتہاد نہیں ہوتا بلکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی جاتی ہے۔ مثلاً ارشاد ہے ﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ اللہ تعالیٰ نے آپ پر (اے نبی ﷺ) کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جیسے قرآن کی اطاعت فرض ہے اُسی طرح صاحبِ قرآن کی سُنّت پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ اس سے ان لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ بھی ہو گیا جو سُنّت کو نبی کریم ﷺ کی ذاتی رائے خیال کرتے ہیں اور اس پر عمل کرنا ضروری یقین نہیں کرتے۔

عقائد ونظریات اور اسلامی تعلیمات کو بدعقیدگی کی آمیزش سے محفوظ رکھنا حکمت ہے اور آمیزش وامتزاج کو قبول کرنا مصلحت نہیں بلکہ جہالت ہے۔ وقت ضرورت ہاتھ میں قلم وتلوار اُٹھانا بھی عین اخلاق ہے اور یہی حکمت ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام دشمن خارجی فتنوں کو محسوس کرنے کے باوجود بھی منکرین زکوٰۃ کے خلاف اعلان جہاد فرمایا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل مصلحت پسند عناصر کی دانست اور فہم سے یقیناً دُور اور اصول مصلحت کے خلاف ہو گا لیکن یہی عین حکمت ہے۔ فتنوں کو بروقت ختم کرنا، امیزش اور امتزاج کو برداشت نہ کرنا اسلامی تعلیمات کو ترمیم وتغیر سے محفوظ رکھنا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین کرام، تبع تابعین، ائمہ دین فقہاء محدثین مفسرین اور اسلاف صالحین سب نے اپنی حکمت سے دین اسلام کی تعلیمات کو صحیح وخالص حالت میں قائم رکھا اور باطل عقائد وفتنوں کی آمیزش وامتزاج سے محفوظ رکھا۔ مصلحت پسند رجان اختیار کیا جائے تو اسلامی قوانین کی

حیثیت واہمیت ختم ہوکر تبدیلی واقع ہوجائیگی اوراسلامی قوانین کا تشخص باقی نہیں رہے گا۔ یکساں سیول کوڈ نافذ ہوجائے گا ۔۔۔ اسلام دین حکمت ہے دین مصلحت نہیں ۔۔۔ مصلحت پسند رویہ اختیار کرتے ہوئے تقیہ کرنا ہی بہت بڑا انفاق ہے۔

اللہ رسول اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں

شہید شہادت یا شہود سے بنا ہے۔ یعنی رب تعالیٰ بندے کے ہر عمل کا گواہ ہے کہ وہ ہر وقت ہر عمل کو مشاہدہ کر رہا ہے یا ہر جگہ حاضر ہے۔ مومنوں کے ایمان میں حاضر، عارفوں کی جان میں حاضر، خیال رہے کہ رب تعالیٰ کا نام شہید ہے حاضر نہیں۔ کیونکہ رب کی ذات جسمانی یا مکانی حضور سے پاک ہے اور علم وقدرت ورحمت ہر جگہ موجود ہے۔ حضور وشہود میں بڑا فرق ہے۔ رب تعالیٰ کی ذات ہر جگہ میں نہیں کہ مکان سے پاک ومنزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے شہید ہونے کے متعلق خود فرمایا ہے ﴿**شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ**﴾ (ال عمران/ ۱۸) شہادت دی اللہ تعالیٰ نے (اس بات کی کہ) بیشک نہیں کوئی خدا سوائے اُس کے اور (یہی گواہی دی) فرشتوں نے اور اہل علم نے (ان سب نے یہ بھی گواہی دی کہ وہ) قائم فرمانے والا ہے عدل وانصاف کو۔ نہیں کوئی معبود سوائے اُس کے جو عزت والا حکمت والا ہے۔۔۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا گواہ ہے کیونکہ دُنیا کی کوئی چیز کوئی سکوت، کوئی حرکت اُس کی شہادت کے باہر نہیں۔ اس لئے وہ شہید ہے بعض علماء کا کہنا ہے کہ شہادت غیب کی ضد ہے کیونکہ ہر پوشیدہ چیز کے لئے غیب کا لفظ استعمال ہوتا ہے جبکہ سامنے موجود چیزوں کے لئے شہادت کا لفظ بولا جاتا ہے اللہ چونکہ ہمارے ظاہری امور سے اچھی طرح واقف ہے اس لئے اسے شہید کہا جاتا ہے۔

حضور ﷺ حاضر وناظر ھیں : اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو یہ صفاتی نام ' شهيد ' بھی عطا فرماتا ہے ﴿**يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا**﴾ (الاحزاب) اے غیب کی خبریں بتانے والے بیشک ہم نے تم کو بھیجا حاظر وناظر خوش خبری دیتا اور ڈر سُناتا اور اللہ کی طرف اُس کے حکم سے بُلانے والا اور چمکانے والا چراغ۔ (کنزالایمان)

اے میرے نبی! ہم نے تجھے شاہد بنایا ہے۔ شاہد مشاہدہ سے ہے یا شہود سے یا شہادۃ سے' یعنی ہم نے تمہیں دونوں جہان کا مشاہدہ کرنے والا بنا کر بھیجا یا تمام جگہ میں حاضر بنا کر بھیجا کہ ہر جگہ تمہارا علم وتصرف جاری ہے۔ شاہد کا معنیٰ گواہ ہے اور گواہ کے لئے ضروری ہے کہ جس واقعہ کی وہ گواہی دے رہا ہے وہ وہاں موجود بھی ہو اور اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھے بھی۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی اُمت کے نیک اعمال اور بُرے اعمال پر گواہ ہیں **شاهداً عليهم باعمالهم من طاعه ومعصية شاهدًا عليهم يوم القيامة فهو شاهد افعالهم اليوم والشهيد عليهم يوم القيامة** (قرطبی) یعنی حضور سرورِ عالم ﷺ اس دنیا میں اپنی اُمت کے نیک و بد اعمال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور قیامت کے دن اُن پر گواہی دیں گے۔ علامہ زمخشری لکھتے ہیں **تشهد على امتك كقوله تعالىٰ ويكو ن الرسول عليكم شهيدا** (کشاف) یعنی حضور اپنی اُمت کے بارے میں گواہی دیں گے جس طرح ارشاد ہے ﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ علامہ خازن لکھتے ہیں **اى شاهدا على اعمال امته** : اپنی امت کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ علامہ راغب اصفہانی نے مفردات میں لکھا ہے: **الشهادة والشهود الحضور مع المشاهدة اما بالبصر او البصيرة** ۔ یعنی شہادت وہ ہوتی ہے کہ انسان وہاں موجود بھی ہو اور وہ اسے دیکھے بھی خواہ آنکھوں کی بینائی سے یا بصیرت کے نُور سے۔ یہاں ایک چیز غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا کہ ہم نے تجھے شاہد بنایا لیکن جس چیز پر شاہد بنایا' اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایک چیز ذکر کر دی جاتی تو شہادتِ نبوت وہاں محصور ہو کر رہ جاتی۔ یہاں اس شہادت کو کسی ایک امر پر محصور کرنا مقصود نہیں بلکہ اس کی وسعت کا اظہار مطلوب ہے یعنی حضور گواہ ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی تمام صفات کمالیہ پر' کیونکہ جب ایسی باکمال ہستی اور ہمہ صفت موصوف ہستی یہ گواہی دے رہے ہو کہ **لااله الا الله** ' تو کسی کو اس دعوت کے حق ہونے میں شک نہیں رہتا۔ دولت' حکومت' شخصی وجاہت' علم اور فضل وکمال یہ ایسے حجابات ہیں جن میں لوگ کھو جاتے ہیں اور اپنے خالق کریم

کی ہستی سے غافل ہو جاتے ہیں۔ حضور ﷺ کی شہادت سے وہ سارے حجاب تار تار ہو گئے اور اس جلیل المرتبت نبی کی شہادتِ توحید کے بعد کوئی سلیم الطبع آدمی اس کو تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرے گا۔ نیز حضور ﷺ، اس کے عقائد، اس کے نظام عبادت و اخلاق اور اس کے سارے قوانین کی حقانیت کے بھی گواہ ہیں۔ اسی کے اتباع میں فلاح دارین کا راز مضمر ہے۔ اسی آئین کے نفاذ سے اس گلشن ہستی میں بہار جاوداں آ سکتی ہے اور جب قیامت کے روز سابقہ امتیں اپنے انبیاء کی دعوت کا انکار کر دیں گی کہ نہ ان کے پاس کوئی نبی آیا اور نہ کسی نے اُن کو دعوت توحید دی اور نہ کسی نے انہیں گناہوں سے روکا، اس وقت بھرے مجمع میں اللہ تعالیٰ کا یہ رسول انبیاء کی صداقت کی گواہی دے گا کہ الہٰ العالمین! تیرے نبیوں نے تیرے احکام پہنچائے اور تیری طرف بُلانے میں اُنہوں نے کسی کوتاہی کا ثبوت نہیں دیا۔ یہ لوگ جو آج تیرے انبیاء کی دعوت کا سرے سے انکار کر رہے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نبیوں پر پتھر برسائے، اُن کو طرح طرح کی اذیتیں دیں، انہیں جھٹلایا اور بعض نے تو تیرے نبیوں کو تختہ دار پر بھیج دیا۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ اپنی اُمت کے اعمال پر گواہی دیں گے کہ فلاں نے کیا کیا اور فلاں سے کیا غلطی سرزد ہوئی۔ چنانچہ علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ **شاھدا علی امتك**، یعنی حضور ﷺ اپنی اُمت پر گواہی دیں گے۔ اپنی تفسیر کی تائید میں انہوں نے یہ روایت پیش کی ہے: **اخرج ابن المبارك عن سعید بن المسیب قال لیس من یوم الا ویعرض علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ وسلم امته غدوة وعشیة فیعرفهم بسیماهم ولذلك یشهد علیه** (مظہری) یعنی حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت سعید بن مسیّب سے روایت کی ہے کہ ہر روز صبح شام حضور کی اُمت حضور پر پیش کی جاتی ہے اور حضور ہر فرد کو اس کے چہرے سے پہچانتے ہیں، اسی لئے حضور اُن پر گواہی دیں گے۔

علامہ ابن کثیر اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: **فقوله تعالیٰ : شاھداً علی اللہ بالوحدانیة وانه لااله غیره وعلی الناس باعمالهم یوم القیامة** یعنی

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں کہ اس کے بغیر کوئی معبود نہیں اور قیامت کے روز لوگوں کے اعمال پر گواہی دیں گے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **شاهداً علیٰ من بعثت الیهم تراقب احوالهم وتشاهد اعمالهم و ..... وتؤديها يوم القيامة اداء مقبولاً فی مالهم وما عليهم** (روح المعانی) یعنی حضور گواہی دیں گے اپنی اُمت پر کیونکہ حضور اُن کے احوال کو دیکھ رہے ہیں اور اُن کے اعمال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور روز قیامت اُن کے حق میں یا اُن کے خلاف گواہی دیں گے۔

آگے چل کر علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ صوفیاء کرام نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ **ان الله تعالیٰ قد اطّلعه صلی الله تعالی علیه وآله وسلم علی اعمال العباد فنظر الیها لذلك اطلق علیه شاهداً** یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بندوں کے اعمال پر آگاہ فرما دیا ہے اور حضور ﷺ نے انہیں دیکھا ہے' اسی لئے حضور ﷺ کو شاہد کہا گیا۔ اس قول کی تائید میں علامہ آلوسی نے مولانا جلال الدین رُومی قدس سرہ کا قول نقل کیا ہے کہ بندوں کے مقامات حضور کی نگاہ میں تھے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا اسمِ پاک شاہد رکھا ہے۔

یہ لکھنے کے بعد علامہ موصوف فرماتے ہیں **فتأمل ولا تغفل** کہ اس بیان کردہ حقیقت میں غور وفکر کرو اور غفلت سے کام نہ لو۔

حضور ﷺ محشر میں بھی اُمت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا۔ الغرض وہ تمام اَبدی صداقتیں جنہیں انسان سمجھنے سے قاصر ہے۔ عالم غیب کی وہ حقیقتیں جو عقل وخرد کی رسائی سے ماوراء ہیں ان سب کی سچائی کے آپ گواہ ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

حضور ﷺ قیامت میں سب کی گواہی دیں گے ﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلىٰ هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا﴾ نیز تمام انبیاء نے جنت و دوزخ کی گواہی سُن کر دی اور حضور ﷺ نے گواہی معراج میں دیکھ کر دی۔ اسی لئے آپ شاہد حقیقی ہیں۔ عینی گواہی پر تمام سمعی گواہیوں کی تکمیل ہو جاتی ہے

کہ پھر کسی گواہی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس لئے حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ کی گواہی آخری گواہی ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ دین مکمل ہو چکا ہے۔ سورج کی موجودگی میں کسی چراغ کی ضرورت نہیں۔ حضور ﷺ کے ہوتے ہوئے کسی نبی کی ضرورت نہیں ۔۔ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔

دُنیا میں ثبوت توحید کا دار و مدار حضور ﷺ پر ہے اور آخرت میں تمام خلق کے جنتی دوزخی ہونے کا مدار حضور ﷺ پر ہے۔ وہاں سارے حضور ﷺ ہی کا منہ تکیں گے کیونکہ حضور ﷺ دُنیا میں خالق کے گواہ ہیں اور آخرت میں مخلوق کے گواہ۔

گواہ میں بہت صفات ہوتی ہیں مگر تین صفات لازم ہیں:

(۱) گواہ گواہی حاصل کرتے وقت واردات کے موقعہ پر حاضر ہو کر مشاہدہ کرے اور گواہی دیتے وقت حاکم کے روبرو حاضر ہو۔ اسی لئے اُسے شاہد یا شہید کہتے ہیں یعنی حاضر۔

(۲) مدعی کی انتہائی کوشش ہوتی ہے کہ گواہ کامیاب ہو' تاکہ مقدمہ کامیاب ہو' مدعیٰ علیہ گواہ کے ناکام کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ ہی گواہ پر جرح کرتا ہے وہ ہی گواہ کے علم پر اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ گواہ بے خبر ہے۔

(۳) گواہ پر اعتراض در پَردہ مدعی پر اعتراض ہے اسی لئے گواہ کا دشمن مدعی کا دشمن ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ دُنیا میں خلق کے سامنے خالق کے' جنت و دوزخ کے اور تمام غیبی چیزوں کے گواہ ہیں لہذا دُنیا میں تشریف آوری سے پہلے خالق کے قرب خاص میں رہ کر تمام چیزوں کا مشاہدہ فرما کر یہاں تشریف لائے اور آخرت میں خالق کے سامنے مخلوق کے گواہ ہوں گے لہذا ضروری ہے کہ ہر مخلوق کے ہر حال سے باخبر ہوں' ورنہ گواہی کیسی؟ نیز آج جو حضور نبی مکرم ﷺ کے علم پر اعتراض کر رہے ہیں' سمجھ لو کہ حضور ﷺ کی گواہی اُن کے خلاف ہونے والی ہے اور یہ لوگ مدعیٰ علیہ ہیں' کیونکہ گواہ کے علم کی تنقیص وہ کرے گا جس کے خلاف گواہی ہو۔

نیز حضور ﷺ کے علم اور کمالات کی مخالفت در پَردہ رب تعالیٰ کی مخالفت ہے

کیونکہ حضور ﷺ رب تعالیٰ کے گواہ ہیں۔ خیال رہے کہ حضور ﷺ کی گواہی چار طرح کی ہے۔ خالق کے گواہ مخلوق کے سامنے' مخلوق کے گواہ خالق کے سامنے' خالق کے گواہ خالق کے پاس' مخلوق کے گواہ مخلوق کے سامنے۔۔۔ جس کے جنتی ہونے کی حضور ﷺ گواہی دیں' وہ یقیناً جنتی ہے جسے اچھا کہہ دیں' وہ اچھا ہے جسے بُرا کہہ دیں وہ بُرا ہے' جس چیز کو حلال فرما دیں وہ حلال ہے جسے حرام کہہ دیں وہ حرام۔ کیوں کہ گواہ مطلق ہیں۔ اس شاہد رب العالمین کے منہ سے جو نکلے وہ حق ہے۔

حضور ﷺ عالم کے ذرّے ذرّے میں حاضر و ناظر ہیں۔ آج حکیم کہتے ہیں کہ دوا کی طاقت مرض سے زیادہ ہونا چاہیے تاکہ مرض کو دبا سکے' ورنہ دوا خود مرض سے دب جائے گی۔ شیطان بیماری ہے اور نبی کریم ﷺ علاج' جب شیطان کو یہ قوت دی گئی کہ ﴿اِنَّہٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ﴾ کہ وہ اور اُس کی ذرّیت تم سب کو ہر وقت دیکھتے ہیں اور شیطان سارے عالم پر نگاہ رکھتا ہے کہ جہاں کسی نے نیکی کا ارادہ کیا اور اُس نے آکر بہکا دیا۔ اب اگر حضور ﷺ کو بالکل بے خبر رکھا جائے تو رب تعالیٰ پر اعتراض ہوگا کہ اُس نے بیماری قوی پیدا کی اور دوا کمزور ۔۔۔ لہذا ضروری ہے کہ حضور ﷺ کو ہدایت دینے کے لئے ہر وقت ہر ایک کی خبر ہو۔

نکتہ : عربی قاعدہ سے ﴿شَاهِدًا﴾ حال ہے تو معنیٰ یہ ہوئے کہ ہم نے آپ کو بھیجا اس حال میں کہ آپ حاضر و ناظر ہیں' یعنی بھیجنے سے پہلے آپ حاضر و ناظر ہو چکے تھے جیسے کوئی کہے کہ زید ڈاکٹر آیا یعنی آنے سے پہلے وہ ڈاکٹر ہو چکا تھا' تو معنیٰ یہ ہوئے کہ آپ دُنیا میں تشریف لانے سے پہلے بھی عالم میں حاضر تھے اور پَردہ فرمانے کے بعد بھی حاضر ہیں۔

روح البیان میں اسی آیت کی تفسیر میں ہے کہ حضور ﷺ تمام عَالم کے پیدا ہونے سے پہلے رب تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کو مشاہدہ فرماتے تھے اور جو ارواح' نفوس' اجسام' حیوانات' نباتات' جمادات' جنّ' شیاطین' فرشتے اور انسان پیدا کئے گئے' اُن کے پیدا ہونے کو ملاحظہ فرما رہے تھے اسی طرح تمام مخلوقات کے ہر ہر کام اور سزا و جزا' شیطان کا

پہلے عابد ہونا پھر بعد میں گمراہ ہونا' حضرت آدم علیہ السلام کا خطا فرمانا بعد میں توبہ قبول ہونا' جنت میں رہنا بعد میں زمین پر آنا' انبیاء کا دُنیا میں آنا' اُن کا تبلیغ فرمانا' قوموں کا اُن کے ساتھ اچھا یا بُرا سلوک کرنا' غرضکہ ایک ایک واقعہ حضور نبی کریم سیدالاولین والآخرین ﷺ کے پیش نظر تھا اسی لئے فرمایا گیا **عَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ** جان لیا ہم نے جو کچھ ہو چکا اور ہوگا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا' جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی امت کو لے کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا: کیا تو نے میرے احکام پہنچا دیئے تھے؟ جواب دیں گے' ہاں' ۔ کافر انکار کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائے گا؟ اپنا گواہ لاؤ۔ وہ عرض کریں گے **محمد** ﷺ **واُمته' فليشهد انه' بلغ** حضرت محمد ﷺ اور اُن کی اُمت گواہ ہیں' پس یہ گواہی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا یہی مطلب ہے جو قرآن میں ہے: ﴿**وَكَـذٰلِكَ جَعَلْنَا كُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ**﴾ اور ہم نے تم کو سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ (بخاری کتاب الانبیاء)

حضرت الشیخ عبدالکریم شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **واما (الشهيد) فانه** ﷺ **متصفاً بهٖ والدليل علىٰ ذٰلك قوله تعالىٰ وارسلنٰك عليهم شهيدا فهو الشهيد المطلق للحق والخلق** آپ کا نام شہید بھی ہے اور آپ صفت شہید کے ساتھ متصف تھے۔ اس کی دلیل کلام باری **وارسلنك** ۔۔۔۔الخ ہے۔ پس آپ حق تعالیٰ اور خلق کے لئے شہید مطلق ہیں **(الكمالات الالهيه فى الصفات المحمديه)**

حضرت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **واقوى الارواح فى ذٰلك روحه** ﷺ **فانها لم يحجب عنها شيئى من العالم** تمام رُوحوں سے قوی تر رُوح محمدی ہے پس اس سے جہان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں (کتاب الابریز)

علامہ ابن حجر قسطلانی فرماتے ہیں: **لافرق بین موتہٖ وحیاتہٖ فی مشاھدتہٖ لامتہٖ ومعرفتہٖ باحوالھم ونیاتھم وعزائھم وخواطرھم وذٰلك عندہٗ جلی لاخفابہٖ** آپ کے اپنی اُمت کو دیکھنے اوراس کے احوال و نیات' عزائم وخواطر جاننے میں آپ کی موت وحیات میں کوئی فرق نہیں۔ یہ سب کچھ ان پر بلا کسی پوشیدگی کے واضح ہے (مواہب الدنیہ) یعنی حضور ﷺ حیات ظاہرہ اور بعد انتقال اپنی اُمّت کے احوال' نیات' ارادے اور قلبی وسواس کے دیکھنے اور پہچاننے میں برابر ہیں اور یہ بات ان کے نزدیک ظاہر ہے پوشیدہ نہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں' تمہارے رسول روز قیامت تم پر گواہ ہیں کہ وہ نور نبوت سے ہر صاحب دین کے رتبہ' درجہ ایمان اور وہ حجاب (جس کی وجہ سے وہ ترقی کرنے سے رُک گیا) کو جانتے ہیں۔ ہر امتی کے گناہوں' اعمال نیک وبد اور خلوص ونفاق سے واقف ہیں۔لہذا آپ کی گواہی اُمت کے حق میں ازروئے شرع مقبول ومنظور ہے'۔ (تفسیر فتح العزیز)

آیت ﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلَ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا' کے تحت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ جو کچھ فضائل ومناقب اپنے زمانہ میں موجود لوگوں کے متعلق یا ان کے متعلق' جو آپ کے زمانہ میں نہیں' مثلاً اویس قرنی' امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہما یا منقول دجّال وغیرہ بیان فرمائے ہیں یا اپنے زمانہ میں موجود یا غائب لوگوں کی بُرائیاں بیان فرمائیں تو اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اس لئے کہ روایات میں آیا ہے کہ ہر نبی کو اس کی اُمت کے اعمال پر مطلع کر دیتے ہیں کہ فلاں نے آج یہ کام کیا ہے اور فلاں نے ایسا کیا۔ تاکہ قیامت کے دن وہ اپنی امت پر گواہی دے سکیں (تفسیر عزیزی)

ومعنی شھادۃ الرسول علیھم اطلاعه علی رتبته کل متدین اور شہادت کے معنی یہ ہیں کہ آپ ہر مسلمان کے رتبہ سے آشنا ہیں۔ (تفسیر روح البیان)

ای شاھدا علی من کفر بالکفر وعلی من نافق بالنفاق وعلی من اٰمن بالایمان آپ کافروں کے کفر' منافقوں کے نفاق اور مسلمانوں کے ایمان کی گواہی دیں گے (تفسیر مدارک)

لان روح النبی شاھدا علی جمیع الارواح والقلوب والنفوس بقوله اول ما خلق الله نوری آپ کی روح مبارک تمام روحوں، جانوں اور دِلوں کا مشاہدہ کر رہی ہے آپ کا فرمان ہے' اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا' (تفسیر نیشا پوری)

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دُنیا ظاہر فرمادی **فانا انظر الیها والی ما هو کائن فیها الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی هذه** پس میں اُسے دیکھتا ہوں اور جو کچھ اُس میں قیامت تک ہونے والا ہے اُسے دیکھتا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔ (مواہب لدنیہ' طبرانی شریف)

عالَم میں کیا ہے' جس کی تجھ کو خبر نہیں   ذرّہ ہے کونسا' تیری جس پر نظر نہیں

حضرت عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ بیشک وشبہ حیات کے ساتھ باقی ودائم ہیں اور اعمال اُمت پر حاضر وناظر ہیں اور طالبوں اور متوجہ ہونے والوں کو فیض دیتے ہیں اور ان کی تربیت فرماتے ہیں (حاشیہ اخبار الاخیار)۔ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں **وما ارسلنٰك الا شاهدًا یعنی عَالِمٌ و حَاضِرٌ** معلوم ہوا کہ شاہد کا ترجمہ **عَلِمٌ** وحاضر وناظر بالکل درست ہے۔

بیضاوی شریف میں **شاھدا** کے تحت ہے **علی من بعثت الیهم بتصدیقهم وتکذیبهم ونجاتهم وضلالهم** آپ تصدیق کرنے والوں' انکار کرنے والوں' نجات والوں اور گمراہوں پر گواہ ہیں۔

جلالین شریف میں ہے **شاھدا علی من ارسلت الیهم** تمام پر گواہ ہیں جن کی طرف مبعوث ہوئے۔ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: **ارسلت الی الخلق کآفةً** (مسلم شریف) میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

قرآن وحدیث کی رو سے آپ تمام مخلوق کے لئے نبی بن کر تشریف لائے' لہذا تمام مخلوق پر شاہد ہیں اور تمام مخلوق کو اپنی بصر یا بصیرت مبارکہ سے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

حضور ﷺ زمان ومکان میں جلوہ گر ہیں اس لئے حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے ایک حدیث بیان کی ہے **اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی** جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہوتو نبی اکرم ﷺ پر سلام کہے (ابن ماجہ' ابوداؤد' سنن کبریٰ) شفاء شریف میں حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو **السلام علیك ایها النبی** کہتا ہوں۔ 'شرح شفا' میں ہے کہ **لان روحه علیه السلام حاضر فی بیوت اهل الاسلام** اس لئے کہ روح مصطفوی ﷺ اہل اسلام کے گھروں میں جلوہ فرما ہوتی ہے لہذا گھروں میں داخل ہوتے وقت **السلام علی النبی** کہا کرو۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا **اِنّی اَریٰ مَالَا تَرَوْنَ** بے شک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے (ترمذی' مشکوٰۃ) عزرائیل علیہ السلام کی نظروں کے سامنے کائناتِ عالم کے تمام جاندار ہر وقت ہیں' دُنیا بھر میں جس کی موت کا وقت آجاتا ہے فوراً اسکی رُوح قبض کرتے ہیں۔۔۔منکر نکیر کی آنکھیں ساری دُنیا کے مُردوں کو ہر وقت دیکھتی رہتی ہیں اور ہر میت کے پاس پہنچ کر سوالات کرتے ہیں۔۔۔میکائیل علیہ السلام تمام دُنیا والوں کی روزی کا بحکم الٰہی انتظام کرتے ہیں' مخلوق کے رزق کو ان کی آنکھیں دیکھتی رہتی ہیں۔۔۔مگر حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ اے آنکھ والو! تمہاری آنکھیں کتنا ہی زیادہ کتنا ہی دُور تک دیکھنے والی کیوں نہ ہو' مگر پھر بھی جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے۔

حضور ﷺ صفات الٰہیہ کے مظہر ہیں صفات الٰہیہ سے متصف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے **انا جلیس من ذکرنی** جو میرا ذکر کرے گا میں اس کا ہمنشین ہوں۔ جو میرا ذکر کرے گا میں اس کے قریب ہوں' میں اس کا جلیس ہوں' تو رسول اس کے بھی مظہر۔ **انا جلیس من ذکرنی** جو رسول کا ذکر کرے گا رسول اس کے قریب ہیں۔ چاہے آپ دیکھو' چاہے نہ دیکھو۔ مشاہدہ کرو' نہ کرو۔ بہرحال آپ رسول کے قریب ہیں۔ ہم اپنے کو اُن کی بارگاہ میں حاضر مانتے ہیں۔ ہم حاضر ہیں وہ ناظر ہیں۔ہم اُن کی بارگاہ میں حاضر ہیں ہم کو دیکھ رہے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ تو سید الانبیاء والمرسلین ہیں' آپ کے غلاموں اور محتاجوں کی یہ

شان ہے کہ حضرت غوث الثقلین شہنشاہ بغداد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **وعزتی ربی ان السعدآء والاشقیاء یعرضون علیَّ وان عینی فی اللوح المحفوظ وانا غائصٌ فی بحار علم الله** (زبدۃ الاسرار وبہجۃ الاسرار) مجھے رب العزت کی قسم! بیشک سعدا اور اشقیاء مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور میری آنکھ لوح محفوظ میں دیکھتی ہے۔ میں علم الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن ہوں۔

نیز فرمایا: **نظرت الی بلاد الله جمعًا　　　کخردلةٍ علی حکم اتصالی**
میں نے اللہ تعالیٰ کے سارے شہروں کو یوں دیکھا ہے جیسے رائی کا ایک دانہ ہو (قصیدہ غوثیہ)

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لوح محفوظ است پیش اولیاء　　　از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

یعنی لوح محفوظ اولیاء اللہ کے پیش نظر ہوتی ہے اور جو کچھ اس میں محفوظ ہے وہ خطا سے محفوظ ہے

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ السبحانی سرہندی فرماتے ہیں: میں لوح محفوظ میں دیکھتا ہوں (تفسیر مظہری)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ اکبر' حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع کبیر' طبری وابونعیم نے حضرت حارث سے روایت کی کہ ایک بار میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سرکار نے مجھے فرمایا کہ اے حارث! تم نے کس حال میں دن پایا؟ میں نے عرض کیا کہ سچا مومن ہو کر۔ پھر فرمایا' تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: **کانی انظر الی عرش ربی بارذًا وکانی انظر الی اهل الجنة یتزاورون فیها وکانی انظر الی اهل النار یتضاعون فیها** میں گویا عرش الٰہی کو ظاہراً دیکھ رہا ہوں اور گویا جنتیوں کو ایک دوسرے سے جنت میں ملتے ہوئے اور دوزخیوں کو دوزخ میں شور مچاتے دیکھتا ہوں۔

محتاج کا جب یہ عالم ہے تو مختار کا عالم کیا ہوگا؟ جب اس آفتاب عالمتاب کے ذرّوں کی نظر کا یہ حال ہے کہ جنت ودوزخ' عرش وفرش' جنتی ودوزخی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

کوئی چیز اُن سے پوشیدہ نہیں تو آفتاب کونین، سراجاً منیرا ﷺ کی نظر کا کیا پوچھنا۔
کیا ان کی نگاہ نبوت سے کوئی چیز پوشیدہ رہ سکتی ہے؟۔۔۔ ہرگز نہیں !
دلِ فرش پر ہے تری نظر، سرِ عرش پر ہے تری گزر ملکوت و ملک میں کوئی شئے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

اللہ رسول جان بخشتے ہیں

اللہ تعالیٰ جسموں کو جان سے اور جان کو ایمان سے، انسان کو علم و معرفت رحمان سے، زمین کو سبزوں سے زندگی بخشتا ہے۔

اللہ تعالیٰ **محیی** ہے وہی ہر شئے میں زندگی اور رُوح پید کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں یہ صفت نہیں کہ وہ کسی چیز میں زندگی ڈال دے سوائے اللہ تعالیٰ کے حکم کے۔ اس لئے **یــا محیی** کا ذاکر زندہ دل ہو جاتا ہے۔ تمام اشیاء جن میں زندگی کی بقا کا ہونا ضروری ہے **یــا محیی** کے پڑھنے سے اس میں زندگی کی توانائی برقرار ہو جاتی ہے اس لئے یہ اسم ایسے امراض کی شفا کے لئے بہت کسیر ہے جن میں کام کرنے والے اعضاء کام چھوڑ دیتے ہیں اس اسم '**یــا محیی**' کے پرھنے سے ان میں اللہ تعالیٰ نئے سرے سے کام کرنے کی زندگی ڈال دیتا ہے۔

حضور ﷺ زندگی بخشتے ہیں : اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس صفت کا بھی مظہر کامل بنا دیا۔ نبی کریم ﷺ تم کو زندگی بخشتے ہیں۔۔ مُردہ کو، زندہ کے دل کو، جان کو، خیالات کو زندہ فرمانے والے ہیں اور کیوں نہ ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام گھوڑی پر سوار ہو کر غرق فرعون کے گھوڑے کے لئے آگے ہو گئے۔ گھوڑا گھوڑی کے پیچھے لگا اس گھوڑی کی ٹاپ جہاں پڑتی تھی اُس جگہ گھاس اُگ آتی تھی۔ بنی اسرائیل کے ایک شخص امری نے یہ خاک اُٹھالی اور غرق فرعون کے بعد سونے کا بچھڑا بنا کر اُس کے منہ میں ڈال دی تو اُس سونے کے بچھڑے میں جان پیدا ہو گئی۔

حضرت جبرئیل السلام کا جسم لگا گھوڑی سے' گھوڑی کا خاک سے اور خاک پڑی بے جان بچھڑے کے منہ میں' وہ زندہ ہوگیا' اسی لئے اس کو رُوح الامین کہتے ہیں کیونکہ اُن سے روح ملتی ہے اور حضور ﷺ کی نظروں میں ہزارہا جبریلی طاقتیں ہیں تو اُن کے اشارے سے مُردے بھی زندہ کیوں نہ ہوں۔

مدارج النبوۃ میں بہت سے ایسے واقعات لکھے ہیں جن میں حضور ﷺ نے مردوں کو زندہ فرمایا' حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر حضور ﷺ کی دعوت تھی انہوں نے بکری ذبح کی۔ اُن کے بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے کو ذبح کر دیا اور ذبح کر کے والد کے ڈر سے چھت پر بھاگ گیا۔ وہاں سے پاؤں پھیلا تو وہ بھی گر کر مر گیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے دونوں بچوں کی نعشوں کو چُھپا دیا تا کہ دعوت میں حرج نہ ہو' جب کھانے پر حضور ﷺ نے تشریف رکھا تو فرمایا کہ جابر اپنے بچوں کو بلاؤ۔ ہم اُن کے ساتھ کھانا کھائیں گے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارا واقعہ عرض کیا تب حضور ﷺ نے اُن کو زندہ فرمایا اور ساتھ کھانا کھلایا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر ایک دعوت میں دسترخوان سے حضور ﷺ نے ہاتھ پونچھ لیا۔ وہ کپڑے کا دسترخوان پھٹے پھٹ گیا مگر کبھی آگ میں نہ جلا۔ جب کبھی وہ دسترخوان میلا ہو جاتا تھا تو اس کو جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیتے تھے وہ اس میں نہ جلتا تھا بلکہ صاف ہو جاتا تھا۔

یہاں تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کا ایک عارفانہ نکتہ بھی ملاحظہ فرمائیں ''سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بابرکت شخصیت نارِ نمرود میں گئی تھی آتش کدہ' گل کدہ ہوگیا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ آگ ٹھنڈی ہوگئی۔ خیال رہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ذات وہاں گئی تھی مگر یادکر و رسول کے ہاتھ سے لگے ہوئے اُس دسترخوان (رُومال) کو جو صحابی رسول کے پاس محفوظ ہے۔ وہ رُومال جب اس میں گندگی آجائے یا کبھی دھونے

کی ضرورت آئے تو وہ اس رُومال کو جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیتے تھے اور تنور میں سے ڈال کر جب جب اُسے نکالتے تھے تو بالکل دُھل کر صاف نکلتا تھا۔ سنو! وہاں ذات ابراہیم گئی تھی۔ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام خود گئے تھے۔ یہاں رسول خود نہیں گئے تھے۔ رسول کی نسبت گئی تھی۔ رسول کا تعلق گیا تھا۔ انگلی تک تو نہیں گئی۔ رسول کا کوئی لباس مبارک بھی تو نہیں گیا صرف نسبت گئی۔ وہاں آتش کدہ، گل کدہ بن گیا، مگر یہاں آگ ہے اور اپنی حرارتوں کو جس نے نہیں کھویا ہے لیکن جلانے کی ہمت نہیں ہے۔ یہیں سے پتہ چل گیا کہ جب نسبت لے کر تنور میں ایک کپڑا جاتا ہے تو آگ نہیں جلا پاتی، تو اگر تمہارے دل میں رسول کی محبت ہو تو جہنم میں جلانے کی طاقت کہاں سے آئے۔

امام بیہقی نے دلائل النبوت میں روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دعوتِ اسلام دی۔ اُس نے جواب دیا کہ میں آپ پر ایمان نہیں لاتا، یہاں تک کہ میری بیٹی زندہ کی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر دکھا۔ اُس نے آپ کو اپنی بیٹی کی قبر دکھائی تو آپ نے اس لڑکی کا نام لے کر پکارا۔ لڑکی نے قبر سے نکل کر کہا، **لبيك وسعديك** ۔ نبی ﷺ نے فرمایا کیا تو پسند کرتی ہے کہ دُنیا میں پھر آجائے؟ اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ! قسم ہے اللہ کی۔۔ میں نے اللہ کو اپنے والدین سے بہتر پایا اور اپنے لئے آخرت کو دُنیا سے اچھا پایا۔

حافظ ابونعیم نے کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ کا چہرہ متغیر پایا۔ اس لئے وہ اپنی بیوی کے پاس واپس آئے اور کہنے لگے، میں نے نبی ﷺ کا چہرہ متغیر دیکھا ہے۔ میرا گمان ہے کہ بھوک کے سبب سے ایسا ہے۔ کیا گھر میں کھانے کے لئے کچھ موجود ہے؟ بیوی نے کہا، اللہ کی قسم! ہمارے پاس یہ بکری اور کچھ بچا ہوا توشہ ہے۔ پس میں نے بکری کو ذبح کیا، اور اس نے دانے پیس کر روٹی اور گوشت پکایا، پھر ہم نے ایک پیالہ میں ثرید بنایا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا۔ آپ نے فرمایا اے جابر اپنی قوم کو جمع کرلو۔ میں اُن کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا، اُن کو میرے پاس جدا جدا

جماعتیں بنا کر بھیجتے رہو۔ اس طرح وہ کھانے لگے۔ جب ایک جماعت سیر ہو جاتی تو وہ نکل جاتی اور دوسری آتی۔ یہاں تک کہ سب کھا چکے اور پیالے میں جتنا پہلے تھا اتنا ہی بچ رہا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے۔ کھاؤ اور ہڈی نہ توڑو۔ پھر آپ نے پیالے کے وسط میں ہڈیوں کو جمع کیا' اُن پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا۔ پھر آپ نے کچھ کلام پڑھا۔ جسے میں نے نہیں سنا۔ ناگاہ وہ بکری کان جھاڑتی اُٹھی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اپنی بکری لے جا۔ پس میں اپنی بیوی کے پاس آیا وہ بولی یہ کیا ہے؟ میں نے کہا' اللہ کی قسم یہ ہماری بکری ہے۔ جسے ہم نے ذبح کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے دُعا مانگی۔ پس اللہ نے اسے زندہ کر دیا۔ یہ سن کر میری بیوی نے کہا' میں گواہی دیتی ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔

غزوہ خیبر کے بعد سلام بن مشکم یہودی کی زوجہ نے بکری کا زہر آلود گوشت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا۔ آپ اس میں سے بازو اٹھا کر کھانے لگے وہ بازو بولا کہ مجھ میں زہر ڈالا گیا ہے۔ وہ یہود یہ طلب کی گئی۔ تو اس نے اعتراف کیا کہ میں نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے۔ یہ معجزہ مردے کے زندہ کرنے سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ یہ میت کے ایک جزو کا زندہ کرنا ہے۔ حالانکہ اس کا بقیہ حصہ جو اس سے مفصل تھا مردہ ہی تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب خیبر فتح ہوا' تو نبی اکرم ﷺ کو ایک بکری کا گوشت بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ اس گوشت میں زہر ملا دیا گیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جتنے یہودی یہاں موجود اکٹھے ہو جائیں' پس وہ جمع ہو گئے۔ حضور ﷺ نے اُن سے فرمایا: میں تم سے ایک چیز کے بارے میں پوچھنے والا ہوں کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں ہم تصدیق کریں گے۔ آپ نے پوچھا: تمہارا باپ کون ہے؟ انہوں نے کہا: 'فلاں'۔ آپ نے فرمایا: تم نے جھوٹ کہا' تمہارا باپ تو فلاں شخص ہے۔ انہوں نے جواب دیا' آپ ﷺ نے بالکل صحیح ارشاد فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں ملایا ہے۔ پوچھا' تمہیں کس چیز نے اس بات پر آمادہ کیا؟ کہنے لگے' ہماری خواہش یہ تھی کہ اگر آپ (معاذ اللہ)

جھوٹے ہیں تو ہمیں آپ سے نجات وراحت مل جائے گی اور اگر آپ سچے نبی ہیں تو یہ زہر آپ ﷺ کا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔ (بخاری)

آنحضرت ﷺ کے والدین کا آپ کی خاطر زندہ کیا جانا اور اُن کا آپ پر ایمان لانا بھی بعض احادیث میں وارد ہے۔ علامہ سیوطی نے اس بارے میں کئی رسالے تصنیف کئے ہیں اور دلائل سے اُسے ثابت کیا ہے۔ جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء۔

حضور نبی کریم ﷺ کے توسل سے بھی مردے زندہ ہوگئے' چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک جوان نے وفات پائی۔ اس کی ماں اندھی بڑھیا تھی۔ ہم نے اس جوان کو کفنا دیا اور اس کی ماں کو پرسہ دیا۔ ماں نے کہا' کیا میرا بیٹا مر گیا ہے۔ ہم نے کہاں۔ ہاں۔ یہ سن کر اس نے یوں دُعا مانگی یا اللہ اگر تجھے معلوم ہے کہ میں نے تیری طرف اور تیرے نبی کی طرف اس امید پر ہجرت کی ہے کہ تو ہر مشکل میں میری مدد کرے گا تو اس مصیبت کی مجھے تکلیف نہ دے۔ ہم وہیں بیٹھے تھے کہ اس جوان نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھا دیا اور کھانا کھایا اور ہم نے بھی اس کے ساتھ کھایا۔ (سیرت رسول عربی۔ علامہ نور بخش توکلی علیہ الرحمتہ)

غرض کہ جانوروں کو' انسانوں کو' پتھروں کو' لکڑیوں کو جان بخشی ہے کنکروں کو جان بخش کر کلمہ پڑھوالیا۔ لکڑی فراق میں روئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صرف مردہ نسانوں کو زندہ کیا' مگر حضور ﷺ نے ان بے جان چیزوں میں جان بخشی۔

اللہ رسول ’زندہ‘ ہیں

(ذاتی اور عطائی زندگی)

حی وہ ذات ہوتی ہے جس میں زندہ رہنے کی قوت بہ نفسِ نفیس موجود ہو۔ اس لئے **حی** صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے کیونکہ وہ ذات ہمیشہ سے زندہ اور ابد تک زندہ رہے گی ہر چیز کی زندگی اسی کی عطا سے ہے چونکہ اللہ تعالیٰ بذات خود **حی** ہے اور کائنات کی ہر چیز کو حیات بخشنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے ہر شئے میں حیات ہے موت اور فنا کے نقص سے بہت پاک اور نہایت بلند ہے۔

جو شخص **یاحی** کثرت سے پڑھتا رہے اُس کے ہر مُردہ کام میں زندگی پڑ جائے گی اور اُس کا دل ہمیشہ زندہ رہے گا اور اس کی روح اپنے پیدا کرنے والے کی طرف متوجہ رہے گی

حیاۃ النبی ﷺ : اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس صفت کا بھی مظہر بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کو زندگی عطا فرمائی ہے۔ یہ بات کس طرح ممکن ہے جو ساری کائنات کو اپنی خیرات بانٹنے والے ہوں یہاں تک کہ مردوں کو زندگی دے دیں اور خود زندہ نہ ہوں وہ اتنی عظمت والے رسول ہیں جو چیز اُن کے بدن اقدس سے مس ہو جاتی اسے زندگی مل جاتی۔ پڑھئے صحیح بخاری کی وہ حدیث پاک جس میں ہے کہ حضور ﷺ جب خطبہ کے لئے ایک کھجور کے تنے کے سامنے ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے اور کئی مرتبہ کافی دیر تک حضور ﷺ کو کھڑا ہونا پڑتا۔ ایک عورت نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ۔ میرا بیٹا لکڑی کا کاروبار کرتا ہے۔ کیا میں آپ کے لئے ایک منبر نہ بنوا لاؤں؟ حضور ﷺ نے اجازت دے دی' چنانچہ حضور ﷺ کے لئے منبر بن کر آ گیا تو حضور ﷺ کھجور کے تنے کو چھوڑ کر منبر پر بیٹھ گئے۔ اس پر اس تنے نے رونا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس پر دستِ شفقت رکھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کھجور کے تنے نے بچے کی طرح رونا شروع کیا، حضور ﷺ منبر سے اُتر کر اُس تنے کے قریب گئے اور اپنی بغل میں لے لیا جس طرح روتے ہوئے بچے کو چُپ کرایا جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے اس تنے کے رونے کی آواز کو سنا، وہ اس طرح رورہا تھا کوئی اونٹنی اپنے بچے کی جدائی میں روتی ہے حضور ﷺ نے اس پر شفقت کا ہاتھ رکھا اور وہ خاموش ہوگیا۔ (بخاری)

ذرا غور کیجئے لکڑی خشک اور بے جان تھی مگر حضور ﷺ کے بدن اقدس سے مس ہونے سے اس کو زندہ مل گئی تو جو ہستی بے جان چیزں کو زندگی دے سکتی ہے تو کیا وہ خود مردہ ہے۔

سنن ابن ماجہ کی حدیث ہے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر درود کثرت سے پڑھا کرو کیونکہ فرشتے اس دن تمہارا درود مجھ پر (تحفہ کے طور پر) پیش کرتے ہیں۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ظاہری وصال کے بعد بھی؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ اللہ کے نبی زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

میری حیات بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے تم مجھ سے باتیں کرتے ہو میں تم سے باتیں کرتا ہوں پھر جب میں دُنیا سے چلا جاؤں گا تو میری ملاقات بھی تمہارے لئے بہتر ہے مجھ پر تمہارے اعمال پیش ہوں گے اگر اچھے عمل دیکھوں گا تو رب تعالیٰ کا شکر بجالاؤں گا اگر صحیح نہ دیکھوں گا تو تمہارے لئے بخشش کی دُعا کروں گا (القول البدیع)

حضرت سعید بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ جب یزیدی فوج نے کربلا میں کشت وخون کے بعد مدینہ منورہ کا رُخ کیا اور مدینہ منورہ میں قتل وغارت کا بازار گرم کیا، مسجد نبوی ﷺ

کی بے حرمتی کی، گھوڑے باندھے اور گندگی پھیلائی اور تین دن تک مسجد نبوی ﷺ میں اذان و امامت نہ ہوئی۔ حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھپ گئے تو کہتے ہیں جب نماز کا وقت آتا تو حضور ﷺ کی قبر اطہر سے اذان و اقامت کی آواز آتی تو میں اس کے مطابق نماز پڑھتا۔ (مشکوٰۃ)

خصائص الکبریٰ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میری لحد میں کپڑا بچھا دو کیونکہ زمین کو انبیاء کے جسموں پر مسلط نہیں کیا جاتا۔

مشکوٰۃ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب بھی کوئی مسلمان مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کی توجہ اس کی طرف کر دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

ایک بزرگ ابراہم بن شیبان کہتے ہیں کہ میں حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوا اور میں نے حضور ﷺ کی قبر شریف کے پاس جا کر سلام عرض کیا تو میں نے حجرہ شریف کے اندر سے وعلیک السلام کی آواز سنی۔ (القول البدیع)

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں، میں نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی۔ میں نے عرض کیا۔۔ یا رسول اللہ ﷺ یہ لوگ حاضر ہوتے ہیں اور سلام کرتے ہیں۔ کیا آپ اُس کو سمجھتے ہیں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا، ہاں سمجھتا ہوں، اُن کے سلام کے جواب دیتا ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں ایک فرشتے کو پوری مخلوق کی باتیں سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے پس وہ فرشتہ میری قبر پر کھڑا ہے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی پس میری اُمت میں سے جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے وہ فرشتہ کہتا ہے اے احمد ﷺ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ پر سلام بھیجا ہے۔

ہمارا ایمان اور مضبوط عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ایسی حیات عطا فرمائی ہے جس کا اندازہ عام انسان نہیں کر سکتا، ویسے بھی یہ بات متحقق ہے کہ اگر شہید اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو حضور ﷺ سب سے بڑھ کر ارفع و اعلیٰ ہیں تو آپ کی حیات طیبہ بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔

اللہ رسول 'اول' ہیں

اللہ تعالیٰ اول ہے اس طرح کہ ہمیشہ سے ہے جس کی ابتداء نہیں' لہذا وہ آگے ہے۔
وجود میں اول ہے یا سب کی ابتداء بھی اسی سے ہے لہذا اول ہے
﴿**هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ**﴾ (الحدید)
وہی اول' وہی آخر' وہی ظاہر' وہی باطن اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔
اس آیت کی تشریح خود حضور رسالت مآب ﷺ نے فرمائی۔ یہ دُعا ہے جو حضور ﷺ اپنے بستر راحت پر لیٹے ہوئے اکثر مانگا کرتے تھے۔قرض کی ادائیگی اور بھوک سے نجات کے لئے یہ دُعا اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔آپ بھی اس دُعا کو یاد کرلیں۔رات کو اگر سوئے ہوئے آنکھ کھل جائے تو یہ دُعا مانگ لیں **عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها انه ﷺ کان یقول وهو مضهجع : اللهم رب السمٰوات والارض و رب العرش العظیم ربنا ورب کل شی فالق الحب والنویٰ ومنزل التوراة والانجیل والفرقان اعوذ بك من شر کل شیی انت اٰخذ بناصیته اللهم انت الاول فلیس قبلك شیئٌ وانت الاخر فلیس بعدك شیئٌ وانت الظاهر فلیس فوقك شیئٌ وانت الباطن فلیس دونك شیئٌ اقض عنا الدین و اغننا عن الفقر۔**
اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے رب! اے عرش عظیم کے رب! اے ہمارے رب! اے ہر چیز کے رب! اے دانے اور گٹھلی کو چیرنے والے! اے تورات' انجیل اور فرقان کو اُتارنے والے! میں تجھ سے ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کی پیشانی کو تو پکڑے ہوئے ہے۔ اے اللہ! تو اول ہے' پس تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں۔تو آخر ہے' پس تیرے بعد کوئی چیز نہیں۔تو ظاہر ہے (غالب) تجھ سے برتر اور کوئی نہیں۔تو باطن ہے' تجھ سے مخفی اور کوئی نہیں۔ ہمارا قرض ادا فرما دے اور ہمیں فقر و افلاس سے غنی کردے۔
(تفسیر ضیاء القرآن)

اللہ تعالیٰ اول ہے اس سے اول کچھ نہ تھا......وہ بذات خود ہی تھا اور نہ اس کا کوئی آغاز ہے

کہ کسی کومعلوم ہو کہ وہ کب سے ہے۔ یاد رکھو کہ جب کچھ نہ تھا تو وہی تھا اس لئے ہر لحاظ سے وہی اول ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کو اس صفاتی نام سے یاد کرنے سے انسان کو اولیت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اے اللہ کے بندو ! اُس کے قرب کے لئے اول بنو اور عبادت کرنے میں آخر رہو اور اُس کی بارگاہ میں قیام کرنے میں اول رہو تاکہ وہ تمہارے باطن میں توحید کے مشاہدات کو عیاں کردے اور عبادت میں آخر رہو کہ وہ آخرت کو تمہارے لئے کردے گا غرض کہ اس اسم سے اسے یاد کرنے سے نیکی میں انسان اول ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں میں سب سے مقدم ہو جاتا ہے اور سب سے بڑی خوبی یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ہر عبادت کو اول وقت میں بجالانے کا عادی ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ کی اولیت : اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو یہ صفاتی نام بھی عطا فرمایا ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت کے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ آیت مذکورہ حمد الٰہی بھی ہے اور نعت مصطفےٰ ﷺ بھی ہے۔ حضور ﷺ سب سے اول ہیں۔ اول تو اس طرح کہ دنیا و آخرت ہر جگہ سب سے اول ہی ہیں۔ سب سے پہلے آپ کا نور پیدا ہوا **اول ماخلق الله نوری** ۔جسماً تو حضرت آدم علیہ السلام آپ کے والد ہیں مگر حقیقتاً حضور ﷺ والد آدم علیہ السلام ہیں، بظاہر درخت سے پھول ہے مگر حقیقت میں پھول سے درخت ہے۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر وہی قرآن وہی فرقان وہی یٰسین وہی طٰہٰ

اس باغ عالم کے حضور ﷺ پھول ہیں سب سے پہلے نبوت آپ کو عطا ہوئی۔ خود فرماتے ہیں **کنت نبیا وادم بین الطین والمآء** ہم اس وقت نبی تھے جب کہ آدم اپنی آب وگل میں جلوہ گر تھے۔ یثاق کے دن **الست بربکم** کے جواب میں سب سے پہلے **بلٰی** فرمانے والے حضور ﷺ ہی ہیں۔ بروز قیامت سب سے پہلے آپ کی قبر انور کھولی جائے گی، بروز قیامت اول حضور ﷺ کو سجدہ کا حکم ملے گا سب سے پہلے شفاعت حضور ﷺ

فرمائیں گے اور شفاعت کا دروازہ حضور ﷺ ہی کے دست اقدس پر کھلے گا۔ اول حضور ﷺ ہی جنت کا دروازہ کھلوائیں گے۔ اول حضور ﷺ ہی جنت میں تشریف فرما ہوں گے بعد میں تمام انبیاء۔ اول حضور ﷺ ہی کی اُمت جنت میں جائے گی بعد میں باقی اُمتیں۔ غرض کہ ہر جگہ اولیت کا سہرا اُن کے ہی سر پر ہے اول دن یعنی جمعہ حضور ﷺ ہی کو دیا گیا۔

خصائص الکبریٰ میں ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معراج کی رات حضور ﷺ کو کچھ احباب ملے۔ انھوں نے ان الفاظ میں آپ پر سلام پڑھا: **السلام علیك یٰا اول السلام علیك یٰا اٰخر السلام علیك یٰا حاشر۔** جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: حضور یہ سلام کرنے والے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام تھے۔ معلوم ہوا کہ انبیائے سابقہ بھی آپ کو اول اور آخر کہہ کر پکارتے تھے۔

حضور ﷺ کی خلقت اور عبادت میں اوّلیت

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے حبیب ﷺ آپ (سارے کفار سے یا سارے انسانوں سے یا ساری جن وانس سے یا ساری مخلوق سے) فرما دیں۔

﴿**قُلۡ اِنِّیۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَکُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَسۡلَمَ**﴾ (الانعام/۱۴) فرمائیے بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ہو جاؤں سب سے پہلے سر جھکانے والا۔

جس دین کی دعوت دینے کے لئے حضور ﷺ مبعوث ہوئے تھے اُس کو سب سے پہلے قبول کرنے والے بھی حضور ﷺ ہی تھے اس لئے فرمایا کہ تمام اُمت سے پہلے مجھے اپنے رب کی وحدانیت اور الوہیت پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں صاحب روح المعانی کا ایک روح پرور اور ایمان افروز اقتباس ہدیہ ناظرین کرتا ہوں: **فاول روح رکضت فی میدان الخضوع والانقیاد والمحبة روح نبینا ﷺ وقد اسلم نفسه لمولاه بلاواسطة وکل اخوانه الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام فی عالم الارواح انما اسلموا نفوسهم بواسطته علیه الصلوٰة والسلام فهو ﷺ المرسل**

الی الانبیاء والمرسلین علیھم الصلوٰۃ والسلام فی عالم الارواح وکلھم امۃ (روح المعانی) عاجزی فرمان برداری اور محبت کے میدان میں سب سے پہلے جو رُوح سجدہ ریز ہوئی وہ نبی کریم ﷺ کی رُوح مبارک تھی اور حضور نبی کریم ﷺ نے بلا واسطہ اپنے مولائے کریم کے سامنے سرِعبودیت جھکایا اور تمام نبیوں اور رسولوں نے حضور ﷺ کے واسطہ سے' پس حضور نبی کریم ﷺ تمام انبیاء ورسل کے بھی رسول ہیں اور سب حضور ﷺ کے امتی ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:

یہاں امر سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ حکم ہے جو حضور انور ﷺ کو یہاں دُنیا میں تشریف لانے پر دیا گیا اور اول سے مراد اضافی اول ہے اور معنی یہ ہیں کہ مجھے رب تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ میں اپنی اُمت میں سے سب سے پہلا مسلم مومن اللہ تعالیٰ کا مطیع ہوں اور لوگ مجھے دیکھ کر مسلم مومن مطیع بنیں۔ عام مفسرین نے یہ ہی معنی کئے ہیں اس صورت میں امر سے مراد حکم قرآنی نہیں بلکہ وہ حکم الٰہی مراد ہے جو حضور ﷺ کے دل میں بچپن ہی میں القاء کیا گیا کیونکہ قرآن کریم کی کسی آیت میں حضور ﷺ کو ایمان لانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ نیز حضور انور ﷺ تو نزول قرآن سے پہلے ہی مومن عارف باللہ ہیں ظہور نبوت سے پہلے شجر وحجر حضور ﷺ کی نبوت کو گواہی دیتے تھے قرآن کریم کی پہلی آیت غار حرا میں جہاں حضور ﷺ چھ ماہ سے عبادت وریاضت کررہے تھے لہذا یہ حکم وہ ہے جس کا القاء حضور ﷺ کے قلب میں کیا گیا۔ فقیر کے نزدیک امر سے مراد وہ ہے جو ساری مخلوق کی پیدائش سے پہلے نور محمدی ﷺ کو دیا گیا کہ حضور ﷺ کا نور اول مخلوقات ہے۔ **اول ماخلق اللہ نوری** اس نور نے ہزارہا سال رب تعالیٰ کی عبادت کی اس عرصہ میں ایک ہی عابد تھا' وہ نور محمدی ﷺ ۔۔ یا امر سے وہ امر ہے جو میثاق کے دن رُوح محمدی کو دیا گیا کہ رب نے فرمایا ﴿**اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ**﴾ سب سے پہلے حضور ﷺ کی روح نے ﴿**بَلٰی**﴾ کہا' حضور ﷺ سے سُن کر اور روحوں نے ﴿**بَلٰی**﴾ کہا ان دونوں صورتوں میں اولیت سے مراد اولیت حقیقیہ ہے غرضکہ

یہاں﴿ امــرت﴾ میں چار احتمال ہیں: (۱) مجھے قرآن میں حکم دیا گیا (۲) مجھے دُنیا میں آتے ہی حکم دیا گیا بطور الہام (۳) مجھے عالم ارواح میں حکم دیا گیا میثاق کے دن (۴) مجھے تمام مخلوق سے پہلے حکم دیا گیا۔

اولیت میں بھی تین احتمال ہیں : (۱)اس زمانہ میں اپنی اُمت سے پہلے (۲) میثاق کے دن تمام ارواح انسانی سے پہلے (۳) حقیقۃً ساری مخلوق سے پہلے جب صرف میں ہی عابد تھا کروڑوں سال صرف میں نے بہ حکم الٰہی عبادت کی۔

یہ آخری تفسیر قوی ہے یعنی مجھے رب تعالیٰ نے بلا واسطہ اس وقت حکم دیا تھا کہ میں ساری مخلوق میں پہلا مومن پہلا مسلم پہلا مطیع بنوں تمام مخلوق فرشتے انبیاء واولیاء مجھے دیکھ کر مجھ سے سیکھ کر مومن ومسلم بنے یہ تفسیر بہت دل نشین ہے۔ (تفسیر نعیمی)

حضور ﷺ ہی اول المسلمین ہیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی زبانی اعلان فرما رہا ہے کہ اے محبوب اپنے اعمال کے متعلق یہ اعلان فرما دو کہ میں ایسی صاف ستھری زندگی والا بنایا گیا ہوں کہ میری ہر قسم کی نماز ہر طرح کی قربانی حتیٰ کہ میری زندگی میری موت دنیا کے لئے یا اپنے نفس کے لئے نہیں ہے یا صرف جنت حاصل کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ رب العالمین کے لئے ہے کہ میری ہر ادا اس کیلئے ہے کہ رب تعالیٰ راضی ہوجائے۔ میری اس زندگی وموت نماز وعبادت میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے میرا سب کچھ ہے۔ مجھے فطری طور پر اول سے ہی اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں ساری مخلوق الٰہی میں پہلا رب کا مطیع وفرمانبردار ہوں سارے مطیع وفرمانبرداروں نے مجھ سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سیکھی ہے حضور ﷺ ہی ساری مخلوق میں اول المسلمین ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے﴿ **كُـلٌّ لَّــهٗ قَــانِتُوْنَ** ﴾(البقرۃ) سب اس کے حضور گردن ڈالے ہیں ۔۔اور فرمان عالی ہے ﴿**وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ**﴾ (ال عمران/۸۳) اور اُسی کے حضور گردن رکھے ہیں

جوکوئی آسمانوں اورزمین میں ہیں ۔۔اورفرماتا ہے ﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ﴾ (والصّٰفّٰت/۱۰۳)) توجب اُن دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی ۔۔ان سب میں مسلم بمعنیٰ مطیع فرمانبردار ہے ۔حضور ﷺ اول خلق ' اول عابد ' اول مطیع ہیں ۔۔عمارت کی بنیاد یعنی پہلی اینٹ پر ہی ساری عمارت موقوف ہے۔ حضور ﷺ اول خلق ہیں تو ساری مخلوق آپ کے دم سے وابستہ ہے۔ اگر حضور ﷺ نہ رہیں تو خلق نہ رہے پھر اول عابد کوسارے عابدین کے برابر بلکہ سب سے زیادہ ثواب ملتا ہے تمام مخلوق کی عبادت کا مجموعی ثواب حضور ﷺ کوملتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ﴾ (القلم/۳) ضرورتمہارے لئے انتہا ثواب ہے۔

منکرختم نبوت بانی دارالعلوم دیوبند محمد قاسم نانوتوی کو یہ کہتے ہوئے شرم نہ آئی کہ' نبی امتی سے صرف علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں' رہ گیا عمل' تو بسا اوقات بظاہر امتی بنی کے مساوی ہوتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں' (تحذیرالناس)

حضور نبی کریم ﷺ سے قلبی نہ سہی' رسمی تعلق بھی ہوتا تو اس قسم کی جرأت نہ کی جاتی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا حاصل اورتوحید کا سب سے اونچا مرتبہ یہ ہے جہاں انسان کھڑا ہوکر یہ اعلان کرتا ہے کہ میری سجدہ ریزیوں کا مقصد اور میری ہرطرح کی نیازمندیوں اور عبادتوں کا مدعا صرف اللہ تعالیٰ ہے میری زندگی اور میری موت صرف اسی کی رضا جوئی کے لئے ہے میں اس کے ہرحکم کے سامنے سرافگندہ ہوں اوراس کے ہر فیصلہ پر راضی اس کا کوئی شریک نہیں نہ اس کی ذات میں اور نہ اس کی صفات میں ۔ارشادربانی ہے: ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ لَاشَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (الانعام/۱۶۴) آپ فرمایئے بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اورمیرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جورب ہے سارے جہانوں کا' نہیں کوئی شریک اس کا' اور مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

آیت میں لفظ نُسُكِ سے مراد ہرقسم کے نیک اعمال ہیں قربانی بھی اس میں داخل ہے۔۔۔

حضور نبی کریم ﷺ کا سب سے پہلے مسلم ہونے کا یا تو یہ مطلب ہے کہ اپنی اُمت میں سب سے پہلے آپ ﷺ، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی اُمت آپ ﷺ کی دعوت سے اس شرف سے مشرف ہوئی، یا اولیت سے مراد اولیت حقیقیہ ہے کہ سب مخلوقات سے پہلے اللہ تعالیٰ کی توحید کا عرفانِ اتم ہمارے آقا و مولا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو ہوا کیونکہ ہر چیز سے پہلے حضور ﷺ کے نور کی تخلیق ہوئی اور سب سے پہلے حضور ﷺ نے ہی اپنے رب کی توحید کی شہادت دی۔ **قال قتادہ: ان النبی ﷺ قال کنت اول الانبیاء فی الخلق وآخرھم فی البعث** (قرطبی) قتادہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری تخلیق تمام انبیاء سے پہلے ہوئی اور بعثت سب کے بعد **انه اول الخلق اجمع** (قرطبی) یعنی حضور ﷺ کی پیدائش سب مخلوق سے پہلے ہوئی۔

عموماً مفسرین ﴿ **وَاَنَـا اَوَّلُ الْـمُسْلِمِيْنَ** ﴾ کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اس امت محمدیہ کے اعتبار سے آپ اول المسلمین ہیں لیکن جب جامع ترمذی کی حدیث **کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد** (میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم ابھی روح و جسد کی درمیانی منزلیں طے کر رہے تھے) کے موافق آپ اول الانبیاء ہیں تو اول المسلمین ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

حضور ﷺ عبد کامل ہیں جہاں عبودیت کی انتہا ہو جاتی ہے عبودیت کے اس اعلیٰ وارفع مقام پر صرف اسی محبوب کی رسائی ہے۔ کوئی کلمہ گو حضور ﷺ کو معبود و الٰہ نہیں سمجھتا اور نہ حضور ﷺ کی عبادت کرتا ہے بلکہ ہر نماز میں کئی بار وہ اعلان کرتا ہے کہ **اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ** میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں

حضور نبی کریم ﷺ کی زبانی یہ بھی اعلان ہو رہا ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿ **قُـلْ اِنِّـیْٓ اُمِـرْتُ اَنْ اَعْبُـدَ الـلّٰـهَ مُـخْـلِـصًـا لَّـهُ الـدِّيْنِ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ** ﴾ (الزمر/۱۲) فرمائیے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں خالص کرتے ہوئے اس کے لئے اطاعت کو اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں۔

راہ حق میں ثابت قدم رہنے اور شمع توحید کو روشن کرنے کی تاکید میں صرف تمہیں نہیں کرر ہا ہوں بلکہ میرے رب نے مجھے بھی ایسا ہی کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں حضور کریم ﷺ عالم شہادت میں اس اُمت کے لحاظ سے اور عالم غیب میں تمام اولین وآخرین کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے حکم بردار بندے ہیں۔

اللہ رسول 'آخر' ہیں

اللہ تعالیٰ آخر ہے۔ سب سے آخر میں رہنے والا۔ ہمیشہ تک رہے گا جس کی انتہا نہیں لہذا وہ سب سے پیچھے ہے۔سلوک میں آخر۔سب کی انتہاء بھی اس پر......لہذا وہ آخر ہے سب اس کی طرف لوٹیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات ہی آخر ہے جو تمام موجودات کے فنا ہونے کے بعد آخر میں باقی رہے گی اُسے کبھی فنا نہیں۔اس کے علاوہ ہر چیز ختم ہو جانے والی ہے اور اس کی آخرت کی کوئی انتہا نہیں۔اس نام 'یا آخر' کو پڑھنے والا نیک اور عابد بن جاتا ہے اس کے دل میں ہمیشہ یہی بات تقویت پاتی ہے کہ جتنی بھی عمر ہو اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے کسی دم بھی یاد الٰہی سے غافل نہ رہ جائے۔

حضور ﷺ ظہور میں آخر ہیں : اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو یہ صفاتی نام بھی عطا فرمایا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ اولیت کے باوجود آخر بھی ہیں۔سب سے آخر حضور ﷺ کا ظہور ہوا۔خاتم النبین آپ ہی کا لقب ہوا۔سب سے آخر حضور ﷺ ہی کو کتاب ملی۔سب سے آخر حضور ﷺ ہی کا دین آیا۔سب سے آخر دن یعنی قیامت تک حضور ﷺ ہی کا دین باقی رکھا گیا ہے۔ فاضل بریلوی امام احمد رضا علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہماری نبی ﷺ
نماز اسریٰ میں تھا یہ ہی سرّ عیاں ہو معنی اول آخر کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

اللہ رسول سب پر 'ظاہر' ہیں

اللہ تعالیٰ 'ظاہر' ہے۔ صفات، رحمت، عطا سے سب پر کھلا، ذات سب سے چھپی۔

بے حجابی میں یہ کہ ہر ذرہ میں جلوہ آشکار   اس پر یہ پردہ کہ صورت آج تک نا دیدہ ہے

یار تیرے حسن کو تشبیہ دوں کس چیز سے   ایک تو ہی دیدہ ہے تیرے سوا، نادیدہ ہے

اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر جگہ پر عیاں ہے بلکہ کائنات کا موجود ہونا اسی کے ظاہر سے ہے بلکہ کائنات کی ہر شئے میں اللہ تعالیٰ ہی کا نور جلوہ گر ہے کسی بھی شئے کا اپنا کوئی وجود نہیں۔ ہر شئے کو موجود کرنا اسی کے اختیار میں ہے جو ظاہر میں اللہ تعالیٰ کے نور کا مشاہدہ نہیں کرسکتا وہ باطن میں بھی نہیں کرسکتا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کسی کے دل سے حجاب اٹھا نہیں دیتا کوئی ظاہر میں اس کے نور کو نہیں دیکھ سکتا، یعنی ظاہر میں باطن پوشیدہ ہے اور ظاہر کو دیکھنے والا بھی اس وقت تک پورا ظاہر کو نہیں جان سکتا جب تک **'یا ظاہر'** کا ورد نہ کیا جائے۔ اس اسم **'یا ظاہر'** کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے پڑھنے والے کا ظاہر ہر لحاظ سے درست ہو جاتا ہے کردار میں عظمت اور عزت پیدا ہو جاتی ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو یہ صفاتی نام بھی عطا فرمایا ہے

حضور ﷺ سب پر ظاہر ہیں اور ہمیشہ ظاہر : سب پر تو اس طرح ظاہر کہ اُن کو مسلمان جانیں، کافر پہچانیں ﴿يَعْرِفُوْنَ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ﴾ کفار مکہ حضور ﷺ کو اپنی اولاد کے مثل جانتے تھے۔ حضور ﷺ کی معرفت کو بیٹے سے مثال دی نہ کہ باپ سے۔ اس کی تین وجہ ہیں۔ بیٹا اپنے باپ کو صرف لوگوں سے سن کر جانتا ہے بلا دلیل۔ مگر باپ اپنے بیٹے کو اپنے نکاح، قرار حمل، ولادت وغیرہ دلائل سے جانتا ہے۔ کفار بھی حضور ﷺ کو دلائل سے پہچانتے تھے نہ فقط سن کر۔ نیز بیٹا دُنیا میں آ کر باپ کو پہچانتا ہے مگر باپ ولادت سے پہلے ہی۔ کفار بھی حضور ﷺ کو ولادت پاک سے پہلے ہی جانتے تھے اور اُن کی آمد کی دُعائیں مانگتے تھے نیز بچہ دُنیا میں آ کر فوراً نہیں

پہچانتا تھا بلکہ سمجھ دار ہوکر، مگر باپ بیٹے کو اول سے ہی جانتا ہے۔

حضور ﷺ کو بچپن سے ہی سارا عالم جانتا تھا کہ پہاڑ سلام کرتے تھے، حجر خوشخبریاں دیتے تھے، درخت سایہ کے لئے جھکتے تھے، چاند باتیں کرتا تھا، کفار آپ کی نبوت کی گواہیاں دیتے تھے۔ جانور جانیں، اونٹ سجدہ کریں، جنگل کے ہرن امن مانگیں، چاند و سورج جانیں کہ اشارہ محبوب ﷺ ہے۔۔ چاند اشارہ پاکر دو ٹکڑے ہوجائے اور سورج ڈوب کر لوٹ آئے۔ فرش والے جانیں، عرش والے پہچانیں، حضرت آدم علیہ السلام آنکھ کھولتے ہی عرش اعظم پر رب تعالیٰ کے نام کے ساتھ محبوب کا نام لکھا ہوا پائیں۔ جنت والے جانیں، دوزخ والے پہچانیں۔ جنت کے پتہ پتہ پر حوروں کی آنکھوں میں، غلمانوں کے سینہ پر غرض کہ ہر جگہ لکھا ہوا ہے **لا اله الا الله محمد رسول الله**

دوزخی بھی اقرار کریں کہ حضور ﷺ کی مخالفت ہم کو یہاں لائی۔غرض کہ جہاں اللہ کا ذکر، تمام عالم میں آپ کا نور اور ہر جگہ آپ کا ظہور علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ پھر قیامت تک محبوب کی ہر ہر ادا سب کو معلوم، زندگی پاک کی ایک ایک حالت کریمہ، ولادت پاک، دودھ پینا، پرورش پانا، قبل نبوت کے واقعات بعد نبوت اندرونی اور بیرونی زندگی پاک، چلنا پھرنا کھانا پینا سونا جاگنا، تبسم فرمانا، گریہ زاری کرنا غرض کہ زندگی پاک کا ہر شعبہ ہر وقت ہر جگہ ظاہر۔عرب میں ظاہر، پنجاب میں ظاہر، کابل میں ظاہر، مشرق مغرب شمال جنوب کونسی جگہ ہے جہاں کتب حدیث نہ پہنچی ہوں۔ظاہر تو ایسے ہیں۔(شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن)

اللہ رسول 'باطن' حقیقت میں سب سے پوشیدہ ہیں

تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی فرماتے ہیں:

میرے معبود تیری پردہ نشینی ہے عجیب ذرّے ذرے سے نمایاں ہے پھر بھی پنہاں ہے
قربت کا یہ عالم کہ رَگِ جان سے قریب دور اتنا کہ تخیل کی رسائی ہے محال

اللہ تعالیٰ ہماری ظاہری آنکھوں سے پوشیدہ ہے ۔۔اور نہ ہی یہ مادی انکھیں اُسے دیکھنے کی تاب رکھتی ہیں۔ یہ صفت خاص کر اسی کی ذات سے وابستہ ہے۔اس نام کی تاثیر یہ ہے کہ اُسے پڑھنے والا اہل ظاہر میں شمار ہونے لگتا ہے اوراس پر پوشیدہ اسرار اور حقائق کھل جاتے ہیں یعنی مشاہدے کا خاصا تعلق اس صفت کے ساتھ ہے معرفت تلاش کرنے والوں کے لئے یہ اسم نہایت ہی اعلیٰ قسم کا تحفہ ہے۔

حضور ﷺ سب سے پوشیدہ ہے : اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو یہ صفاتی نام بھی عطا فرمایا ہے۔

حضور ﷺ کی حقیقت سب سے پوشیدہ ہے حضور نبی کریم ﷺ اپنے سب سے قریبی ساتھی یارِ غار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں **یا ابابکر لم یعرفنی حقیقة غیر ربی** اے ابابکر میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کسی نے نہیں جانا۔ لطف یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے کمالات واوصاف میں اتنے ظاہر ہونے کے باوجود آپ کی حقیقت کو بجز پروردگار کسی نے نہ جانا۔ وہ شان ظہور تھی اور یہ شان بطون۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ **لی مع الله وقت لایسعنی فیه ملك مقرب ولا نبی مرسل** میرے لئے میرے رب کے ساتھ ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہاں ملک مقرب یعنی قریبی فرشتے کی گنجائش ہے نہ نبی مرسل کی گنجائش ہے۔

فاضل بریلوی امام احمد رضا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

خسرو اعرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں

اللہ تبارک وتعالیٰ جب اپنے حبیب ﷺ کی عظمت و رفعت کا اقرار کروانا چاہتا ہے تو بارگاہ کے گستاخوں سے بھی لکھواتا ہے۔۔قصائد قاسمی میں قاسم نانوتوی لکھتے ہیں :

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت سواء خدا کے بھلا کوئی تجھ کو کیا جانے
نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے، بجز ستار تو شمسِ نور ہے شپّر نمط اولوالابصار

غرض کہ دیدۂ انسان میں بشریت ظاہر ہوئی، مگر حقیقت محمدیہ بجز پروردگار کوئی بھی نہ جان سکا۔ جس طرح کہ سورج کو اس کے نور سے چھپا لیا کہ کوئی بھی اس کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتا۔اسی طرح حضور انور ﷺ کی نورانیت پردہ بن گئی۔رب تعالیٰ نے اسی لئے ان کو نور فرمایا ﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٍ ﴾ یعنی اے مسلمانو۔تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے نور اور کھلی کتاب آئی۔

اللہ رسول ’رؤف‘ بے حد مہربان اور احسان فرمانے والے ہیں

اللہ تعالیٰ ’رؤف‘ ہے۔ مہربان، رافت والا، مشقت اور مصیبتوں کا دور کرنے والا ۔۔ رؤف رافتہ سے بنا بمعنی بے حد رحمت جس کی انتہاء نہ ہو۔بعض عشاق نے فرمایا کہ بندے کی حاجت کی بناء پر احسان کرنا رحمت ہے اور اپنی عادت کی بناء پر احسان فرمانا رافتہ۔
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے پناہ شفقت اور مہربانیاں کرنے والا ہے اس لئے جو شخص اسے رؤف کہہ کر پکارتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی مہربانیوں کے دروازے کھول دیتا ہے یہ اسم تاثیر میں جمالی ہے۔

حضور ﷺ کی مہربانی : اللہ تبارک تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ صفاتی نام ’رؤف‘ بھی عطا فرمایا ہے۔بعض نے فرمایا کہ حضور ﷺ اپنے قرابت داروں عزیزوں پر رؤف ہیں اپنے دوستوں پر رحیم، یا جس نے حضور ﷺ کو دیکھا اُس پر رؤف ہیں جو بغیر دیکھے آپ پر ایمان لائے ان پر رحیم (روح المعانی) یا پرہیزگاروں پر رؤف ہیں گناہگاروں پر رحیم۔
حضور ﷺ رحیم تو سارے عالم پر ہیں یعنی رحمت عامہ سارے عالم کے لئے ہے

﴿وَمَـا اَرۡسَـلۡـنٰكَ اِلَّا رَحۡـمَةً لِّـلۡـعٰـلَمِيۡنَ ﴾ مگر رحمت خاصہ یعنی رؤف ورحیم صرف مسلمانوں پر ہیں۔ سورج روشنی دینے والا ساری دنیا کو ہے مگر روشنی اور پھل دونوں صرف باغوں کو دیتا ہے۔ بارش ساری زمین کو تری دیتی ہے مگر تری وسبزی دونوں نفیس زمین کو دیتی ہے یا موتی صرف سمندر کی سیپ کو۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴾ ثابت ہوا کہ رؤف اور رحیم اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں مگر یہی صفتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا فرمائی ہیں۔ حضور ﷺ کی یہ صفات عطائی ہیں۔ رب تعالیٰ نے یہ دونوں نام اپنے حبیب کو عطا فرمائے ہیں کسی نبی کو رب تعالیٰ کے دو نام نہیں ملے۔

﴿لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَاعَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴾ (التوبہ/۱۲۸) بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے' گراں گزرتا ہے اُس پر تمہارا مشقت میں پڑنا' بہت ہی خواہشمند ہے تمہاری بھلائی کا' مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا' بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ رسول 'جَامِع' ہیں

اللہ تعالیٰ جامع ہے۔ جامع کے معنی خود تمام صفات کمالیہ کا جامع ہے کہ تمام خوبیاں اس میں جمع ہیں یا تمام بکھری خلق کو قیامت میں جمع فرمائے گا رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ اِنَّكَ جَـامِعُ النَّاسِ لِيَوۡمٍ لَّارَيۡبَ فِيۡهِ ﴾ یا تمام بکھرے انسانوں کو بذریعہ اسلام' قرآن' ایمان میں جمع فرمانے والا۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جمع کرنے والا ہے اس اسم کی خصوصیت یہ ہے کہ اسے پڑھنے والے کے پاس اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو جمع کر کے واپس لے آتا ہے جو اس سے جدا ہوگئی ہوں۔

حضور ﷺ علوم انبیاء کے جامع ہیں : اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو یہ صفاتی نام 'جامع' عطا فرمایا ہے۔

عن ابی هريره رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ فضلت على الانبياء بست اعطيت جوامع الكلم ونصرت بالرعب واحلت لی المغانم و جعلت لی الارض طهورا ومسجدا وارسلت الى الخلق كآفة وختم بی النبيون (متفق علیہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چھ چیزوں کے باعث (دوسرے انبیاء پر) فضیلت عطا فرمائی ہے۔ مجھے مجموعہ کلام عطا فرمایا' مجھے رعب عطا کیا گیا اور میرے لئے مال غنیمت حلال کئے (پہلے انبیاء پر حلال نہیں تھا) میرے لئے ساری روئے زمین پاک کردی (پہلے انبیاء کے لئے پاک نہ تھی) اور مسجد بنادی گئی۔ میری نبوت عالمگیر ہے اور مجھ پر سلسلہ نبوت ختم ہوگیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کو وہ کمالات عطا کئے ہیں جن کا شمار کرنا انسانی طاقت سے بعید ہے آپ کے کمالات وفضائل کو حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ حضور ﷺ علوم انبیاء کے جامع ہیں بلکہ جس نبی کو پروردگار نے جو کچھ نعمت عطا فرمائی حضور ﷺ کے دست اقدس سے ملی۔ حضور نبی مکرم ﷺ فرماتے ہیں **الله يعطی وانا قاسم** اللہ دینے والا ہے اور ہم اس کو تقسیم فرمانے والے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**أُولَـٰئِكَ الَّـذِيـنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُـدٰهُـمُ اقْتَدِهْ** ﴾ (الانعام/۹۰) یعنی انبیاء وہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تو آپ بھی ان کی راہ پر چلو۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ تمام انبیاء کے سارے صفات کے جامع ہے۔

حضور ﷺ کو شکر نوح علیہ السلام' سنت ابراہیم علیہ السلام' اخلاص موسیٰ علیہ السلام' صدق اسماعیل علیہ السلام' صبر ایوب علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام' توبہ داؤد علیہ السلام' تواضع سلیمان علیہ السلام دیئے گئے۔ لہذا آپ جامع کمالات انبیاء ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ یہ بیضا داری   انچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

امام بوصیری شرح قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں۔

فانك شمس فضل هم کو اکبها　　　یظهرن انوارها للناس فی الظلم

یعنی اے محبوب ﷺ آپ عظمت کے سورج ہیں اور سارے انبیاء آپ کے تارے کہ سب نے آپ ﷺ ہی سے لے کر اندھیرے میں آپ ہی کا نور لوگوں پر ظاہر کیا۔ یہ انبیاء مرسلین تارے ہیں تم مہر مبین سب جگمائے رات بھر چمکے جو تم کوئی نہیں۔

علوم اولین و آخرین حضور ﷺ کے علم میں مجتمع ہیں جیسے کہ علم سمع، علم بصر علحدہ علحدہ ہیں مگر نفس ناطقہ میں سب جمع۔ اسی طرح یہاں' اسی طرح حضور ﷺ عالم حقیقی ہیں اور باقی انبیاء عالم بالعرض۔ فتوحات مکیہ میں شیخ ابن عربی فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام' حضور ﷺ کے پہلے خلیفہ اور نائب ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا علم باجوود اس قدر وسعت کہ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کے علم کے سمندر کا خطرہ ہے یا دفتر کی ایک سطر۔

اب حضور ﷺ کا علم کس قدر وسیع ہے یا تو حضور ﷺ ہی جانیں یا اُن کا دینے والا پروردگار۔

حضور ﷺ کی ذات جامع کمالات حسنات و مجموعہ خصائل ہے۔

☆　اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ بنائے تو حضور ﷺ حبیب اللہ بنائے گئے۔

☆　اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بدن اقدس آتش نمرود میں سلامت رہا تو حضور ﷺ نے جس رومال سے ہاتھ صاف کئے وہ رومال ہمیشہ کے لئے تاثیر آگ سے محفوظ رہا بلکہ آگ میں ڈالے جانے سے مزید صاف ہو جاتا۔ یہ آقا ﷺ کے ہاتھوں کی نسبت تھی۔

☆　اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس آگ میں ڈالے گئے وہ آگ بجھ گئی تو حضور ﷺ کے آنے سے آتش کدہ ایران جو ہزاروں سال سے بھرک رہا تھا بجھ گیا۔

☆　اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کلہاڑے سے بت خانہ کے بت پاش پاش کئے تو حضور ﷺ کا کمال یہ کہ کعبہ اللہ میں نصب ۳۶۰ بت اپنے دائیں ہاتھ کے اشارے سے توڑ ڈالے اور بت منہ کے بل گر گئے۔

☆　اگر یہ کہا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مار کر بارہ چشمے جاری کئے تو

حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے پانی نہر جاری کردی جو کہ ناممکن تھی جبکہ پتھر سے پانی کا نکلنا ممکن تھا۔

☆ اگر یہ کہا جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریائے نیل عبور کیا تو دریا نے راستہ چھوڑ دیا جب کہ ادھر غلامان مصطفیٰ جب دریا عبور کرتے ہیں تو پانی ہی سڑک بن جاتا ہے اور کپڑے بھی گیلے نہیں ہوتے۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ایک دن میں سارا پانی پی جاتی تھی تو حضور ﷺ کی ناقہ حضور ﷺ کی نبوت کی گواہی دیتی تھی اور کئی بار اونٹ آپ کے پاس آکر اپنے مالک کی شکایت کرتے۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا جو کہ اس کی فطرت ہے مگر حضور ﷺ کے ہاتھوں میں کنکریوں نے کلمہ پڑھ کر آپ کی نبوت کی شہادت دی۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پرندے مسخر تھے تو ادھر غلام مصطفیٰ ﷺ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے آتے ہوئے شیر سے کہتے ہیں **یا ابا الحارث انا مولیٰ رسول الله** اے شیر (خبردار) میں غلام رسول ہوں۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو زمین پر بادشاہت عطا کی تو حضور ﷺ کو زمین کے سرخ وسفید پر حکومت اور حزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس 'جن' اگر نافرمانی کرتے تو آپ سزا دیتے مگر حضور ﷺ کے پاس آنے والے جن بھی آپ کی عظمت کو جھک کر سلام کرتے۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوائیں مسخر کی گئیں اور صبح سے دوپہر تک ایک مہینے کا سفر طے کرتے مگر حضور ﷺ ایک رات کے تھوڑے حصے میں مسجد حرام سے لے کر لامکان کی سیر کر کے آ گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ ایسی ہے جہاں سے خیرات ملتی ہے کیونکہ وہ صاحب کمال ہیں۔

اللہ رسول 'ہادی' ہیں

اللہ تعالیٰ 'ہادی' ہے۔ ہدایت کے معنی راہ دکھانا بھی ہیں اور مقصود پر پہنچانا بھی۔ اللہ تعالیٰ دونوں معنی سے ہادی ہے۔ اہل دُنیا کا اصل اور حقیقی ہادی اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اصل ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔ اس لئے جو شخص اللہ تعالیٰ کو **یا ھادی** پکارتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے راہ حق کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ اس لئے ہر شخص کو راہ ہدایت پر لانے کے لئے اور راہ ہدایت پر قائم رکھنے کے لئے یہ اسم 'یـا ھـادی' بہت ہی مؤثر ہے جو شخص رات میں کسی وقت اُٹھ کر دُعا کے لئے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر پانچ سو مرتبہ **یـاھـادی** پڑھے تو دل ہدایت پر مضبوط ہوگا اور جلد معرفت حاصل ہوگی۔

حضور ﷺ ہادی و مرشد ہیں : اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو یہ صفاتی نام بھی عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ساری کائنات کے لئے ہادی و مرشد بنایا ہے اور کامیابی کی ضمانت کو حضور ﷺ کی پیروی میں مضمر رکھا۔ تمہاری ہدایتیں حضور ﷺ کو عطا فرمائیں یعنی جسے جو ہدایت ملے گی وہ حضور ﷺ سے ملے گی۔ حضور ﷺ کو سرچشمہ ہدایت بنا کر بھیجا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا نظارہ کرنا ہو تو محبوب رب العالمین حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھ لو کہ یہ مظہر ذات ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ﴾ (التوبہ۹/۳۳ ، الصّف۶۱/۹)

وہی (قادر مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو (کتابِ) ہدایت اور دینِ حق دے کر تا کہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں پر، اگر چہ ناگوار گزرے (یہ غلبہ) مُشرکوں کو۔

﴿هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا ؕ﴾ (الفتح ۴۸/ ۲۸)

وہی (قادر مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو (کتابِ) ہدایت اور دینِ حق دے کر تا کہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں پر، اور (رسول کی صداقت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے

حضور ﷺ، رب تعالیٰ کی شان بھی ہیں، اس کی رحمت بھی۔ اس وجہ سے ارشاد ہوا کہ اے میرے بندو اگر تم مجھے جاننا پہچاننا چاہتے ہو تو اس طرح پہچانو کہ اللہ تعالیٰ وہ قدرت والا، رحمت والا، کرم فرمانے والا ہے کہ اُس نے اپنے رسول، رسولوں کے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی وہ مصنوع ہیں کہ دست قدرت کو بھی اُن پر ناز ہے۔ بلا تشبیہ یوں سمجھو کہ ایک اعلیٰ درجہ کا کاریگر کہتا ہے کہ میں وہ ہوں جس نے فلاں عمارت بنائی ہے یا قابل استاد کہتا ہے کہ میں وہ ہوں جس نے فلاں شاگرد کو قابل بنایا۔ اگر میری قابلیت علمی دیکھنا ہے تو میرے فلاں شاگرد کو دیکھو کہ میرے علم و ہنر کا نمونہ ہے۔ دست قدرت بھی آج اس انوکھے اور نرالے بندہ خاص پر ناز فرماتا ہے کہ اگر میری قدرت، میرا علم، میری سخاوت، میرا کرم، غرضکہ میری تمام صفات کا نظارہ کرنا ہے تو میرے محبوب ﷺ کو دیکھ لو۔ یا یوں سمجھو کہ آفتاب کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی، لیکن اگر رنگین شیشہ میں سورج کا عکس لیا جائے اور اس شیشہ میں نظر کی جائے تو جمالِ آفتاب نظر آتا ہے۔ یہ ذات پاک بھی قدرت الٰہی دیکھنے کا گہرے رنگ والا شیشہ ہے۔ اس کو دیکھا، تو رب تعالیٰ کی صفات کو دیکھا۔ اگر کوئی رب تعالیٰ کی ذات وصفات کو زمین وآسمان کے ذریعہ جانے وہ مُوَحِدُ ہے مگر مومن نہیں۔ اگر رب تعالیٰ کو پہچاننا ہو تو یوں پہچانو کہ رب وہ ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا۔ لہذا حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے مظہر ہیں اور معرفت الٰہی کا بڑا ذریعہ ہیں۔ حضور ﷺ، اللہ تعالیٰ کا نور ہیں کسی کے بجھائے بجھ نہیں سکتا۔

یہ نُورِ نبی نُورِ خدا ہے واللہ   جو دیکھتا ہے کہتا ہے واللہ واللہ

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت وشانِ کبریائی اور اپنے نبی مکرم ﷺ کے مقامِ رفیع اور منصب عالی کا ذکر فرمایا ہے کہ اُنھیں یہ منصبِ رسالت پر فائز کرنے والا میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہی سارے رسول بھیجے ہیں لیکن اس رسول کو جونسبت ہے اس کی شان ہی نرالی ہے برقِ غضب بن کر باطل کو خاکستر کرنے کے لئے نہیں آیا' بلکہ ابرِ رحمت بن کر پیاسی دُنیا کو سیراب کرنے کے لئے آیا ہے۔ اے کُفّار! تم نے میرے محبوب کے اسمِ گرامی کے ساتھ رسول اللہ کے الفاظ مٹا دینے پر اصرار کیا۔ اس ورق سے تو تم نے محو کردئے لیکن لوحِ محفوظ' عرش وکرسی کے بلند کنگروں' جنت کے ایوانوں اور اہل ایمان ومحبت کے دلوں پر محمد رسول اللہ کے الفاظ ہمیشہ تابندہ و درخشندہ رہیں گے' وہاں سے تم نہیں مٹاسکتے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو ساری کائنات کے لئے ہادی ومُرشِد بنایا ہے۔ سب لوگ دنیا میں ماں باپ' استاذ' مشائخ اور ساتھیوں سے مختلف قسم کی ہدایتیں لیتے ہیں مگر حضور ﷺ نے کسی سے ہدایت نہ لی۔ رب تعالیٰ نے ہر طرح کی ہدایت دے کر بھیجا اسی لئے حضور ﷺ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ فرمایا (روح البیان)۔ ظہور نبوت سے پہلے نمازیں پڑھیں' دوسرے یہ کہ تمہاری ہدایتیں حضور ﷺ کو عطا فرمائیں' یعنی جسے جو ہدایت ملے گی وہ حضور ﷺ سے ملے گی۔ حضور ﷺ کو سرچشمہء ہدایت بنا کر بھیجا۔ جس کے مُقدّر میں اس ظلمت کدہ عالم کو منور کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ایسا جامع نظامِ حیات اور شریعت بیضا دے کر مبعوث فرمایا ہے جو افراط وتفریط' گوناگوں بدعنوانیوں سے روندے ہوئے گلشنِ انسانیت کے لئے پیغام بہار ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس منصب رفیع پر فائز کیا ہے کوئی طاقت اس کو اس شرف سے محروم نہیں کرسکتی۔ ساری دُنیا انکار کردے اس کی عظمت کا ماہِ تمام چمکتا ہی رہے گا۔

سرِعرش پر ہے تری گزر' دلِ عرش پر ہے تری نظر ملکوت وملک میں کوئی شئے' نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

سچا دین اور ہدایت حضور ﷺ کے ساتھ ایسے وابستہ ہیں جیسے آفتاب کے ساتھ روشنی'

کہ حضور ﷺ کو چھوڑ کر نہ ہدایت ملتی ہے نہ سچا دین ۔۔ اگر صرف قرآن سے ہدایت مل جاتی تو حضور ﷺ کو دُنیا میں کیوں بھیجا جاتا؟ دوسرے یہ کہ حضور ﷺ کبھی ہدایت اور سچے دین سے الگ نہ ہوئے کیونکہ یہ دونوں حضور ﷺ کے ساتھ بھیجے گئے ہیں جو اُنھیں ایک آن کے لئے بھی ہدایت سے الگ مانے وہ بے دین ہے۔

رب تعالیٰ سے جب بندہ عرض کرتا ہے ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ تو ساتھ ہی ایسے راستے کی طلب کرتا ہے جو راستہ درست ہو اور کامیابی کی ضمانت فراہم کرتا ہو تو کہا ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ اُن لوگوں کا راستہ عطا فرما جن پر تو نے اپنا خصوصی انعام فرمایا ہے۔ انعام یافتہ بندوں میں سے جو سب سے پہلی بارگاہ ہے وہ ذاتِ کامل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا درِ پاک ہے پھر صدیقین، شہداء، صالحین ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ﴾ (النسآء/۶۹) اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا انبیاء پر اور صدیقین پر اور شہداء پر اور صالحین پر۔

قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کی راہ پر چلنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں معیارِ حق بنایا ہے۔اسی لئے یہ تنقید سے بھی بالاتر ہیں۔

اللہ تعالیٰ اصحاب النبی ﷺ کو خطاب فرماتا ہے: ﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ (البقرۃ/۱۳۷) اگر لوگ تمہاری مثل ایمان لائیں تو ہدایت یافتہ ہوں گے۔ (اگر یہ بھی ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو جب تو وہ ہدایت پاگئے)

صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام معیاری ایماندار ہیں جب اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو معیاری انسان قرار دیا ہے تو وہ تنقید سے بالاتر بھی ثابت ہوئے۔ ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ﴾ (البقرۃ/۱۳) اور جب کہا جاتا ہے کہ تم ایسا ایمان لاؤ جیسا دیگر انسان (یعنی صحابہ کرام) ایمان لائے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معیاری انسان اور تنقید سے بالاتر ہونے کی یہ دوسری دلیل قطعی ہے۔

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (توبہ/۱۰۰) اور سب سے آگے آگے سب سے پہلے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنھوں نے پیروی کی اُن کی عمدگی سے' راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ اُن سے اور راضی ہو گئے وہ للہ تعالیٰ سے۔

مہاجرین اور انصار جو ایمان لانے میں سب سے مقدم ہیں اور جو عقائد اور اعمال میں اُن کے تابع ہیں اللہ تعالیٰ اُن سب سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ مہاجرین اور انصار صحابہ اور جو لوگ اُن کے تابع ہیں اُن سب کو رضائے الٰہی کی سند حاصل ہے اب کون ایماندار ہے جو اُن پاکیزہ نفوس کو معیار حق اور تنقید سے بالاتر نہ سمجھے کیونکہ اگر یہ لوگ معیار حق نہ ہوتے اور تنقید سے بالاتر نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی رضا انہیں حاصل نہ ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پہلے سے ہی یہ خبر دے دی تھی کہ جس طرح صحابہ کرام کا ہر فعل اور قول نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں رضا الٰہی کے لئے ہے اس طرح نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہرہ کے بعد بھی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے۔

یہاں اُن پاک ہستیوں (مہاجرین وانصار) کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے مکرم نبی کی دعوت اُس وقت قبول کی جب کہ اس کو قبول کرنا ہزاروں مصیبتوں اور تکلیفوں کو دعوت دینا تھا۔ اُس وقت اسلام کی اعانت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا جب اسلام بڑی بیکسی کی حالت میں تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے ان مخلص' جانباز اور پاکباز بندوں پر ناز ہے بلکہ ساری انسانیت کو اُن پر فخر ہے جنھوں نے حق کو محض حق کے لئے قبول کیا۔ اور اس کو فروغ دینے اور مرتبہ کمال تک پہنچانے کے لئے اپنے وطن چھوڑے' اپنے خونی رشتے توڑے' اپنے سر کٹائے۔ قرآن بتا تا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان مخلص' جانباز اور پاکباز

بندوں پر راضی ہوگیا اور اُس کے ان بندوں نے جب دیکھا کہ اُن کے ربّ کریم نے اُن کی ان قربانیوں کو شرفِ قبول عطا فرمایا ہے تو وہ اُس کی شانِ بندہ پروری اور ذرّہ نوازی کو دیکھ کر راضی ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی ابدی نعمتوں سے بھی انھیں سرفراز فرمایا اور صرف یہی نہیں کہ وہ خود ہی اس دولت سے خوشنود ہوئے بلکہ قیامت تک جو بھی خلوص ودیانت سے اُن کی پیروی کرے گا وہ بھی عنایات ربّانی کا مستحق ہوگا۔ حضوراکرم ﷺ کے صحابہ کی شان، ظاہر وباطن کے جاننے والے خدا نے خود اپنی کتاب مقدس میں بیان فرما دی۔ آپ ذرا سوچیں کہ جن کی توصیف وہ خود کرے، جن کے ایمان کا وہ خود گواہ ہو، جن کے جنت میں جانے کا وہ خود مژدہ سنائے، ایسے پاک لوگوں کی شان میں لب کُشائی شیطان کا کتنا خطرناک دھوکہ ہے۔ صحابہ کرام اس لئے تو شمع توحید پر پروانہ وار نثار نہیں ہوتے تھے کہ چودھویں صدی کا بےعمل مسلمان اُن کی مدح وستائش کرے۔ اُن کے پیش نظر تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس کے رسول کی خوشنودی تھی اور وہ انھیں حاصل ہوگئی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونے کے بعد ساری دُنیا بھی اُن کی شان میں گستاخیاں کرتی رہے تو اُس سے اُن کا کیا بگڑتا ہے۔ البتہ اُن لوگوں کی حرماں نصیبی قابلِ افسوس ہے جو صحابہ کرام کے نقشِ قدم پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بن سکتے تھے لیکن انھوں نے ادھر سے منہ موڑ کر بلکہ اُن لوگوں سے دشمنی کر کے اپنے آپ کو محروم کردیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان ہستیوں پر اپنی رحمت کے دروازے کھولے ہیں۔ اس سے ثابت یہ ہوا کہ ان بندگان خُدا کے نقش قدم پر چلنا ہی صراط مستقیم ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے غیر نہیں بلکہ رب والے ہیں۔ اگر رب تعالیٰ کے غیر ہوتے تو طلب ہدایت کے وقت یہ بات مکمل ہو جاتی اور رب تعالیٰ فرما دیتا، اے میرے بندے طلب ہدایت کے وقت صرف میری بارگاہ کی ہدایت مانگنا، بندوں کا نام نہ لینا، اگر لیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس شک کو ہی دور کردیا اور واضح فرما دیا کہ جو انعام یافتگان کے نقش قدم پر چلا تو وہ صراط مستقیم پر چلا۔ اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا **علیکم بسُنّتی** تم پر میری سنت لازم ہے

یعنی صراط مستقیم کی ضمانت اسی صورت میں ہے جب تک ذات مصطفیٰ ﷺ کے نقش قدم پر رہے، بھٹک جانے کا شائبہ تک نہ ہوگا پھر دیکھئے حضور ﷺ نے اپنے نقش قدم پر چلنے والوں کے بارے میں فرمایا یہ جو میری بارگاہ میں بیٹھ کر اپنے قلب و باطن کو نور علیٰ نور کرتے ہیں جو اُن کے نقش قدم پر چلا وہ بھی مجھ تک پہنچ جائے گا کیونکہ یہ **نجم الاھتدی** (ہدایت کے ستارے) ہیں۔

ذرا غور کریں کہ حضور ﷺ جو منجانب اللہ پیکر ہدایت بن کر تشریف لائے آپ نے نظام اخلاق کا جو چارٹر دیا ہے آج بڑے سے بڑا کوئی دانشور، قانون داں، سیاستداں و مفکر ایسا چارٹر نہیں دے سکتا ہے جو چودہ سو سال پہلے حضور سید المرسلین ﷺ نے اپنے ہی شب و روز کو انسانیت کے لئے ایک نمونہ بنا دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اخلاقیات کے ابواب کھولے تو آپ نے والدین کے حقوق، اولاد کے حقوق، اہل قرابت کے حقوق، ہمسائے کے حقوق، یتیموں کے حقوق، حاجت مندوں کے حقوق، بیماروں کے حقوق، غلاموں کے حقوق، مہمانوں کے حقوق، عام مسلمانوں کے باہمی انسانی برادری کے حقوق، جانوروں کے حقوق، زبان کی سچائی، دل کی پاکیزگی، عمل میں خلوص، سخاوت، عفت و پاکبازی، امانت و دیانتداری، رحم و کرم، شرم و حیاء، عدل و انصاف، عہد کی پابندی، ایثار و قربانی، عفو و درگزر، حلم و بُردباری، تواضع و انکسار، خوش کلامی، اعتدال و میانہ روی، خودداری و عزت نفس، استقامت و حق گوئی، نماز کی ادائیگی، روزوں کی ادائیگی، زکواۃ کی ادائیگی، حج کی ادائیگی، صبر و رضا، توکل و استغناء، طہارت اور طہارت کے آداب، کھانے پینے کے آداب، مجلس کے آداب، ملاقات کے آداب، چلنے پھرنے کے آداب، سفر کے آداب، لباس کے آداب اپنانے کی ہدایت فرمائی۔ حضور ﷺ نے جب منکرات سے بچنے کی ہدایت فرمائی تو جھوٹ بولنے کی ممانعت، جھوٹی قسمیں کھانے کی ممانعت، خیانت و بددیانتی، غداری و دغا بازی، بہتان لگانے کی ممانعت، چغل خوری کی ممانعت، غیبت و بدگوئی، خوشامد و بدکلامی، بخل کی ممانعت، حرص و لالچ و چوری کی ممانعت، ناپ تول میں کمی کی ممانعت، رشوت، سفارش،

سودخوری، شراب نوشی، بغض وکینہ، ظلم کرنے کی ممانعت، فخر وغرور کی ممانعت، ریا کاری کی ممانعت، خود بینی وخود نمائی، حسد، فحش گوئی، بے ایمانی و بے حیائی کی ممانعت فرمائی۔
(ہماری کتاب 'گناہ اور عذاب الٰہی' کا مطالعہ کریں)
یہ وہ اخلاق رزیلہ ہیں جن کے اپنانے سے گھر سے لے کر معاشرہ میں بدامنی پیدا ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان تمام اخلاق رزیلہ سے بچنے کی ہدایت فرمائی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے نسل آدمیت کے سامنے اپنے آپ کو ایک آئیڈیل کے طور پر پیش کیا۔

الغرض حضور نبی الرحمۃ ﷺ اور انعام یافتگان جو آپ کے متبع ہوئے اُن کی زندگی کا لمحہ لمحہ انسانیت کے لئے ایک کامل نمونہ ہے :

ہر لحظہ مومن کی نئی شان نئی آن — کردار میں گفتار میں اللہ کی برہان

اللہ 'حق' ہے اور رسول دینِ حق کے علمبردار ہیں

اللہ تعالیٰ حق ہے۔ حق باطل کا مقابل ہے باطل بمعنی معدوم ہے تو بمعنی ثابت وموجود' رب تعالیٰ ایسا موجود ہے کہ اس کے وجود کو فنا نہیں اور تمام موجودات اس کے کرم سے موجود ہیں جیسے تمام دھوپ اور سائے آفتاب کے فیض سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حق ہے اور حق کا مطلب حق ہی ہے یعنی جو ہر لحاظ سے مسیحا ہو اور اس کا وجود ہر لحاظ سے موجود ہو اور اسے ایک لمحہ کے لئے بھی زوال اور عدم نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق ذات صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ وہ ازل تا ابد ہر وقت حقانیت سے بھرپور ہے اور اس کے سامنے کوئی باطل قوت نہیں ٹھہر سکتی۔ حق کو نہ فنا ہے نہ زوال نہ عدم ہے نہ تغیر۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فانی ہے لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس نام سے 'یاحق' پکارے گا' اللہ تعالیٰ اسے قائم دائم کر دے گا۔

حضور ﷺ ہدایت کے امین اور دینِ حق کے علمبردار ہیں :

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو ہدایت کا امین اور دین حق کا علمبردار بنایا ہے۔

ظہورِ حق جان کی جان تم ہو   عیاں سب میں خدا کی شان تم ہو

﴿اِنَّا اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِيۡمِ ﴾(البقرۃ/۱۱۸) بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو (اے حبیب) حق کے ساتھ (رحمت کی) خوشخبری دینے والا (عذاب سے) ڈرانے والا' اور آپ سے باز پُرس نہیں ہوگی اُن دوزخیوں کے متعلق۔

﴿هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ﴾ (التوبہ۹/۳۳ ' الصّف۶۱/۹)

وہی (قادرِ مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو (کتابِ) ہدایت اور دینِ حق دے کر تا کہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں پر' اگرچہ ناگوار گزرے (یہ غلبہ) مُشرکوں کو۔

﴿هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا ؕ﴾ (الفتح/۲۸)

وہی (قادر مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو (کتاب) ہدایت اور دینِ حق دے کر تا کہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں پر' اور (رسول کی صداقت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہدایت سے متصف کر کے مضبوط پائیدار نہ مٹنے والا نا قابل نسخ دین دے کر ساری مخلوق کی طرف ہمیشہ کے لئے بھیجا۔ ہدایت سے مُراد قرآن' دینِ حق سے مراد شریعت یا ہدایت سے مراد علم' دین سے مُراد عمل ۔۔ایسا دین جو حق ہے۔

اسلام ہی دین حق ہے یعنی نا قابلِ نسخ دین ۔۔ باقی تمام نبیوں کے دین قابلِ نسخ تھے منسوخ ہو گئے ۔ اللہ تعالیٰ نے ساری دُنیا کی رہبری کے لئے رسول بھیجا۔ اس کو نور ہدایت کا امین اور حق کا علمبردار بنایا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا دین عمدہ اور خوش گوار ہے' یہ ایک اہم حقیقت کا اظہار ہے' دین حق انسان کے لئے فی الواقع کوئی مصیبت اور ناخوش گوار بوجھ بن کر نہیں اُترا ہے۔ وہ تو انسان کی ایک طلب اور ضرورت ہے۔ وہ اس کے لئے ایک مطلوب شئے ہے' وہ ایک لذت بخش نعمت ہے۔ صحیح معنیٰ میں اس دین کا حامل وہی شخص ہے جسے دین بطور نعمت کے حاصل ہو۔ ہمارا دین تاریکی کے مقابلہ میں روشنی ہے' جہل کے مقابلہ میں علم وبصیرت اور حکمت ہے' موت کے مقابلہ میں زندگی' حیات اور روح ہے۔ اندھے پن کے مقابلہ میں بینائی اور بصارت ہے۔ ذہن وروح کی پراگندگی اور پریشانی کے مقابلہ میں اطمینان وسکون' راحت اور یکسوئی ہے۔ گمراہی کے مقابلہ میں رشد وہدایت اور صراط مستقیم ہے۔ بگاڑ اور فساد کے مقابلہ میں بناؤ اور اصلاح ہے۔ گراوٹ اور پستی کے مقابلہ میں رفعت اور بلندی ہے۔ بے کرداری کے مقابلہ میں اعلیٰ کردار وعمل اور اخلاق کی بلندی ہے۔ جو دین ہمیں عطا ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بہترین عطا اور نعمت ہے۔

اللہ رسول کی تعریف 'حمد'

اللہ تعالیٰ حمید ہے۔ کوئی اس کی تعریف نہ بھی کرے تب بھی وہ سب خوبیوں والا ہے۔ حمید کا معنیٰ علامہ آلوسی نے کیا ہے **المحمود فی جمیع شئونہٖ** جو اپنی تمام شانوں میں تعریف وستائش کا مستحق ہو۔ (روح المعانی)

حمید' حمد سے بنا بمعنی اسم فاعل یا بمعنی اسم مفعول یعنی اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی حمد فرماتا ہے اسی لئے اس کا نام حامد ہے اور حضور ﷺ کا نام محمد۔ خیال رہے کہ حضور انور ﷺ کا نام محمد ہے یعنی بہت ہی حمد کئے ہوئے اور رب تعالیٰ کا نام ہے محمود یعنی حمد کیا ہوا کیونکہ حضور انور ﷺ تو اللہ کے محمد ہیں اور اللہ تعالیٰ حضور انور ﷺ کا محمود اور ظاہر ہے کہ اللہ کی حمد بہت اعلیٰ۔۔اس لئے حضور انور ﷺ کی محمودیت بہت اکمل۔

حضور نبی کریم ﷺ کے سینکڑوں نام ہونے کے باوجود ذاتی اور شخصی نام ایک ہی ہے اور وہ 'محمد' (ﷺ) ہے۔ یوں تو آپ ﷺ نبی بھی ہیں اور رسول بھی۔ بشیر ونذیر بھی ہیں اور ہادی برحق بھی ......مگر لفظ 'محمد' کو آپ کی ذات اقدس سے جو تعلق ہے وہ کسی اور صفاتی نام کو نہیں۔ یہ وہ نام ہے جو قدرت کی طرف سے روزِ اول ہی سے آپ کے لئے خاص کر دیا گیا تھا اور سابقہ انبیاء کی کتب مقدسہ میں آپ کا اسم مبارک بار بار بیان ہوتا رہا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور انور ﷺ کا اسم مبارک 'محمد' اور 'احمد' بتایا ہے۔ قرآن کریم میں لفظ 'محمد' کا ذکر چار مقامات پر آیا ہے۔

﴿**مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**﴾ (الفتح/۲۹) (جانِ عالم) محمد اللہ کے رسول ہیں (ﷺ)

﴿**وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ وَاٰمِنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ**﴾ (محمد/۲)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو حضرت محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا۔

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ﴾ (آل عمران/۱۴۴)
اور محمد (ﷺ) تو (اللہ تعالیٰ کے) رسول ہی ہیں۔
﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾
(الاحزاب/۴۰) محمد (ﷺ) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں وہ تو اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔

حضور نبی مکرم ﷺ کے اسماء مبارکہ میں مادہ 'حمد' خصوصی اہمیت رکھتا ہے اس مادے سے حضور ﷺ کے کم از کم چار نام مشتق ہیں۔ محمد' احمد' حامد اور محمود۔ ان میں سے اسمائے مبارکہ محمد' احمد اور محمود تعریف کئے گئے کا مفہوم رکھتے ہیں۔ محمد اسم مفعول اور احمد اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور دونوں میں حمد کے معنٰی کی وسعت اور کثرت کی طرف اشارہ ہے۔ حضور ﷺ کے یہ تینوں اسمائے مبارکہ آپ ﷺ کی تعریف وتوصیف کی کثرت کے مظہر ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی تعریف صرف مخلوق یعنی کائنات جن وانس اور ملائکہ مقربین ہی نہیں کرتے بلکہ خود اللہ تعالیٰ بھی ہمہ وقت آپ کی تعریف فرماتا ہے یہی وجہ ہے کہ سارا قرآن ہی آپ کی حمد اور بے پایاں تعریف وتوصیف سے معمور ہے۔

☆ محمد کا مفہوم وہ ذات جس کی بصورت استمرار ہر لحہ ہر گھڑی نو بنو تعریف وثنا کی جاتی ہو۔
☆ محمد اس کو کہتے ہیں جس کی بار بار تعریف کی جائے۔
☆ محمد وہ ذات جس کی کثرت کے ساتھ اور بار بار تعریف کی جائے۔
☆ محمد (ﷺ) وہ ہستی ہے جو تمام محاسن وکمالات اور محامد وتعریفات سے معمور ہے۔
☆ محمد وہ جس کی تعریف کے بعد تعریف اور توصیف پر توصیف ہوتی رہے جس کی تعریف کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو۔

حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہ' فرماتے ہیں:

محشر میں گنہ گاروں کے لئے دامن کا سہارا کافی ہے — دامن تو بڑی شئے ہے مجھ کو تو نام تمہارا کافی ہے
سچ ہے سیّد بیکار رہا اس سے کوئی نہیں کام ہوا — ہمنام کے ذمہ دار ہو تم تو نام ہمارا کافی ہے
میں صدقے اسمِ اقدس کے میں قربان نامِ نامی پر — تیرا ہمنام ہونا حشر کے دن میرے کام آیا

حضور نبی مکرم ﷺ کے جو اسمائے گرامی صحیح احادیث سے ثابت ہیں اُن میں **احمد** بھی ہے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے **قال رسول الله** ﷺ **ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی** (مالک' بخاری' مسلم)
یعنی حضور ﷺ نے فرمایا میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں' میں احمد ہوں' میں الحاشر ہوں' لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا۔

صحابہ کرام میں حضور کا یہ اسمِ گرامی '**احمد**' معروف و مستعمل تھا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ یہی نام لے کر بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں :

صلی الاله ومن یحف بعرشه والطیبون علی المبارك احمد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ' حاملین عرش اور تمام پاکیزہ لوگ اس مبارک ہستی پر درود وسلام بھیجیں جس کا اسمِ گرامی 'احمد' ہے۔

احمد کا معنی ہے **احمد الحامدین لربه** : تمام حمد کرنے والوں سے بڑھ کر اپنے رب کی حمد کرنے والا۔ اپنے رب کی حمد کی کثرت کی برکت سے ہی آپ محمد بھی بنے۔ **فالمحمد هو الذی حمد مرة بعد مرة** یعنی جس کی بار بار حمد کی جا رہی ہو وہ محمد ہے۔ نہ اپنے رب کی حمد وثنا کرنے میں آپ کا کوئی مثیل ہے' کوئی فرشتہ' کوئی رسول' کوئی نبی اپنے خداوند کی حمد سرائی اور ثنا گستری میں اس مقام پر نہیں پہنچا اور نہ پہنچ سکتا ہے جس مقام پر اللہ تعالیٰ کا یہ پیارا حبیب فائز ہے۔ اسی طرح مخلوق میں سے جتنی حمد اور جتنی ستائش اس عبدِ محبوب کی ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی' کسی اور کو نصیب نہیں۔ جن وانس اس کے ثنا خوان ہیں' حُور وَ ملک اس کی توصیف میں رطب اللسان ہیں اور خود خدا بھی اس کی مدح فرما رہا ہے۔ صرف اس فانی دُنیا ہی میں نہیں بلکہ عالمِ آخرت میں بھی حضور ﷺ کی شان نرالی ہوگی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس شانِ محمدیت کی تابانیوں کا صحیح اندازہ اس وقت ہوگا جب دستِ مبارک میں لوائے حمد تھامے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یہ حبیب مقامِ محمود پر جلوہ فرما ہوگا۔

حضور نبی مکرم رحمۃ للعالمین ﷺ' رب تعالیٰ کی شان بھی ہیں' اس کی رحمت بھی۔

اس وجہ سے ارشاد ہوا کہ اے میرے بندو اگر تم مجھے جاننا پہچاننا چاہتے ہو تو اس طرح پہچانو کہ اللہ تعالیٰ وہ قدرت والا، رحمت والا، کرم فرمانے والا ہے کہ اُس نے اپنے رسول، رسولوں کے سردار احمد مختار محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی وہ مصنوع ہیں کہ دست قدرت کو بھی اُن پر ناز ہے کہ اگر میری قدرت، میری مہربانی، میری شان رحیمیت، میرا تقدس، میری حاکمیت و بادشاہت، میری شانِ سلامتی و امان، میری نگہبانی وحفاظت، میری عزت وعظمت، میری معافی، میرا جود وسخا، میری صداقت، میری طاقت وقدرت، میری دوستی ومحبت، میری شانِ بے نیازی، میرا اقتدار وانصاف، میری جلالت، میری رشد وہدایت، میرا صبر، میرا علم، میرا احسان، میری رفعت وبلندی، میری قوت سماعت وبصارت، میرا انصاف، میری بردباری وبزرگی، میرا کرم، میری بخشش وعطا کی فراخی ووسعت، میری حکمت، میری نورانیت، میری حمد ...... غرضکہ میری تمام صفات کا نظارہ کرنا ہے تو میرے محبوب ﷺ کو دیکھ لو۔ لہذا حضور نبی مکرم ﷺ، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے مظہر اعلیٰ اور معرفت الٰہی کا بڑا ذریعہ ہیں۔

اللہ کی سَر تابقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہے یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

اگر خموش رہو میں تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہوگیا محدود

وَاٰخِرُ دَعْوٰنا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعالَمِيْن
وَصَل اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمّدٍ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْن

مطبوعات شیخ الاسلام اکیڈمی

مخدوم الملت سید المتکلمین حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ العزیز

معارف القرآن (ترجمہ قرآن مجید)	۱۰۰/	تفسیر اشرفی	۱۰۰/	حیات غوث العالم	۳۰/
رسول اکرم ﷺ کے تشریعی اختیارات	۲۰/	فرش پر عرش	۴۰/		

تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین سلطان المشائخ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

الاربعین الاشرفی	۱۰۰/	حقیقتِ نماز	۲۰/	دین کامل	۲۰/
نظریہ ختم نبوت اور تحذیر الناس	۲۰/	محبت رسول شرط ایمان	۲۰/	عظمتِ مصطفیٰ ﷺ	۲۰/
اسلام کا نظریہ عبادت اور مودودی صاحب	۴۰/	النبی الامی ﷺ	۲۰/	حقیقتِ نماز	۲۰/
اسلام کا تصور الہ اور مودودی صاحب	۴۰	فضیلت رسول ﷺ	۲۰/	اتباع نبوی ﷺ	۲۰/
دین اور اقامت دین	۵۵/	رحمت عالم ﷺ	۲۰/	تفسیر سورۂ والضحیٰ	۲۰/
تعظیم آثارِ مبارک و تبرکات	۲۰/	عرفانِ اولیاء	۱۵/	معراجِ عبدیت	۲۰/
محبت اہلبیت رسول ﷺ	۲۰/	غیر اللہ سے مدد !	۲۰/	ایمانِ کامل	۲۰/
حقیقت نور محمدی ﷺ	۲۰/	فریضہ دعوت و تبلیغ	۲۰/	حدیث نیت کی محققانہ تشریح	۳۰/
تعلیم دین و تصدیق جبرئیل امین	۳۰/	رسولِ خلائق	۲۰/	دِلوں کا چین	۲۰/

مَلکُ التحریر علامہ محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شرح اسماء الحسنیٰ باری تعالیٰ عزوجل	۱۰۰/	حقیقتِ توحید	۱۷۰/	سنی بہشتی زیور اشرفی	۱۲۰/
فضائل لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ	۲۵/	حقیقتِ شرک	۵۰/	امہات المؤمنین	۸۰/
شیطانی وساوس کا قرآنی علاج	۳۰/	اللہ تعالیٰ کی کبریائی	۳۰/	حضور ﷺ کی صاحبزادیاں	۳۵/
استخارہ (مشکلات سے چھٹکارہ)	۸/	شانِ مصطفیٰ ﷺ	۱۰۰/	عورتوں کا حج وعمرہ	۴۰/
قوتِ حافظہ اور امتحان میں کامیابی	۸/	سُنّت و بدعت	۲۵/	گناہ اور عذاب الٰہی	۲۰/
ضدی اور نافرمان اولاد کا علاج	۸/	اسلامی نام	۱۵/	مغفرت الٰہی بوسیلۃ النبی ﷺ	۲۵/
نورانی راتیں (نمازیں اور دُعائیں)	۱۰/	سید الانبیاء ﷺ	۲۰/	عبدیت مصطفیٰ ﷺ	۲۵/
شادی میں رکاوٹ اور اُس کا علاج	۸/	اطاعتِ رسول	۱۰۰/	مظہر ذات ذوالجلال	۶۰/
بسم اللہ کے حیرت انگیز فوائد	۸/	حمد الٰہی	۳۰/	معارف اسم 'محمد' ﷺ	۲۰/
عذابِ قبر سے نجات	۸/	تسبیح الٰہی	۲۰/	شہادتِ توحید ورسالت	۲۵/
آیت الکرسی کے روحانی برکات	۸/	برکاتِ توحید	۵۰/	قصص المنافقین من آیات القرآن	۱۵۰/
بلاؤں کا علاج	۸/	توبہ واستغفار	۲۰/	ویڈیو اور ٹی وی کا شرعی استعمال	۱۵/
وظیفہ آیت کریمہ حل المشکلات	۸/	قرآنی علاج	۸/	تبلیغی جماعت کی ایکسرے رپورٹ	۲۰/
رُوحانی علاج	۱۰/	مقدمات میں کامیابی	۸/	جماعت اسلامی اور شیعہ مذہب	۱۵/
میاں بیوی کے جھگڑوں کا توڑ	۸/	فاتحہ سے علاج	۸/	جماعت اہلحدیث کا فریب	۱۰/
آیاتِ رزق	۸/	آیاتِ حفاظت	۸/	اہلحدیث اور شیعہ مذہب	۱۵/
نظرِ بد کا توڑ	۸/	قرض سے چھٹکارہ	۸/	جماعت اہلحدیث کا نیا دین	۲۵/
کرامات غوث اعظم رضی اللہ عنہ	۵۰/	رقت انگیز دُعائیں	۸/	نصابِ اہلسنت	۲۰۰

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد (9848576230)

امیر کشورِ خطابت غازیِ ملت علامہ سید محمد ہاشمی اشرفی جیلانی

فلسفۂ موت وحیات	/۲۰	شیعہ مذہب	/۲۰	سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	/۳۰
فضائل درود وسلام	/۲۰	تاجدارِ رسالت ﷺ	/۲۵	لطائفِ دیوبند	/۲۵

ضیاء الامت حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری علیہ الرحمۃ

سیدنا علی مرتضیٰ اور خلفائے راشدین	/۱۵	سیدنا امام حسین اور یزید	/۱۵	شیعوں کے گیارہ اعتراضات	/۱۵

خطیب ملت مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی

عورتوں کی نماز	/۲۵	طریقہ فاتحہ	/۱۵	صحیح طریقہ غسل	/۵۰
جادو کا قرآنی علاج	/۸	احکام میت	/۲۰	مسائلِ امامت	/۱۵
آیاتِ شفاء	/۸	قربانی اور عقیقہ	/۱۵	نماز جنازہ کا طریقہ	/۱۰
صحابہ کرام اور شوقِ شہادت	/۲۰	صحیح طریقہ نماز	/۱۵	گستاخِ رسول کا عبرتناک انجام	/۲۰

رُوحانی وظائف: مجرب قرآنی وظائف اور دُعاؤں کا روحانی خزانہ......زندگی کے اہم ترین مسائل اور پریشانیوں کا حل دُعاؤں کی قبولیت، مقاصد میں کامیابی اور حصولِ فیوض کے لئے اِن کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے

اِستخارہ (مشکلات سے چھٹکارہ)، آیاتِ حفاظت، آیاتِ رزق، قرض سے چھٹکارہ، نظرِ بد کا توڑ، قوتِ حافظہ اور امتحان میں کامیابی، میاں بیوی کے جھگڑوں کا توڑ، ضدی اور نافرمان اولاد کا علاج، نورانی راتیں (نمازیں اور دُعائیں)، شادی میں رکاوٹ اور اُس کا علاج، آیاتِ شفاء، جادو کا قرآنی علاج، قصیدہ غوثیہ، شیطانی وساوس کا قرآنی علاج، فضائل و برکات لاحول ولاقوۃ۔ فاتحہ سے علاج بسم اللہ کے حیرت انگیز فوائد، بلاؤں کا علاج، قرآنی علاج، رُوحانی علاج، عذاب قبر سے نجات، مقدمات میں کامیابی، برکاتِ توحید، رقت انگیز دعائیں، وظیفہ آیت الکرسی و آیت کریمہ

الاربعین الاشرفی فی تفہیم الحدیث النبوی ﷺ

شارح : حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

مجدد دوراں تاجدارِ اہلسنت رئیس المحققین شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کے قلم گوہر بار سے نکلی ہوئی سیر حاصل شروحاتِ احادیث کا ایک مجموعہ ہے۔ الاربعین الاشرفی (فی تفہیم الحدیث النبوی ﷺ) مشکوٰۃ المصابیح کی (۴۰) احادیث مبارکہ کی شروحات پر مشتمل ہے۔ جن احادیث شریفہ کا اس مجموعہ میں انتخاب کیا گیا ہے اُن کا تعلق مندرجہ ذیل موضوعات سے ہے۔ ارکان خمسہ، ایمان کے درجات، ایمان کی لذت، مسلمان کی تعریف، معیارِ محبت رسول، زمانے کی حقیقت، حقوق اللہ، حقوق العباد، فرائض ونوافل، جہاد، اوامر ونواہی، صدقہ وخیرات، مغفرتِ گناہ، صبر وثواب، دخول جنت ......وغیرہ......شروحات کے اس گلدستے میں حدیث، کتابت حدیث اور حجیت حدیث کے تعلق سے دلائل وبراہین پر مبنی اہم مضامین اس کتاب میں شامل کردیئے گئے ہیں۔

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد (9848576230)